سلسلہ اشاعت بعنوان رد غیر مقلدیت (۱۹)

...کی اہم ترین کتاب ہدایہ پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات کا بیش بہا مجموعہ

ہدایہ
علماء کی عدالت میں

محمد حبیب اللہ ڈیروی

مکتبہ شیخ الاسلام
کوسہ ممبرا ضلع تھانہ
۹۳۲۲۴۷۱۰۴۶

وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ

ہدایہ علماء کی عدالت میں

مؤلف

مناظر اسلام محقق اہلسنت فخر حنفیت

شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیرویؒ

ناشر

مکتبہ شیخ الاسلام کوسہ ممبرا ضلع تھانہ (ممبئی)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمۃ الکتاب

نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ - اما بعد

برادران اسلام! ہدایہ فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں سے شمار کیا جاتا ہے مگر اس کے خلاف غیر مقلدین حضرات ایک سخت قسم کا جھوٹا پروپیگنڈہ ہمیشہ سے پھیلاتے رہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کے مسائل قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ علامہ وحید الزمان غیر مقلد نے اصلاح الہدایہ کے نام سے ہدایہ کے خلاف کتاب لکھی ہے حقیقۃ الفقہ اور تاریخ التقلید وغیرہ کتابوں میں ہدایہ پر اعتراضات کئے گئے ہیں جن کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب میں دیا جائے گا۔ حال ہی میں گوجرانوالہ سے ایک رسالہ "ہدایہ عوام کی عدالت میں" شائع کیا گیا ہے جس کے مصنف خواجہ قاسم صاحب ہیں جو مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سلفی گوجرانوالہ کے شاگرد ہیں خواجہ صاحب اپنے اس مذکورہ رسالہ کے ص ۹ میں لکھتے ہیں "مجھے اعتراف ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے اس میں میری تحقیق کو مطلق دخل نہیں بلکہ یہ سب کچھ ہدایہ کے بین السطور میں لکھا ہے۔ اس کے حاشیہ میں لکھا ہے حافظ ابن حجرؒ کی کتاب الدرایہ فی تخریج الہدایہ میں لکھا ہے" خواجہ صاحب کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ اندھے مقلد ہیں اور اندھی تقلید میں سب کچھ لکھ مارا ہے

(لا حول ولا قوۃ الا باللہ)

سستی شہرت

خواجہ صاحب نے دراصل سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے یہ کام سرانجام دیا ہے مگر بجائے شہرت کے خواجہ صاحب کے لیے اور ان کی جماعت کے لیے یہ کام ذلت کا سبب بنا ہے خواجہ صاحب کی جہالت آشکارا ہوئی ہے۔ دھوکہ و بددیانتی کا بھانڈا ٹوٹ گیا ہے اور خواجہ صاحب کا جھوٹ اور دجل و فریب عوام کے سامنے ظاہر ہو گیا ہے۔ راقم الحروف نے اسی کتاب کے باب اول میں خواجہ صاحب کے کچھ جھوٹ ذکر کر دیئے ہیں وہاں ملاحظہ کریں۔ اور کچھ یہاں ذکر کیے جاتے ہیں اسی سے خواجہ صاحب کی دیانت و علم کا بھی پتہ چل جائے گا

خواجہ صاحب کا کرتب نمبر ١

خواجہ صاحب فرماتے ہیں ان (محمد بن اسحٰق) پر تدلیس کا الزام آتا ہے ورنہ ویسے وہ ثقہ امام ہیں (تین طلاقیں ص ٢١) لیکن خواجہ صاحب تعویذ کے مسئلہ میں ایک حدیث کا جواب دیتے ہوئے عمرو بن شعیب پر جرح نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”عمرو بن شعیب سے روایت کرنے والے محمد بن اسحٰق کے متعلق حنفیہ کی جرح مشہور ہے کم از کم وہ اس سے استدلال نہیں کر سکتے الخ (تعویذات و دم ص ٧ تا ٨) حیرانگی اور تعجب کی بات ہے کہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں عمرو بن شعیب اور محمد بن اسحٰق ثقہ ہو جاتے ہیں ان کی حدیث صحیح شمار کی جاتی ہے مگر تعویذ اور دم کے مسئلہ میں ان کی روایت قابل عمل نہیں اس لئے کہ خواجہ صاحب تعویذ کی دوکان نہیں چلا سکے ۔

کھول کر آنکھیں میرے آئینہ گفتار
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

کرتب نمبر ٢

خواجہ صاحب فرماتے ہیں: ترمذی میں جو روایت آتی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیٹی زینبؓ ابوالعاص بن ربیع کو چھ سال بعد اسلام لانے کے باوجود بلا تجدید نکاح لوٹا دی تھی (باب ماجاء فی الزوجین المشرکین یُسلِمُ احدھما) اسی سند (محمد بن اسحٰق کے طریق) سے مروی ہے اس سند کو احمد نے صحیح کہا ہے امام ترمذیؒ نے کہا ہے لیس باسنادہ بأس ابن کثیرؒ نے ارشاد میں کہا ہے ھو حدیث جید قوی (تین طلاقیں ص ٢٠)

الجواب

امام ترمذیؒ کی عبارت نقل کرنے میں خواجہ صاحب نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے امام ترمذیؒ کی پوری عبارت نقل کی جاتی ہے ملاحظہ ہو۔

ھذا حدیث لیس باسنادہ	اس حدیث کی سند میں حرج
بأسٌ ولکن لا نعرف	نہیں لیکن اس حدیث کی وجہ
وجہ الحدیث ولعلہٗ	(یعنی صحت) ہمیں معلوم نہیں ہو
قد جاء ھذا من قبل داؤد	سکی شاید اس میں خرابی داؤد
بن الحصین من قبل حفظہٖ	بن الحصین کے حافظہ کی وجہ
(ترمذی ص ٢١٤ ج ١)	سے ہے۔

نیز خواجہ صاحب نے جو حافظ ابن کثیرؒ سے ھُوَ حَدِیثٌ جَیِّدٌ قَوِیٌّ کے الفاظ نقل کیے ہیں یہ بھی جھوٹ نظر آتے ہیں جیسا کہ تفسیر ابن کثیر ص ٢٥١ ج ٤ سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ ہے خواجہ صاحب کی دیانتداری۔

ؔ ہمیشہ بے لبی میں کچھ سہارے یاد آتے ہیں
سفینہ جو بھنور میں ہو کنارے یاد آتے ہیں

کرتب نمبر ۳

خواجہ صاحب ایک روایت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اس سے یہ وہم ہوتا ہے نامعلوم وہ مجہول راوی کیسا ہوگا لیکن تابعین ایسے لوگ نہیں تھے جن کے متعلق بدگمانی کی جا سکے" (تین طلاقیں ص ۳۱)

لیکن خواجہ صاحب آگے چل کر ایک روایت کا جواب یوں عنایت کرتے ہیں "دوسری سند میں نافع بن عجیر راوی مجہول ہے (تین طلاقیں ص ۳۲) حالانکہ یہ نافع بھی تابعی ہے مگر خواجہ صاحب کے چونکہ روایت خلاف ہے اس لئے بدگمانی جائز ہے ؎

گل گئے گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے
اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے

کرتب نمبر ۴

خواجہ صاحب فرماتے ہیں "حضرت عائشہؓ کو معراج کے جسمانی ہونے سے انکار تھا تو اس کا کیا کیجئے گا (تعویذ اور دم ص ۱۳)

یہ خواجہ صاحب کا ام المؤمنین پر افتراء ہے یہ محمد بن اسحٰق شیعہ کی جھوٹی و مجہول روایت ہے جو قابل التفات نہیں ؎

نہیں ہے علم ان میں جہل کی مستی کا جھگڑا ہے
یہ باتیں غیر ثابت ہیں زبردستی کا جھگڑا ہے

کرتب نمبر ۵

خواجہ صاحب لکھتے ہیں "عثمانی صاحب کے نزدیک مسند احمد کی یہ روایت بھی قابل اعتراض ہے مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ (ج ۲ ص ۵۲۷ توحید خالص حصہ ۲ ص ۱۹)

(جو بھی مجھے سلام کہے گا اللہ تعالیٰ میری روح کو لوٹا دے گا تاکہ میں اسے سلام کا جواب دوں) یہ روایت ابوداؤدؒ اور بیہقیؒ میں ہے اور بے شک ضعیف ہے تاہم اس سے توحید کو کوئی گزند نہیں پہنچتا (کراچی کا عثمانی مذہب ص ۳۷)

الجواب

خواجہ صاحب نے جو اس حدیث کو بے شک ضعیف ہے کہا ہے یہ جھوٹ ہے بہت سے محدثین کرامؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے امام نوویؒ فرماتے ہیں باسناد صحیح (ریاض الصالحین ص ۵۸۵) امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں وھو حدیث جید (فتاویٰ کبریٰ ج ۴ ص ۳۶۱) وھذا الحدیث علی شرط مسلم (اقتضاء الصراط المستقیم لابن تیمیہ ص ۳۲۳) علامہ ابن عبد الہادیؒ فرماتے ہیں باسناد جید (الصارم المنکی ص ۱۵۴ طبع مصر) علامہ سبکیؒ فرماتے ہیں کہ بہت سے ائمہ حدیث نے اس حدیث پر اعتماد کیا ہے وھو اعتماد صحیح (القول البدیع ص ۱۶۶) اور یہ اعتماد صحیح ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں صححہ النووی فی الاذکار (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۵) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: رواتہ ثقات (فتح الباری پ ۳ ص ۲۷۹) علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں وھو صحیح (المقاصد الحسنہ ص ۱۶۸) نواب صدیق حسن خاں صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں۔ باسناد حسن بل صححہ النووی فی الاذکار وغیرہ (نزل الابرار ص ۱۸۹) علامہ البانی غیر مقلد سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ص ۳۳۷ میں باسناد حسن لکھتے ہیں اور ص ۳۴۰ میں اس کو صحیح شمار کرتے ہیں اس کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات نے تحسین و تصحیح کی ہے خواجہ صاحب کے استاذ محترم لکھتے ہیں حدیث ھذا صحیح ہے اس میں سلام کے وقت رد روح کا ذکر ہے (تحریک آزادی فکر ص ۲۴۱) مزید اس کے لیے تسکین الصدور طبع دوم ص ۲۳۰ تا ص ۲۹۰ ملاحظہ کریں لہٰذا خواجہ صاحب کا بے شک ضعیف

ہے کتنا زبردست جہالت ہے یا محض جھوٹ ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) ؎

تو ہی جو نا شناس ادا ہو تو کیا علاج — ان کی نوازشوں میں تو کوئی کمی نہیں

کرتب نمبر ۶

خواجہ صاحب اپنے نواب صدیق حسن خان غیر مقلد (جو ان کے استاد کے ہاں ان کے مذہب کا مجدد بھی ہے دیکھئے حاشیہ مشکوٰۃ مترجم ص۱ از مولانا محمد اسمٰعیل سلفی صاحب) پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں شرک کا حامی گردانتے ہوئے ان کی کتاب التعویذات پر رد کرتے ہوئے نواب صاحب سے نقل کرتے ہیں" شرجی کے حوالہ سے لکھا ہے ایک بار پاؤں ابن عباسؓ کا سُن ہو گیا کہا یا محمد فی الفور کھل گیا۔ ایضاً ص۴۷ یہ حوالہ بے ثبوت ہے (تعویذ اور دم ص۱) ابن السنیؒ کے حوالہ سے نواب صاحب نزل الابرار ص۳۷۳ میں ذکر کرتے ہیں کہ کسی شخص کا جو ابن عباسؓ کے پاس موجود تھا پاؤں سُن ہو گیا تو حضرت ابن عباسؓ نے اس کو کہا کہ لوگوں میں سے جو تیری طرف زیادہ محبوب ہے اس کو یاد کر تو اس شخص نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اس کا پاؤں درست ہو گیا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ صاحب واقعہ نہیں بلکہ کوئی اور شخص ہے اور یا محمد بحرف ندا بھی مذکور نہیں ہوا اس واقعہ کو اس طرح علامہ مناویؒ نے فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ص۳۹۹ ج۱ میں نقل کیا ہے خود نواب صاحب نے کتاب التعویذات ص۴۷ میں اس کی یوں وضاحت کی ہے لیکن اس ندا سے کیفیت صدر بہتر ہے کیونکہ مجاہد نے اس کو بلا ندا روایت کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ کی اس روایت کا بالکل انکار کرنا خواجہ صاحب کی نری جہالت اور مخبوط الحواسی ہے۔ خواجہ صاحب نے کتاب التعویذات ص۴۷ کا حوالہ دیا ہے حالانکہ ص۴۷ پہ امام بخاری ابن عمرؓ

کی روایت الادب المفرد سے نقل کر کے ابن عمرؓ کے بجائے ترجمہ میں ابن عباسؓ کا ذکر کر دیا ہے پس ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر درود پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔

کرتب نمبر ۷

خواجہ صاحب نے حدیث" اللہ تعالیٰ نے مٹی پر نبیوں کا جسم کھانا حرام کر دیا ہے" کے متعلق لکھا ہے بلا شبہ یہ حدیث ضعیف ہے (کراچی کا عثمانی مذہب ص)

الجواب

اس حدیث پر گرچہ بعض حضرات نے جرح کی ہے مگر وہ صحیح نہیں جمہور محدثین کرامؒ کے ہاں یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے بلا شک و شبہ ضعیف کہنا تحکم محض ہے اس حدیث کو مختلف محدثین کرامؒ نے اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے ملاحظہ ہو مصنف ابن ابی شیبہ ص۵۱۶ ج۲ ابوداؤد ص۱۵۰ ج۱ دارمی ص۳۰۷ ج۱ نسائی ص۱۵۴ ابن ماجہ ص۷۷ مستدرک ص۲۷۸ ج۱ و ص۵۶۰ ج۴ موارد الظمآن ص۱۴۶ سنن کبریٰ بیہقی ص۲۴۹ ج۳ دلائل النبوۃ ص۴۹۷ لابی نعیم مسند احمد ص۸ ج۴ مشکوٰۃ ص۱۲۰ صحیح ابن خزیمہ صحیح ابن حبان طبرانی۔ دارقطنی ابن ابی عاصم وغیرہا کتب کے اندر یہ حدیث موجود ہے امام حاکمؒ و ذہبیؒ ایک مقام پر علی شرط البخاری اور دوسرے مقام پر علی شرط الشیخین صحیح سمجھتے ہیں حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں وقد صحح هذا الحديث ابن خزيمة وابن حبان والدارقطني والنووي في الاذكار (تفسیر ابن کثیر ص۵۱۴ ج۳) اور امام نوویؒ ریاض الصالحین میں فرماتے ہیں باسناد صحیح علامہ سخاویؒ نے مختلف محدثین کرامؒ سے اس حدیث کی تصحیح نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حافظ عبد الغنیؒ نے اس حدیث کو حسن

کے الفاظ ہیں نیز اس حدیث کو ابن حبان اور امام احمدؒ وحاکمؒ نے نقل کیا ہے اور حاکمؒ
وابن حبانؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (دیکھئے نزل الابرار ص ۱۶۴ ملخصاً) یہ ہے خواجہ
صاحب کا احادیث نبویہ سے انکار اور دعویٰ اہلحدیث ہونے کا۔

شعر
بنتے ہو وفادار وفا کر کے دکھاؤ
کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور

کرتب نمبر ۸

سماع موتیٰ کا عقیدہ غلط ہے بے بنیاد ہے عقل ونقل کے خلاف ہے
تجربے اور مشاہدہ کے منافی ہے مگر شرک نہیں ہے (کراچی کا عثمانی مذہب ص ۶۳)

الجواب

خواجہ صاحب عجیب مخبوط الحواس آدمی ہیں کبھی تو سماع موتیٰ کو بے بنیاد اور
عقل ونقل کے خلاف کہتے ہیں اور کبھی لکھتے ہیں عثمانیوں کے نزدیک جو محدثین اپنی
کتابوں (میں) ایسی حدیثیں لائے ہیں جن سے سماع موتیٰ ثابت ہوتا ہے وہ سب
مشرک ہیں یا ائمہ کرام اس کے قائل رہے ہیں وہ سب مشرک ہیں ان کے نزدیک
میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ نواب صدیق الحسنؒ علامہ وحید الزمانؒ سید
بدیع الدین مدظلہ بھی مشرک ہیں ان کا جرم صرف اتنا ہے کہ میت سلام سن کر
جواب دیتی ہے ان کے نزدیک سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ بھی مشرک ہیں اس لیے
کہ انہوں نے عقیدہ حیات النبیؐ میں کوئی قطعی فیصلہ نہیں دیا ہے۔ (رسائل
مسائل ج ۳ ص ۳۴ - وفات النبی عثمانی ص ۱۴ (کراچی کا عثمانی مذہب ص ۶۳۔
نیز خواجہ صاحب لکھتے ہیں "اس باب میں وارد ہونے والی کچھ صحیح اور
کچھ ضعیف احادیث کو ظاہر پر محمول کر کے متعدد اہل حدیث علمائے سلام
کی حیات قبر کی زندگی کے بارے میں اقوال بیان کئے ہیں مگر بفضلہ تعالیٰ انہوں

صحیحؒ کہا ہے اور منذریؒ نے حسنؒ اور ابن دحیہؒ نے صحیح محفوظ کہا ہے
(القول البدیع ص ۱۵۷) خطیبؒ بھی اس کی صحت کی طرف مائل ہیں (القول البدیع
ص ۱۵۸) علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں جو شخص اس حدیث کی سند میں غور وفکر کرے
گا تو اس کو اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے تمام راوی
ثقہ ہیں اور مشہور ہیں اور ائمہ محدثینؒ نے اس حدیث کو قبول کیا ہے (جلاء
الافہام ص ۳۴) علامہ ابن عبد الہادیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔
لان رواته كلهم مشهورون بالصدق والامانة والثقة
والعدالة ولذلك صححه جماعة من الحفاظ كابي حاتم بن
حبان والحافظ عبد الغني المقدسي وابن دحية وغيرهم
(الصارم المنکی ص ۲۰۶ طبع لاہور) کیونکہ اس حدیث کے تمام راوی
سچائی امانت ثقاہت عدالت کے ساتھ مشہور ہیں اس لئے محدثین کرامؒ
کی ایک جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے مثل ابن حبانؒ وحافظ عبد الغنی المقدسیؒ
وابن دحیہؒ وغیرہم۔ امام ابن تیمیہؒ اس حدیث کو الحدیث المشہور لکھتے ہیں
(قاعدہ جلیلہ ص ۳۷) علامہ عینیؒ بھی اس کو صحیح کہتے ہیں (عینی شرح بخاری ص ۶۹/۲۵)
حافظ ابن حجرؒ بھی صحیح کہتے ہیں (فتح الباری پ ۲۶ ص ۵۸) علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں
حسنؒ (الجامع الصغیر ص ۹۸/۱) علامہ عزیزیؒ لکھتے ہیں قال الشیخ وهو
حديث صحيح (السراج المنیر ص ۱۴۱/۲) شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ لکھتے
ہیں در حدیث صحیح آمدہ است (مدارج النبوۃ ص ۹۴۰/۲) علامہ البانی غیر مقلد
لکھتے ہیں۔ وهو حديث صحيح (سلسلة الاحاديث الضعيفة
والموضوعة ص ۲۳۴/۱) نواب صدیق حسن خان غیر مقلد لکھتے ہیں اس حدیث
کو ابوداؤد ونسائی ابن ماجہ نے صحیح سندوں سے روایت کیا ہے (اذکار نوویؒ

نے اہل قبور سے کبھی مانگا کچھ نہیں (کراچی کا عثمانی مذہب ص ۶۴)

نیز خواجہ صاحب لکھتے ہیں

"سماع موتی کے متعلق حدیثیں بیان کرنے والے محدثین بھی مشرک اور ان بزرگوں کے بارے میں حسن عقیدت رکھنے والے ہم جیسے نیازمند بھی مشرک۔ توحید ایک مذاق بن گئی (کراچی کا عثمانی مذہب ص ۶۵)

خواجہ صاحب میں اگر کچھ شعور ہوتا تو سماع موتی کے مسئلہ کو غلط اور بے بنیاد دکھاتا کیونکہ جب بقول خواجہ صاحب کچھ صحیح اور کچھ ضعیف حدیثیں سماع موتی کی تائید کر رہی ہیں اور محدثین کرامؒ نے اپنی کتابوں میں ایسی حدیثوں کو روایت کیا ہے تو سماع موتی کی بنیاد یہ حدیثیں ہوئیں اور یہ مسئلہ نقل کے مطابق ہوا کیا جو شکوہ خواجہ صاحب نے عثمانی صاحب سے کیا ہے وہ ہم خواجہ صاحب سے کرنے کے مجاز ہو سکتے ہیں۔ خواجہ صاحب یوں لکھتے ہیں "اس فتوی بازی اور اہل حدیث اور ائمہ حدیث کے خلاف منافرت پھیلانے کی مہم کا یہ اثر ہے کہ عثمانیوں کی اگلی منزل پرویز ہوتی ہے یہ لوگ آخر کار تمام ذخیرہ احادیث ہی سے باغی اور متنفر ہو کر منکرین حدیث کے گروہ میں پناہ لیتے ہیں الخ (کراچی کا عثمانی مذہب ص ۶۵) ؎

تنہا ہمی سے طے نہ ہوئیں غم کی منزلیں تم بھی قدم قدم پہ شریک سفر رہے

کرتب نمبر ۹

خواجہ صاحب کے لطائف بہت ہیں اگر ان سب کو بیان کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائے گی خواجہ صاحب کراچی کا عثمانی مذہب ص ۷۵ سے ایک حوالہ یوں ذکر کرتے ہیں (مسلم مع شرح بزدوی ج ۱ ص ۲۰۷) حالانکہ بزدوی مسلم کی شرح کسی نے آج تک نہیں دیکھی ہوگی اور نہ سنی ہوگی اور خواجہ صاحب کراچی کا عثمانی مذہب ص ۱۱۹ میں لکھتے ہیں "مگر ابوذرؓ فرماتے ہیں حضورؐ نے مجھے اذان سکھلائی میں نے اذان دی (الی ان قال) (نسائی) حالانکہ نسائی ص ۷۳ میں یہ واقعہ حضرت ابوذرؓ کا نہیں

بلکہ یہ واقعہ حضرت ابو محذورہؓ کا ہے جس شخص کی اپنی علمی حالت یہ ہو اور وہ صاحب ہدایہ پر اعتراض کرے نہایت افسوس ہے ؎

تمہاری تہذیب اپنے ہاتھوں سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنائے گا ناپائیدار ہو گا

کرتب نمبر ۱۰

خواجہ صاحب لکھتے ہیں "امام ابو حنیفہؒ کے اکثر اقوال خلاف شرع ہیں تبھی صاحبینؒ نے تین چوتھائی مسائل میں ان سے اختلاف کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے (درمختار ج ۱) کراچی کا عثمانی مذہب ص ۱۰۹

الجواب

امام اعظمؒ کے اکثر اقوال کو خلاف شرع کہنا دنیا کا بدترین جھوٹ ہے جسے خواجہ صاحب جیسے شخص ہی بول سکتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ امام اعظمؒ کا کوئی قول بھی خلاف شرع نہیں۔ دوسرا بدترین جھوٹ خواجہ صاحب نے درمختار جلد اول کے حوالہ سے یہ بولا ہے۔ تبھی صاحبینؒ نے تین چوتھائی مسائل میں ان سے اختلاف کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے۔ حالانکہ درمختار میں یہ حوالہ قطعاً موجود نہیں۔ خواجہ صاحب نے یہ جھوٹ ہدایہ عوام کی عدالت میں کے ص ۳ پر یوں بولا ہے "یہ الگ بات ہے کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے تین تہائی سے زیادہ مسائل میں امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف کیا ہے (درمختار ج ۱ ص ۲۴) حالانکہ درمختار میں اس حوالہ کا نام و نشان تک نہیں ملتا ہے۔ خواجہ صاحب بار بار بیان کر رہے ہیں ؎

مجھے تو ڈھونڈنے پر بھی نشان اس کا نہیں ملتا
ذرا آنکھیں ملا کر تم ہی بتلا دو کہاں ہے دل

کرتب نمبر ۱۱

خواجہ صاحب حضرت عثمانؓ کے خطبہ میں بند ہو جانے والے واقعہ کو بے سروپا قرار دیتے ہوئے محشی کی عربی عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ھذہ القصۃ لم تعرف فی کتب الحدیث بل فی کتب الفقہ۔

یہ قصہ حدیث کی کتابوں میں نہیں ملتا صرف فقہ کی کتابوں کو اس کا شرف حاصل ہے (ھدایہ عوام کی عدالت میں ص۲۱)

الجواب

یہ قصہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہے حافظ ابن حجرؒ علامہ عینی وغیرھما اس کو محدث ثابت بن قاسم کی کتاب کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں اور علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں اخرجہ ابن سعد (تاریخ الخلفاء ص۱۶۳) اس واقعہ کو محدث ابن سعدؒ نے سند سے بیان کیا ہے۔ اس کی مزید بحث انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے حصہ دوم میں آئے گی۔ محشی کی عبارت کا ترجمہ خواجہ صاحب نے غلط کیا ہے صحیح ترجمہ یوں ہے۔ یہ قصہ حدیث کی کتابوں میں معلوم نہیں ہو سکا بلکہ فقہ کی کتابوں میں بھی معلوم نہیں ہو سکا۔ صحیح ترجمہ تو اس طرح تھا مگر خواجہ قاسم صاحب کی جہالت کا اندازہ کیجئے کہ وہ کیا گل کھلا رہے ہیں کیوں گل نہ کھلائیں آخر مولانا محمد اسمٰعیل سلفی صاحب کے شاگرد جو ہوئے۔

> تیری مجلس میں اور ہی گل کھلیں گے
> اگر رنگ یارانِ مجلس یہی ہے

بہرحال خواجہ صاحب محشی وغیرہ کی اندھی تقلید کرکے صاحب ہدایہ جیسی عظیم ہستی محدث اعظم حافظ الدنیا پر خواہ مخواہ اعتراض کرکے اپنی ذلت و رسوائی کا سامان دنیا میں مہیا کر رہے ہیں۔

> انہیں ذلتوں کا نہیں کوئی کھٹکا
> جہاں عزتیں تھیں وہاں خواریاں ہیں!

کرتب نمبر ۱۲

خواجہ صاحب لکھتے ہیں (ہدایہ ص۵۴۲) عن ابن عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلم قسم للفارس والراجل سھماً۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار اور پیدل ہر دو کے لیے ایک ایک حصہ مقرر فرمایا (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۵۵)

الجواب

صاحب ہدایہ کے ذمہ خواجہ صاحب نے ایک بدترین جھوٹ کی نسبت کی ہے حالانکہ صاحب ہدایہ نے حدیث اس طرح بیان نہیں کی ملاحظہ ہو۔ وقد روی عن ابن عمران النبی علیہ السلام قسم للفارس سھمین وللراجل سھماً۔ اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کے لیے دو حصے مقرر کئے ہیں اور پیدل کے لیے ایک خواجہ صاحب نے خط کشیدہ الفاظ کا ترجمہ و عبارت درمیان سے اڑا کر خیانت کا ارتکاب کیا ہے آخر مولانا سلفی کے تلمیذ رشید جو ہوئے

> ستم گر تجھ سے امید کرم ہو گی جنہیں ہو گی
> ہمیں تو دیکھنا ہے کہ تو ظالم کہاں تک ہے

اس حدیث کی تشریح مکمل طور پر حصہ دوم میں انشاء اللہ تعالیٰ کر دی جائے گی۔ خواجہ صاحب کی اور بھی بہت سی باتیں قابلِ گرفت ہیں جن کا ذکر اس حصہ میں بھی موجود ہے اور آگے دوسرے حصوں میں بھی آئے گا۔

مولانا محمد اسمعیل سلفیؒ گوجرانوالہ

مولانا سلفیؒ خواجہ صاحب کے استاد محترم ہیں خواجہ صاحب نے ان سے تعلیم حاصل کی ہے اس لئے مولانا سلفی کے کچھ کمالات بھی بیان کئے جاتے ہیں تاکہ قارئین محظوظ ہو سکیں۔

کمال نمبر ۱

مولانا سلفیؒ لکھتے ہیں سنن ابوداؤد میں ابو مرثد غنویؓ سے مروی ہے کہ اسلام سے پہلے ان کا تعلق ایک بدکار عورت سے تھا جس کا نام عناق تھا۔ (فتاوی سلفیہ ص ۳۰)

الجواب

مولانا سلفی صاحب نے کمال کر دیا کیا اتنی بڑی مشہور کتاب سنن ابوداؤد بھی اطمینان سے وہ نہیں دیکھ سکے کہ اتنی بڑی زبردست غلطی کا شکار ہو گئے ہیں کہ واقعہ مرثد بن ابی مرثد کا ہے یعنی واقعہ بیٹے کا ہے اور ذمہ باپ کے لگا دیا گیا ہے (دیکھئے ابوداؤد ص ۲۸۷ ج ۱ و ترمذی ص ۱۵۱ ج ۲ سورۃ النور)

؎ نامہ ہے دلبروں کا ذرا بچ کے کھولنا
آتش بھری ہے اس میں کہیں ہاتھ جل نہ جائیں

کمال نمبر ۲

مولانا سلفی لکھتے ہیں "سماک بن حرب نے سمرہ بن جندبؓ سے دریافت فرمایا کیا آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی (خاص) مجلس میں بیٹھا کرتے تھے انہوں نے فرمایا ہاں (الی) صحیح مسلم ص ۲۳۵ ج ۱ (فتاوی سلفیہ ص ۱۴۲)

الجواب

صحیح مسلم ص ۲۳۵ ج ۱ میں ہے سماک بن حرب قال قلت لجابر بن

سمرۃ الخ سماک بن حرب فرماتے ہیں میں نے حضرت جابرؓ بن سمرہ سے روایت کیا۔ یعنی صحابی جابرؓ بن سمرہ کا ذکر ہے لیکن تعجب ہے کہ مولانا سلفی صاحب نے اس کو سمرہ بن جندب بنا دیا ہے ؎

قیامت خیز افسانہ ہے پُر دردِ غم میرا
نہ کھلواؤ زباں میری نہ اٹھواؤ قلم میرا

کمال نمبر ۳

مولانا موصوف لکھتے ہیں اور پھر پاؤں چومنے کے یہ دو واقعے صرف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے باقی صحابہؓ نے آپس میں کبھی ایسا نہیں کیا میری نظر میں تو ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی صحابی نے دوسرے کے پاؤں چومے ہوں (فتاوی سلفیہ ص ۳۶)

الجواب

مولانا موصوف کی نظر میں کوئی خرابی ضرور تھی جس کی بنا پر وہ بار بار بہک جاتی تھی۔ امام بخاریؒ کی مشہور کتاب ادب المفرد ص ۳۵ ح ۹۷۶ میں ہے کہ حضرت صہیبؓ فرماتے ہیں:

رأیت علیاً یقبل ید العباس و رجلیہ۔ — میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ حضرت عباسؓ کے ہاتھ اور پاؤں چوم رہے تھے

مولانا مبارکپوری صاحب غیر مقلد نے تحفۃ الاحوذی ص ۴۳۰ ج ۳ میں بھی اس حوالہ کا ذکر کیا ہے اور خود مولانا سلفی صاحب نے بھی پاؤں چومنے کی بحث میں تحفۃ الاحوذی ص ۴۳۰ ج ۳ کا حوالہ ایک مرفوع روایت کے سلسلہ میں نقل کیا ہے خدا معلوم ان کی نظر اس موقوف روایت سے کیوں چوک گئی ہے جبکہ

وہ بھی اسی صفحہ میں موجود تھی ؎

حسرت پر اُس مسافر بیکس کی رویئے
جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے

کمال نمبر ۴

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

لَاجُمُعَةَ وَلَاتَشْرِيْقَ	کہ بڑے شہر کے بغیر جمعہ کی نماز
اِلَّافِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ	اور عید کی نماز واجب نہیں ہوتی

اس کے بارے میں مولانا سلفی صاحب لکھتے ہیں "ہم نے اثر علیؓ کے متعلق گذارشات کو طول نہیں دیا امام احمد اسے ضعیف فرمائیں اور ابن حزم اسے صحیح فرمائیں (فتاوی سلفیہ ص۹۷)

الجواب

مولانا موصوف کا یہ حوالہ فتاوی علمائے حدیث ص۴۲/۴ میں بھی مذکور ہے لیکن مجھے پڑھ کر نہایت تعجب ہوا کہ مولانا موصوف جاننے کے باوجود حق بات کا اقرار نہیں کرتے جب کہ علامہ البانی غیر مقلد نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ص۳۱۷/۲ میں امام احمدؒ کا قول نقل کر کے اس کو رد کرتے ہوئے فرمایا:

فالسناد صحيح موقوفاً	پس حضرت علیؓ کے اثر کی سند
وصححه ابن حزم في	صحیح ہے اور ابن حزمؒ نے محلّی میں
المحلى (۵/۵۲)	اس کو صحیح کہا ہے۔

علامہ زیلعیؒ سے مولانا سلفی خود نقل کرتے ہیں "حضرت علیؓ سے موقوفاً یہ اثر ثابت ہے (فتاوی سلفیہ ص۱۲۷) و فتاوی

علمائے حدیث ص۴۲/۴ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں اسنادہ صحیح (الدرایہ ص۲۱۴/۱) کہ اس کی سند صحیح ہے علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں فقد صح عن علی رضی اللہ عنہ (محلی ص۵۳/۵ بحوالہ حاشیہ نصب الرایہ ص۱۹۵/۲) پس حضرت علیؓ سے یہ روایت صحیح ثابت ہو چکی ہے۔ باقی اس روایت کے مرفوع ہونے کا ثبوت راقم الحروف حصہ دوم میں ذکر کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ

؎ ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

کمال نمبر ۵

مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے عن عقبة بن عامر قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على قتلى احد بعد ثمان سنين كالمودع للاحياء والاموات (ص۵۸۷/۲) عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہدائے احد پر ۸ھ میں نماز پڑھی ایسا سماں تھا جیسے حضرت زندوں اور مردوں کو وداع فرما رہے ہوں یہ حدیث بخاری میں تین جگہ مرقوم ہے کتاب الجنائز میں ایک دفعہ اور کتاب المغازی میں دو دفعہ۔ الفاظ میں بھی معمولی سا اختلاف ہے اس حدیث سے چند امور ظاہر ہیں۔ حضور یہ زیارت ہر سال نہیں فرماتے تھے بلکہ یہ واقعہ صرف ۸ھ میں ہوا (تحریک آزادی فکر ص۲۴۶) اور ص۲۴۷ میں لکھتے ہیں۔ قرین قیاس بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ھ میں وداعی دعا فرمالی۔

الجواب

راقم الحروف ابتدائی دور میں مولانا موصوف کے بارے میں پختہ عالم ہونے کا حسن ظن رکھتا تھا لیکن ان کی کتابوں کے مطالعہ کے بعد اس شعر کا مصداق پایا

میں شیخ کی سنتا تھا مریدوں سے بزرگی
جا کرکے جو دیکھا تو عمامہ کے سوا ہیچ

صحیح بخاری کی حدیث کے ترجمہ کرنے میں مولانا موصوف نے سخت ٹھوکر کھائی ہے صحیح ترجمہ یوں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء اُحد پر آٹھ سال کے بعد نماز پڑھی جیسا کہ بخاری علامہ حدیث صـ۱۵۵ میں ہے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آٹھ برس کے بعد پڑھا تھا (ابو سعید محمد شرف الدین) اور مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد تفسیر ثنائی صـ۲۸۸ مطبوعہ ثنائی اکادمی لاہور میں لکھتے ہیں دوسری مشہور جنگ آنحضرت سے شوال ۳ھ میں جس کا نام جنگ اُحد ہے۔ قارئین کرام جب جنگ احد تین ہجری میں ہوئی اور شہداء احد اسی سال میں دفن ہوئے اور پھر آٹھ سال کے بعد ان پہ نماز پڑھی گئی تو اندازہ یہی ہے کہ یہ ۱۱ھ کی ابتداء میں پڑھی گئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی زندگی کے آخری ایام ہیں لیکن مولانا موصوف بار بار ۸ھ لکھ رہے ہیں خدا معلوم ان کو کیا ہو گیا تھا۔

لطف پر لطف ہے کہ املاء ہیں میرے یار کے یار
حاشئے جن میں سے گدرج لکھتا ہے ہائے ہتوز سے ہمار

کمال نمبر ۶

مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی میں کم وبیش بیاسی جنگیں لڑنا پڑیں (حدیث کی تشریعی اہمیت صـ۹۰ المکتبۃ السلفیہ لاہور)

الجواب

راقم الحروف نے آج تک نہ سنا ہے نہ پڑھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیاسی ۸۲ جنگیں لڑی ہیں۔

نہ ملا پر تیرے ناقہ کا پتہ اولیلیٰ
چھان ڈالے تیرے مجنوں نے بیابان کتنے

کمال نمبر ۷

مولانا موصوف لکھتے ہیں:

فشرع لهم جمع التقديم والتاخير لكنه لم يواظب عليه ولم يعزم عليه مثل ما فعل في القصر (حجۃ اللہ صـ۱۸/۲۷) (تحریک آزادی فکر صـ۱۲۵)

شارع حکیم علیہ السلام نے جمع تقدیم اور تاخیر دونوں کی اجازت دے دی لیکن نہ اس پر ہمیشگی کا حکم دیا نہ اس پر تاکید فرمائی جیسے نماز قصر کے لیے تاکید نہیں فرمائی۔

الجواب

راقم الحروف حیران ہے کہ مولانا موصوف ٹھوکریں در ٹھوکریں کیوں کھا رہے ہیں ؎

ٹھوکریں مت کھائیے چلیے سنبھل کر دیکھ کر
چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر

مولانا سلفی صاحب نے خط کشیدہ الفاظ کا ترجمہ صحیح نہیں کیا بلکہ برعکس کر دیا ہے صحیح ترجمہ آخری جملہ کا یوں ہے۔ "جیسے نماز قصر کے لیے تاکید فرمائی" اور اسی باب میں پہلے یہ بات صراحۃً مذکور ہو چکی ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

ولذلك ايضاً واظب رسول الله صلى الله

اور اس لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر نماز

علیہ وسلم علی القصر وان	پر مواظبت فرمائی ہے اگرچہ
جوز الاتمام فی الجملۃ	فی الجملہ اتمام نماز کی بھی اجازت
فھو سنۃ مؤکدۃ۔	دی ہے پس قصر صلوۃ
(حجۃ اللہ ص ۲۳ ج ۲ المکتبۃ السلفیۃ لاہور)	سنت مؤکدہ ہے۔

اس عبارت کی موجودگی میں مولانا موصوف کے ترجمہ کے غلط ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔ شاید مولانا موصوف نے مثل مافعل فی القصر والی عبارت میں ما نافیہ بنایا ہے حالانکہ یہ ما موصولہ ہے حجۃ اللہ کے کئی تراجم شائع ہو چکے ہیں ان سب میں ہماری تائید موجود ہے مولانا ابو السلام محمد اسمٰعیل گوجروی اس عبارت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں اور اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اوقات کی متقدم اور متاخر نمازوں کو جمع کرنا مشروع فرما دیا لیکن پھر بھی اس پر آپ نے مواظبت نہیں کی نہ مواظبت کرنے کا حکم دیا اور نہ اس کی تاکید فرمائی جس طرح کہ آپ نے قصر نماز کی مواظبت فرمائی اور اس کی تاکید کی۔ (حجۃ اللہ مترجم ص ۴۸ ج ۲ شیخ غلام علی لاہور)

مولانا عبدالحق حقانی فرماتے ہیں پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لیے تقدیم و تاخیر کا جمع کرنا مشروع کر دیا لیکن اس پر آپ نے مداومت نہیں کی اور نہ اس پر ایسا حکم فرمایا جیسا آپ نے قصر نماز میں کیا ہے (حجۃ اللہ مترجم ص ۸۴ ج ۲ نور محمد اصح المطابع کراچی)

نیز دیکھئے حجۃ اللہ مترجم ص ۲۱۳ ج ۲ از مولانا عبدالرحیم مرحوم سابق پروفیسر عربی و پشتو و ناظم مکتبہ علوم شرقیہ اسلامیہ کالج پشاور و پبلشر قومی کتب خانہ لاہور)

یہ ہے مولانا سلفی کی علمی حالت ؎

آنکھوں والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

کمال نمبر ۸

مولانا موصوف لکھتے ہیں لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ کے جیل میں انتقال کی خبر چنداں موثق معلوم نہیں ہوتی (الی ان قال) ان حالات میں حضرت امام کی موت کا مسئلہ بصورت قید غور طلب ہے (قتادی سلفیہ ص ۱۴۳)

الجواب

حضرت امام اعظم شہیدؒ کی شہادت کے واقعہ جیل میں ہونے پر متواتر روایتیں موجود ہیں اس واقعہ کا انکار کرنا در اصل امام اعظمؒ کے مجاہدانہ کارنامے اور شہادت کا انکار کرکے اپنے پوشیدہ بغض و حسد کا اظہار کرنا ہے امام اعظمؒ کے مشہور مخالف علامہ خطیب بغدادیؒ رقمطراز ہیں۔ والصحیح انہ توفی و ھو فی السجن (تاریخ بغداد ص ۳۲۸ ج ۱۳) اور صحیح روایت یہی ہے کہ امام اعظمؒ کی وفات جیل میں ہی ہوئی ہے۔ حافظ عبداللہ صاحب روپڑی غیر مقلد تحریر فرماتے ہیں منصور کو جب ۱۵۰ھ تک کی مسلسل کوشش سے ناکامی اور ناامیدی ہو چکی تو اس نے اپنی ضد و ہٹ دھرمی کی وجہ سے بے خبری میں زہر دلوا دیا چنانچہ امام صاحبؒ کے شاگرد کا قول بلفظہ یہ ہے ثم ... قال فمات وذالک فی سنۃ خمسین و مائتی ولد سبعون سنۃ (تاریخ بغداد) منصور نے زہر دلوا دیا پس آپؒ ۱۵۰ھ میں شہید ہوئے اس وقت آپؒ کی عمر ستر سال کی تھی آپؒ کی پیدائش ۸۰ھ ہے۔

زہر کا اثر جب آپ کو معلوم ہوا اور شہادت یقینی ہو گئی تو دوگانہ شکر ادا کیا کہ مولیٰ کریم جیسے تو نے مجھے اپنے فضل سے راہ حق میں مشکلات و مصائب برداشت کرنے کی توفیق بخشی ہے ویسے ہی ان کو بھی قبول فرمائیے۔ رضی اللہ عنہ۔ غرضیکہ منصور کی قید سے

آپ اس وقت رہا ہوئے جب کہ روح جسم کی قید سے آزاد ہوئی

ے صداقت کے بیان کرنے سے مومن رک نہیں سکتا
اتر سکتا ہے سر خودار کا پر جھک نہیں سکتا

(حکومت اور علماء ربانی ص۳۹ ناشر مکتبہ نذیریہ لاہور) فلهذا امام اعظمؒ کی شان گھٹانے سے ہرگز گھٹ نہیں سکتی البتہ بغض و عناد رکھنے والا خود ہی رسوا و شرمندہ ہوگا۔

ے نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

کمال نمبر ۹

مولانا موصوف لکھتے ہیں اس مسلک کے لیے "وہابیت" کا عنوان بڑا جھوٹ ہے وہابیوں کا مرکز نجد اور حجاز ہے لیکن وہ لوگ اکثر حنبلی ہیں خال خال ان میں سلفی بھی ہیں (الی ان قال) تعجب ہے آج کل کے بعض اکابر علماء دیوبند بھی اس لقب کا استعمال میں غلط بیانی سے نہیں ڈرتے۔ بریلوی انہیں وہابی کہتے ہیں وہ اس کا انتقام اہلحدیث سے لیتے ہیں۔ (تحریک آزادی فکر ص۱۰۱ تا ص۱۰۲) نیز مولانا موصوف **وہابی** کا عنوان قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں مدیر رضوان نے اس حضر لفظ کے لیے وہابی کا لقب اہل حق کے لیے اختیار کیا ہے اللہ کا شکر ہے کہ اس سب و شتم کا دھارا خود بخود ہی کسی اور طرف پھر گیا ہے اور اہل حق اس سے ہوا کرلی سے محفوظ ہو گئے (فتاوی سلفیہ ص۱۳۱ و تحریک آزادی فکر ص۲۰۲) - مولانا سلفی کی ان تحریرات سے ثابت ہوا کہ وہ وہابی کے لفظ کو اہلحدیث کے حق میں سب و شتم اور بے ہودہ گوئی سے تعبیر کرتے ہیں مگر اس ظالم نے خدا کے خوف سے بے نیاز ہو کر یہی لفظ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے متعلق استعمال کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں مولانا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی سخت قسم کے وہابی تھے (فتاوی سلفیہ ص۱۳۶ و تحریک آزادی فکر ص۲۹۵) (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہابی کہنے والے بہت بڑے بے وقوف ہیں

فتاوی علمائے حدیث ص۱۳۹ ج۹ میں ہے۔

سوال:۔ ہمارے ہاں کچھ لوگ ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی وہابی کہتے ہیں کیا ایسا کہنا جائز ہے (ماسٹر محمد یوسف گوردو چک)

جواب

ایسے لوگ بہت ہی بے وقوف ہیں اگر وہابی کا معنی عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہوں تو اس کا حضورؐ کے زمانہ میں نام و نشان بھی نہ تھا اگر وہابی سے مقصد بے دین ہو تو کتنی بڑی جہالت ہے اور اگر وہابی کے معنی وہاب والا یا اللہ والا لیے جائیں تب بھی موزوں نہیں حضورؐ کو بعض کفار صابی کہا کرتے تھے جس سے ان کا مقصد لا مذہب ہوتا تھا مگر کیا کوئی مسلمان بھی ایسا کہہ سکتا ہے حضورؐ کے زمانہ میں کوئی فرقہ نہیں تھا نہ پارٹی بازی اور گروہ بندی تھی سب مسلمان مومن کہلاتے تھے اور قرآن و حدیث کے سوا کچھ نہ مانتے تھے۔ (اخبار اہلحدیث سوہدرہ جلد نمبر ۱۱ شمارہ نمبر ۵)

ے جزا کار سے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

کمال نمبر ۱۰

مولانا موصوف لکھتے ہیں "جن نمازوں میں قراءت آواز سے کی جاتی ہے ان میں جب سورہ فاتحہ ختم کرے تو امام اور مقتدی دونوں آمین کہیں یہی جمہور اہل علم کا مذہب ہے امام مالکؒ امام احمدؒ امام شافعیؒ کا مذہب ہے کہ آمین آواز سے کہے امام ابو حنیفہؒ کا خیال ہے آمین آہستہ کہے امام محمدؒ کا بھی یہی قول ہے (رسول اکرم کی نماز ص۶۳)

الجواب

مولانا موصوف یا تو بے علمی کی وجہ سے ایسی باتیں کر رہے ہیں یا خدا کا خوف دل سے اٹھ چکا ہے جس کی وجہ سے غلط بیانی سے باز نہیں آتے حالانکہ امام مالکؒ صراحۃً فرماتے ہیں مقتدی پوشیدہ طور پر آمین کہیں اور امام بالکل آمین نہ کہے اور منفرد اگر آمین کہے تو کوئی حرج نہیں دیکھئے (مدونہ کبریٰ ص۷۱ ج۱ طبع مصر ۱۳۲۳ھ) راقم الحروف نے اس کی اصل عربی عبارت اظہار التحسین فی اخفاء التامین میں ذکر کر دی ہے۔ امام نوویؒ شرح مہذب ص۳۷۳ ج۳ میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی آمین پوشیدہ طور پر کہیں اور اسی طرح امام مالکؒ نے فرمایا ہے کہ مقتدی آمین پوشیدہ طور پر کہیں اور ان سے امام اور منفرد کے بارے میں دو روایتیں منقول ہیں ایک یہ کہ پوشیدہ طور پر کہیں اور دوسری یہ کہ بالکل نہ کہیں۔ اس کی وضاحت کے لیے اظہار التحسین کا ص۲۸ ملاحظہ کریں امام شافعیؒ کا جدید اور آخری قول یہ ہے کہ مقتدی آمین آہستہ کہیں جہر پسندیدہ نہیں دیکھئے کتاب الام ص۹۵ ج۱ و مختصر المزنی ص۱۴ ج۱ مزید وضاحت کے لیے اظہار التحسین ص۳۲ و ص۳۳ کا مطالعہ کریں علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد فرماتے ہیں۔

فانه اقرب الى الصواب	پس زیادہ بہتر اس مسئلہ میں

فی هذه المسئلة ما ذهب	امام شافعیؒ کا مذہب ہے کہ
اليه الشافعی ان يجهر الامام	امام آمین جہر سے کہے لیکن مقتدی
دون المؤتمين والله اعلم	آمین آواز سے نہ کہیں واللہ اعلم

(سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة ص۳۶۸ ج۲)

پس مولانا سلفی نے غلط بیانی کر کے کوئی اچھا طریقہ اختیار نہیں کیا اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے۔

ان کو سعی بے کار کا مزہ آیا
کامیابی انہیں مگر نہ ہوئی

کمال نمبر ۱۱

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمرؓ کو تکبیر افتتاح کے سوا رفع یدین کرتے نہیں دیکھا (ابن ابی شیبہ طحاوی) مولانا سلفی صاحب لکھتے ہیں عبد اللہ بن عمر کے اثر کو حافظ عینی صحیح فرماتے ہیں مگر حافظ ابن حجرؒ نے اس کا ذکر کر کے بحوالہ خلافیات امام بیہقی فرمایا ہو مقلوب موضوع (اس کے الفاظ مقلوب ہیں اور یہ اثر موضوع ہے) تلخیص ص۸۳ (رسول اکرم کی نماز ص۵۹)

الجواب

مولانا سلفی صاحب بہت بڑے عجیب آدمی ہیں میری تہذیب و تقلید میرے لیے مانع ہے کہ میں ان کو کسی غلط لقب سے یاد کروں۔

میں اس سے اعراض کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ حافظ ابن حجرؒ نے حضرت ابن عمرؓ کے اثر کے متعلق اپنی کسی کتاب میں بھی یہ الفاظ نہیں لکھے جو مولانا سلفی نے ان سے تلخیص ص۸۳ کے حوالہ سے رقم فرمائے ہیں البتہ تلخیص الحبیر ص۲۲۲ ج۱ میں حافظ ابن حجرؒ نے ابن عمرؓ سے ایک مرفوع روایت کے بارے

میں یہ الفاظ لکھے ہیں ملاحظہ ہو۔

وفی الباب عن ابن عمر کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود رواہ البیہقی فی الخلافیات وھو مقلوب۔

اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءِ نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہ لوٹتے تھے بیہقیؒ نے اس کو خلافیات میں روایت کیا ہے اور یہ مقلوب و موضوع ہے۔

قارئین کرام آپ نے اچھی طرح اندازہ کر لیا ہوگا کہ بات چل رہی تھی حضرت ابن عمرؓ کے اثر (یعنی ان کے اپنے عمل) کی لیکن مولانا سلفی نے جو ان کی مرفوع روایت خلافیات بیہقی سے مروی تھی اور اس پر جرح تھی اس کو اثر پر فٹ کر دیا (لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) لیکن انہوں نے اس بات کی پرواہ نہ کی کہ آخر تعاقب کرنے والے بھی تو دنیا میں موجود ہوا کرتے ہیں

؎ وہ آگے آگے وصل کا اقرار ساتھ ساتھ
میں پیچھے پیچھے سر پہ ہوں بستر لئے ہوئے

خلافیات بیہقی کی یہ روایت اور اس پر بحث راقم الحروف نے نور الصباح ص ۶۱ تا ص ۶۳ میں کر دی ہے۔

کمال نمبر ۱۲

مولانا موصوف لکھتے ہیں "انہوں نے نسخ (رفع یدین) کے متعلق دو اثر ذکر فرمائے ہیں ایک حضرت علیؓ کا دوسرا عبداللہ بن عمرؓ کا (معانی الآثار ۱۳۲

عینی ص ۳ مرقاۃ ص ۲۵۵ ج ۲ طبع جدید) تیسرا اثر حافظ بدر الدین عینیؒ نے عبداللہ بن زبیرؓ سے بلا حوالہ ذکر فرمایا (رسول اکرم کی نماز ص ۵۸) اس کے بعد مولانا موصوفؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اثر کا ذکر کیا جس کی عبارت بلفظہ کمال ۱۱ کے تحت گذر چکی ہے پھر متصلاً اس کے بعد لکھتے ہیں" باقی آثار کو بھی موضوع فرمایا (رسول اکرم کی نماز ص ۵۹)

الجواب

مولانا موصوف کی عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجرؒ نے حضرت علیؓ کے اثر کو بھی موضوع فرمایا حالانکہ یہ سخت قسم کی غلط بیانی ہے خود حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں۔

واخرج الطحاوی من طریق عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیاً کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ من الصلوٰۃ ثم لا یعود ورجالہ ثقات۔ (الدرایہ ص ۸۵ ج ۱)

اور امام طحاویؒ نے عاصم بن کلیب عن ابیہ کے طریق سے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؓ ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے پھر نہ لوٹتے تھے اس اثر کے تمام راوی ثقہ و معتبر ہیں۔

قارئین کرام! اسے کہتے ہیں چوری اور پھر سینہ زوری۔ حافظ صاحبؒ تو اس کے تمام راوی ثقہ (معتبر) قرار دیتے ہیں مگر مولانا سلفی صاحب ان سے اس اثر کا موضوع ہونا نقل کرتے ہیں۔

؎ ستم ظریف نہ سمجھو کہ بے زباں ہیں ہم
یہ بات یوں کہ ہم کرتے نہیں گلہ تم سے

کمال نمبر ۱۲

مولانا موصوف نے عشرہ مبشرہؓ سے رفع یدین کرنے کا دعویٰ بھی بار بار دھرایا ہے۔ دیکھئے رسول اکرم کی نماز ص۵۲ و ص۵۴ و ص۵۷

الجواب

مولانا موصوف نے کسی کی اندھی تقلید کی ہے ورنہ اس بے بنیاد دعویٰ کی کچھ بھی حقیقت نہیں جیسا کہ راقم الحروف نے نور الصباح ص۲۵ و ص۲۴۲ میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔ غلط بیانی کر کے رعب جمانا اچھا نہیں۔

؎ چمن کے رنگ و بو نے اس قدر دھوکہ دیا مجھ کو
کہ میں نے ذوقِ گل بوسی میں کانٹوں پر زباں رکھ دی

کمال نمبر ۱۴

مولانا موصوف لکھتے ہیں "اس کے علاوہ رفع الیدین کی حدیث قریبًا پچاس صحابہؓ سے مروی ہے (رسول اکرم کی نماز ص۵۶)

الجواب

یہ دعویٰ بھی بے بنیاد اور اندھی تقلید کے باعث ہوا ہے۔

؎ تسلی دے رہے ہیں دل کے بہلانے کی باتیں ہیں
نگاہیں صاف کہتی ہیں مکر جانے کی باتیں ہیں

کمال نمبر ۱۵

تکبیرات عیدین کے بارے میں مولانا موصوف لکھتے ہیں "دوسرا طریق عبداللہ بن مسعودؓ سے مرفوعًا مروی ہے کہ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور تکبیر رکوع سمیت پانچ تکبیرات کہے پھر قراءت کے بعد رکوع کرے کے دوسری رکعت میں پہلے قراءۃ کرے پھر تکبیر رکوع سمیت چار تکبیرات کہے۔ سنن ابی داؤد (رسول اکرم کی نماز ص۱۴۲)

الجواب

یہ روایت ابو داؤد میں ہرگز نہیں ہے مولانا کا دماغ چکر کھا گیا ہے۔

؎ جب وہ آئے تو ساقی کے ہوش کچھ ایسے اڑے
کہ شراب سیخ پہ ڈالی کباب شیشے میں

کمال نمبر ۱۶

حدیث (اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ) کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں مولانا موصوف نے اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اس پر یوں جرح فرمائی ہے "اس حدیث کی سند میں حسن بن قتیبہ خزاعی ہے الخ (تحریک آزادی فکر ص۴۰۵)

مولانا سلفی صاحب نے نامعلوم یہ دھوکہ کیوں دیا ہے جبکہ اس حدیث کا دار و مدار حسن بن قتیبہ پر نہیں بلکہ دوسری سند بھی ہے جس میں یہ راوی نہیں اور وہ محدثین کرامؒ کے ہاں صحیح ہے اور اس کا مولانا موصوف نے ذکر تک نہیں کیا۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) چند حوالے ملاحظہ ہوں تاکہ مولانا موصوف کی دیانت کا اندازہ لگایا جا سکے۔

(۱) علامہ سخاویؒ القول البدیع ص۱۶۷ میں اس کے راویوں کی توثیق نقل کرتے ہوئے امام بیہقیؒ سے اس کی تصحیح نقل کرتے ہیں۔

(۲) حافظ ابن حجرؒ بھی امام بیہقیؒ سے اس کی تصحیح نقل کرتے ہیں (فتح الباری ص۳۵۲ ج۶)

(۳) حافظ ابن حجرؒ کے استاذ علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں رجال ابی یعلی ثقات (مجمع الزوائد ص۲۱۱ ج۸) مسند ابو یعلیٰ کے تمام راوی معتبر ہیں۔

(۴) علامہ عبد الرؤف مناویؒ فرماتے ہیں لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورھم (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ص۴۶۷ ج۵) اس لئے

کہ حدیث انبیاء (علیہم السلام) اپنی قبروں میں زندہ ہیں صحیح ہے نیز فرماتے ہیں وھو حدیث صحیح (فیض القدیر ص ۱۸۴/ ج ۳) اور یہ حدیث صحیح ہے۔

(۵) علامہ عزیزیؒ فرماتے ہیں وھو حدیث صحیح (السراج المنیر ص ۲۵۶/ ج ۲)

(۶) علامہ سیوطیؒ فرماتے (رع) عن انس (رح) الجامع الصغیر ص ۱۲۳/ ج ۱ یہ حدیث مسند ابو یعلی میں حضرت انسؓ سے مروی ہے حسن درجہ کی ہے۔

(۷) ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں۔ صح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم (مرقاۃ ص ۲۱۲/ ج ۲) حدیث انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں صحیح ہے۔

(۸) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ ابو یعلی بنقل ثقات از روایت انس بن مالک آوردہ الخ (مدارج النبوۃ ص ۲۴۲/ ج ۲) وجذب القلوب ص ۱۸۰ بحوالہ تسکین الصدور)۔

(۹) قاضی شوکانی صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں لما صح ان الانبیاء احیاء فی قبورھم (تحفۃ الذاکرین شرح حصن حصین ص ۲۸) اس لیے کہ صحیح حدیث ہے کہ بے شک انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور قاضی صاحب نیل الاوطار ص ۲۶۴/ ج ۳ میں لکھتے ہیں:

وقد ثبت فی الحدیث	حدیث انبیاء علیہم السلام
ان الانبیاء احیاءٌ	اپنی قبروں میں زندہ ہیں بے شک
فی قبورھم رواہ	صحیح ہے علامہ منذریؒ نے
المنذری وصححہٗ	اس کو روایت کیا ہے اور
البیہقی۔	امام بیہقیؒ نے اس کی تصحیح کی ہے

(۱۰) مولانا حافظ محمد گوندلوی فرماتے ہیں۔

جواب انبیاء علیہم السلام عالم برزخ میں زندہ ہیں یہ زندگی برزخی ہے نہ کہ دنیوی انبیاء علیہم السلام برزخ میں زندہ بلکہ سب لوگ زندہ ہیں اسی لیے وہاں تعلیم (لفظ صحیح تنعیم ہے حافظ حبیب اللہ) و تعذیب کی صورت ہے۔ حدیث الانبیاء احیاءٌ فی قبورھم یصلون حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے (فتح الباری) اور علامہ ذہبیؒ نے اس کو منکر قرار دیا ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نماز پڑھنے کی روایت کا تعلق بھی عالم برزخ سے ہے نہ کہ دنیا سے اور یہ حدیث مسلم میں ہے اور قبر کے پاس درود پڑھنے سے آپ سنتے ہیں اس حدیث کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے (کہ) اس کی سند جید ہے۔ مگر اس میں ایک راوی عبدالرحمٰن بن اعرج ہے جو مجہول الحال ہے مگر درود کے قبر کے پاس سننے میں بحث نہیں (مولانا حافظ محمد گوندلوی الاعتصام جلد ۲ شمارہ ۵) فتاویٰ علمائے حدیث ص ۱۲۵/ ج ۹ تا ص ۱۲۶)

(۱۱) علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ص ۳۴۹ میں اس حدیث کو ضعیف قرار دیا تھا لیکن اس کے بعد ص ۵۷۰/ ج ۱ میں عنوان قائم کیا ہے۔ الاحادیث الصحیحہ مرتبہ علی الحروف (یعنی صحیح حدیثوں کا ذکر حروف تہجی کے اعتبار و ترتیب سے) پھر اس کے تحت حدیث۔ الانبیاء احیاء فی قبورھم ذکر کی ہے پھر اس کے نیچے ۳ کے تحت لکھتے ہیں:

تنبیہ: ھذا الحدیث	یہ حدیث میں نے وہاں ذکر
ذکرت ھناک انہ	کرکے کہا تھا کہ ضعیف ہے
ضعیف ثم تبین لی	پھر مجھے معلوم ہوا کہ یہ حدیث
انہ صحیحٌ ولذالک خرجتہٗ	صحیح ہے اس لیے میں نے

فی الکتاب الآخر (۲۲۳) و	دوسری کتاب کے ص۲۲۳ میں ذکر
ذکرت ھذا الذی حملنی	کرکے اس کی وجہ بتائی ہے ضعیف
علی تضعیفہ ثم تصحیحہ	کہنے کی پھر صحیح کہنے کی الحمد للہ
فالحمد للہ علی ھدایتہ۔	کہ مجھے ہدایت نصیب ہوئی۔

(۱۲) علامہ ذہبیؒ نے اس حدیث کے راوی حجاج بن الاسود کو مجہول کہا ہے دیکھئے (میزان الاعتدال) شاید پہلے اسی وجہ سے علامہ البانی کو بھی دھوکہ لگا ہو لیکن بعد میں علامہ ذہبیؒ نے اس سے رجوع کر لیا ہے چنانچہ تلخیص مستدرک ص۲۳۲ ج۴ میں حجاج بن الاسود کی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں (قلت) حجاج ثقۃ (میں ذہبیؒ کہتا ہوں) حجاج ثقہ (معتبر) راوی ہے۔ کاش مولانا سلفی کو بھی اس کا علم ہوتا تو وہ اس حدیث کو ضعیف قرار نہ دیتے۔

؎ یہ سسکتی ہوئی راتیں یہ بلکتے ہوئے منظر
ہم بھی اے ساقی گلفام کہاں تک پہنچے

کمال نمبر ۱۷

مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ رکوع میں تشبیک کے قائل تھے حالانکہ سنت صحیحہ اس کے خلاف ہے (ترمذی وغیرہ) (فتاوی سلفیہ ص۲۹)

الجواب

یہ حضرت عبداللہ بن مسعود پر بہتان ہے وہ تشبیک کے قائل ہرگز نہ تھے بلکہ وہ تطبیق کے قائل تھے مولانا موصوف کو تشبیک اور تطبیق کا فرق معلوم نہ تھا ورنہ وہ ایسی بات ہرگز نہ کرتے تشبیک کا معنی ہے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کرنا اور تطبیق کا معنی ہے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو ملا کر رکوع کی حالت میں رانوں کے درمیان رکھنا۔ مولانا موصوف

کے بعض شاگرد بھی حضرت ابن مسعودؓ کی طرف تشبیک کی نسبت کرتے ہیں چنانچہ مولانا خالد صاحب گھرجاکھی لکھتے ہیں حضرت ابن مسعود کا نماز میں تشبیک کرنا۔ (فضائل اہل حدیث ص۶۷)

نوٹ: حضرت ابن مسعودؓ کا تطبیق کرنا حدیث کی بنیاد پر تھا بعد میں تطبیق منسوخ ہوئی پھر دوبارہ تطبیق کا حکم ہوا پھر منسوخ ہوئی دیکھئے صحیح ابوعوانہ ص۱۷۶ ج۲ تطبیق کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لازم وضروری نہیں جانتے تھے بلکہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کی بھی اجازت دیتے تھے چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۵۱ ج۱ مطبوعہ حیدرآباد دکن میں رکوع اور سجدہ کے متعلق مرقوم ہے

عن ابن مسعود	حضرت ابن مسعودؓ سے روایت
قال اذا مکن الرجل	ہے کہ آپ نے فرمایا جب
یدیہ من	مرد اپنے گھٹنوں کو اپنے
رکبتیہ والارض	ہاتھوں سے پکڑ لے اور پیشانی کو
من جبھتہ فقد	زمین پر لگا لے پس یہ اس شخص
اجزأ عنہ۔	کو رکوع وسجود سے کفایت کرتا ہے

اور تطبیق کی اجازت حضرت علیؓ سے بھی منقول ہے دیکھئے ابن ابی شیبہ ونور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح۔ پس مولانا موصوف کا حضرت ابن مسعودؓ کی طرف تشبیک کی نسبت کرنا صحیح نہیں ہے

میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

کمال نمبر ۱۸

مولانا موصوف لکھتے ہیں وافرحتاہ الصورت ثبوت بھی امر کی حقیقت

صحابہؓ کے بعض تفردات کی ہوگی جیسے عبداللہ بن مسعودؓ کی تشکیک یا فاتحہ اور معوذتین کے متعلق قرآن سے علیحدگی کا خیال (فتاویٰ سلفیہ ص ۹۶)

الجواب

مولانا موصوف کا ان چیزوں کی نسبت عبداللہ بن مسعود کی طرف کرنا خالص بہتان ہے معوذتین اور فاتحہ کے قرآن میں سے ہونے پر تمام صحابہؓ و تابعینؒ بلکہ تمام امت مسلمہ کا اجماع ہے فلہذا ایسی نسبت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے معزز صحابی کی طرف کرنا سوء ادبی ہے اور اس کی تردید راقم الحروف نے نور الصباح ص ۱۳۳ تا ص ۱۳۱ میں کر دی ہے۔ مزید ایک حوالہ اور ملاحظہ کرلیں کنز العمال ص ۵۳۳ ج ۱ ح ۲۴۴۷ میں ہے۔

استکثروا من السورتین یبلغکم اللہ بھما فی الآخرۃ المعوذتین ینوران القبر ویطردان الشیطان ویزیدان فی الحسنات والدرجات ویثقلان فی المیزان ویدلان صاحبھما الی الجنۃ۔

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ دو سورتوں کو زیادہ پڑھا کرو ان کے سبب اللہ تعالیٰ تمہیں آخرۃ (جنت) میں پہنچائے گا وہ دو سورتیں معوذتین ہیں قبر میں روشنی پیدا کرتی ہیں شیطان کو دفع کرتی ہیں نیکیوں اور درجات میں بڑھاتی ہیں ترازو میں وزنی ہیں اور اپنے پڑھنے والوں کو جنت کی راہ دکھاتی ہیں۔

(الدیلمی عن ابن مسعود)

شعر قریب ہے یار روز محشر چھپائے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

کمال نمبر ۱۹

مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ جہاں تک ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء حدیث کا تعلق ہے وہ صرف تین سندوں سے مروی ہے اور تینوں مخدوش ہیں (تحریک آزادی فکر ص ۲۰۹)

الجواب

یہ حدیث بالکل صحیح ہے اس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے دیکھیے خواجہ صاحب کے کرتب ۔۔ کے تحت

کمال نمبر ۲۰

مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ اسی طرح کی ایک اور روایت اہل بدعت نے اور گھڑی ہے فاعینونی یا عباد اللہ۔ اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ یہ الفاظ بھی کسی صحیح حدیث میں نہیں ملے۔ ابو الیعلیٰ طبرانی وغیرہ میں الفاظ قریب قریب اس طرح مرقوم ہیں اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یا عباد اللہ احبسوا علی فان ﷲ فی الارض حاضرا یحبسہ۔ جب تمہارے جانور جنگل میں گم ہو جائیں تو آواز دو کہ اللہ کے بندو اسے روک لینا۔ اللہ کا کوئی نہ کوئی بندہ حاضر ہوگا جو انہیں روک لے گا۔ (تحریک آزادی فکر ص ۴۷۴)

الجواب

اعینونی یا عباد اللہ۔ صحیح ہے اہل بدعت کی گھڑی ہوئی نہیں۔ نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں قال فی مجمع الزوائد

ورجالہ ثقات (نزل الابرار ص۲۲۵) مجمع الزوائد میں ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ (معتبر) ہیں اور نواب صاحب نے خود بھی ایسا نعرہ لگایا تھا جب کشتی کے دریا میں غرق ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا (نزل الابرار ایضاً) البتہ اہل بدعت جو اس سے غائبانہ پکار و استعانت پر استدلال کرتے ہیں وہ قطعاً صحیح نہیں کیونکہ یہ ان فرشتوں سے خطاب ہے جو وہاں حاضر ہوتے ہیں اور موجود ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث میں صراحتہً موجود ہے اور یہ روایت ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے دوسری روایت اس قسم کی حضرت عتبہ بن غزوانؓ سے بھی مرفوعاً مروی ہے مگر وہ ضعیف ہے دیکھیے نزل الابرار ص۲۲۵۔

لطیفہ: شیخ الکل فی الکل مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی محدث اعظم غیر مقلدین فرماتے ہیں عتبہ بن غزوان مجہول الحال ہے جیسا کہ تقریب میں ہے (فتاویٰ نذیریہ ص۵۵۶ بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ص۲۶۸ ج۹) حالانکہ عتبہؓ بن غزوان یہ صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جو جنگ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے قدیم الاسلام ہیں (تہذیب التہذیب ص۱۰۰ ج۷) اور جو عتبہ بن غزوان مجہول الحال ہے وہ تابعی ہے وہ اس حدیث کا راوی نہیں ہے

ع ڈور کو سلجھا رہے ہیں اور سرا ملتا نہیں

کمال نمبر ۲۱

مولانا موصوف لکھتے ہیں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث کے آخر میں بعض رواۃ نے یہ تصریح کی ہے فما زالت تلک صلوتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ (التلخیص الحبیر ص۸۱ زیلعی ص۴۱۰ ج۱ بحوالہ بیہقی) رسول اکرم کی نماز ص۸۱۔ نیز کتاب مذکور کے اسی صفحہ میں ہے ان واقعات کی موجودگی میں امام بیہقیؒ کی زیادۃ پر بلحاظ سند بحث کی ضرورت نہیں حافظ ابن حجرؒ تو شافعی ہیں

لیکن حافظ زیلعیؒ بڑے پختہ کار حنفی محدث ہیں انہوں نے بھی تخریج ہدایہ میں اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ اس لیے آج کل کے بعض حنفیہ کا اسے موضوع کہنا تعصب ہے اور جرأت (آہ بلفظہ)

الجواب

یہ روایت جھوٹی و من گھڑت ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان ہے اور حدیث متواتر مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (جو میرے اوپر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے) کے مخالف ہے علامہ زیلعیؒ نے اس کی سند بیان کر کے حق کا اظہار کر دیا ہے جب کہ حافظ ابن حجرؒ نے سند ظاہر کرنے سے اجتناب کیا ہے فلہذا علامہ زیلعیؒ نے اس کی سند بیان کر کے آنے والوں کے لیے ایک تحقیق کا میدان کھلا چھوڑ دیا ہے تاکہ وہ اس کی سند میں غور و فکر کر سکیں۔ چنانچہ اس روایت کی سند میں کئی خرابیاں ہیں۔

(۱) عصمۃ بن محمد الانصاری کذاب اور وضاع الحدیث ہے حتی کہ قاضی شوکانی صاحب نے بھی اس کا اقرار کیا ہے دیکھیے (الفوائد المجموعہ ص۱۸ و ص۱۸۱) مولانا عطاء اللہ حنیف مرحوم بھی اس کو ضعیف جداً (سخت قسم کی ضعیف) قرار دیتے ہیں دیکھیے (التعلیقات السلفیہ ص۱۰۴) اور ظاہر ہے کہ سخت قسم کی ضعیف سے مراد جھوٹی و من گھڑت ہی تو ہے مزید تفصیل کے لیے نور الصباح ص۲۳۹ کا مطالعہ کریں۔

(۲) ایک اور خرابی یہ ہے کہ اس کی سند میں عبد الرحمن بن قریش الهروی واقع ہے جو جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا (میزان و لسان) علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے اس راوی کی ایک روایت کو موضوع (من گھڑت) قرار دیا ہے

اور عبد الرحمن بن قریش کے علاوہ جرح کا کوئی اور سبب بیان نہیں کیا اور اس طرح عصمۃ بن محمد کی روایت کو بھی موضوع (من گھڑت) قرار دیا جب کہ اس راوی کے علاوہ کوئی اور جرح کا سبب بیان نہیں فرمایا دیکھئے علی الترتیب سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ص ۲۲۸ ج ۲ و ص ۲۶۵ ج ۱)

جب یہ دونوں راوی الگ الگ کسی حدیث کی سند میں آجائیں تو وہ موضوع بن جاتی ہے تو کیا جب دونوں بیر شیر ہیر اکٹھے ایک حدیث کی سند میں آجائیں تو وہ موضوع (من گھڑت) نہیں ہوگی۔

(۳) اس سند کے کئی راوی مجہول ہیں ان کا ترجمہ کتب اسماء الرجال سے نہیں مل سکا۔ اتنی بڑی جھوٹی حدیث کو صحیح قرار دینا کسی انصاف پسند غیر مقلد سے متوقع نہیں ہو سکتا البتہ غالیوں کا معاملہ ہی الگ ہے۔ حکیم محمد اشرف سندھو کے پوتے لکھتے ہیں علی کل حال یہ روایت انتہائی ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں عبد الرحمن بن قریش بن خزیمہ ہے جو متہم ہے (تخریج صلوۃ الرسول ص ۲۴۳) اور مولانا ارشاد الحق صاحب اثری غیر مقلد فرماتے ہیں۔ حدیث کی صحت کا مدار رواۃ پر ہوتا ہے۔ اگر راوی ضعیف ہے تو کوئی اسے صحیح کہتا رہے اس سے روایت صحیح نہیں ہو جاتی۔ بے خطا ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور بس (توضیح الکلام ص ۶۳ ج ۲) مولانا سلفی مرحوم کے شاگرد رشید مولانا محمد خالد گھرجاکھی بھی اس روایت کی صحت پر غیر متزلزل ایمان رکھتے ہیں گرچہ حقیقت میں یہ روایت صرف موضوع ہی نہیں بلکہ ڈبل موضوع (من گھڑت) و مجہول ہے۔

خدا تعالیٰ تعصب وحشت دھرمی سے محفوظ رکھے (آمین) ؎

یہ امت روایات میں کھو گئی ہے یہ جھوٹے خرافات میں کھو گئی ہے

کمال نمبر ۲۳

مولانا موصوف لکھتے ہیں علامہ عینیؒ فرماتے ہیں وہ (ابن مسعودؓ) وائلؓ سے بارہ سال

پہلے مسلمان ہوئے اگر استدلال کا یہ طریق صحیح سمجھ لیا جائے تو رفع الیدین کی حدیث کے رواۃ سے حضرت ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ ابن مسعودؓ سے بھی برسوں پہلے مسلمان ہوئے (رسول اکرم کی نماز ص ۵۸)

الجواب

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: وبین اسلامیہما اثنتان وعشرون سنۃ (عینی شرح بخاری ص ۲۷۴ ج ۵) حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت وائلؓ کے درمیان اسلام لانے کے لحاظ سے ۲۲ سال کا فاصلہ ہے یعنی ابن مسعودؓ بائیس سال پہلے مسلمان ہوئے۔ لیکن مولانا سلفی صاحب مرحوم بارہ سال نقل کرتے ہیں سمجھ نہیں آتا مولانا موصوف غلط کیوں نقل کرتے تھے یہ کوئی اچھا طریقہ تو نہیں سمجھا جاتا پھر مولانا موصوف کا یہ تحریر کرنا کہ "حضرت ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ ابن مسعودؓ سے بھی برسوں پہلے مسلمان ہوئے" یہ بھی محل نظر ہے اس لیے کہ حضرت ابوبکرؓ کے سوا باقی حضرات (یعنی عمرؓ و عثمانؓ) کا ایمان لانا حضرت ابن مسعودؓ سے برسوں پہلے کا دعویٰ کرنا تاریخ اسلامی پر ایک افتراء عظیم ہے صاحب مشکوۃ لکھتے ہیں۔

کان اسلامہ قدیماً فی اول الاسلام قبل دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم دار الارقم وقبل عمر بزمان وقیل کان سادساً فی الاسلام۔ (اکمال فی اسماء الرجال)

حضرت ابن مسعودؓ قدیم الاسلام ہیں ابتداء اسلام کے زمانہ میں ایمان لانے والے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دار الارقم میں داخل ہونے سے بھی پہلے کے ہیں حضرت عمرؓ سے ایک عرصہ پہلے ایمان لائے ہیں بلکہ کہا گیا ہے کہ چھٹے نمبر پر ابن مسعودؓ ایمان لائے ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ ابتدا اسلام میں حضرت ابن مسعودؓ کے اسلام لانے کا ذکر کر کے ابو نعیمؒ سے نقل کرتے ہیں کان سادس الستۃ ہم

(تہذیب التہذیب ص۲۸ ج۶)

ابن مسعودؓ چھٹے نمبر پر اسلام لانے والے ہیں۔ یہ بات ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء ص۱۲۶ ج۱ میں سنداً نقل کی ہے۔ جب کہ حضرت عمرؓ ۳۹ مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد ایمان لائے ہیں دیکھئے تہذیب التہذیب ص۲۴۰۔ اس طرح حضرت عثمانؓ کا حضرت ابن مسعودؓ سے برسوں پہلے اسلام لانے کا دعویٰ بھی سراسر لغو ہے تاریخ اسلامی کے بالکل خلاف ہے

؎ گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے جو گھٹنوں کے بل چلے

کمال نمبر ۲۴

مولانا موصوف نے مشکوۃ شریف کے کچھ حصہ کا اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے وہ بھی بعض مقامات میں اعجوبہ کے طور پر پیش کرنے کے قابل ہے چنانچہ مشکوۃ مترجم جلد اول ص۱۸ میں خَرَّتْ لِشِقِّی (زمین سرین کے بل گرا) اس کا ترجمہ مولانا موصوف نے یوں کیا ہے میں پیٹھ کے بل گر گیا۔ یہ جملہ اس صفحہ میں دو مرتبہ آیا ہے اور دونوں جگہ میں مولانا موصوف نے یہی ترجمہ کیا ہے جو بالکل غلط ہے کیونکہ کھڑا آدمی جب سرین کے بل گرتے تو اکثر اوقات سرین پر گر کر بیٹھ جاتا ہے اور پشت پر گرنے کی نوبت ہی نہیں آتی چنانچہ مسند ابو عوانہ ص۱۰۸ ج۲ میں فَقَعَدَ عَلٰی شِقِّی کے لفظ صراحتہً موجود ہیں۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

کمال نمبر ۲۶

حدیث اِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا (جب امام قراءۃ کرے تو تم خاموش رہا کرو)

کے متعلق مولانا موصوف لکھتے ہیں اس حدیث میں جو زیادت حضرت ابوہریرہؓ اور ابو قتادہؓ کی ذکر کی ہے وہ ضعیف ہے امام زہری کے باقی شاگردوں نے اس زیادۃ کا ذکر نہیں فرمایا یہ زیادۃ ابو سعید خدری سے بھی منقول ہے وہ بھی شاذ ہے اگر یہ ثابت ہو بھی جائے تو انصات اور خاموشی سے مراد عدم جہر ہو گا یعنی اس طرح نہ پڑھا جائے کہ امام کی قراءت میں خلجان واقع ہو۔ (حاشیہ مشکوۃ مترجم طابع۔ ناشر ادارہ اسلامیہ سلفیہ گوجرانوالہ ص۲۹۳)

الجواب

صاحب مشکوۃ نے قتادہؒ کا ذکر کیا ہے مگر مولانا موصوف نے اسے ابو قتادہؓ بنا دیا ہے و ثانیاً امام زہریؒ کی سند سے یہ زیادۃ مروی نہیں یہ سند الگ ہے امام زہریؒ کا درمیان میں ذکر غلط کے واقع ہو جانے کی دلیل ہے و ثالثاً یہ زیادۃ صحیح ہے اس کو ضعیف کہنا قطعاً غلط ہے رابعاً یہ زیادۃ ابو سعید خدریؓ سے راقم الحروف کے علم کے مطابق مروی ہی نہیں تو حضرت ابو سعید خدریؓ کا ذکر بھی اس جگہ کرنا سوء حفظ کی دلیل ہے و خامساً انصات کا معنی لغۃً کا کرنا یہ کسی عقل سند سے ثابت نہیں۔

؎ خوش نوایان چمن کو غیب سے مژدہ ملا
دام صیاد اپنے مبتلا ہونے کو ہے

کمال نمبر ۲۵

مولانا موصوف لکھتے ہیں بعض صحابہ مرغی اور انڈے تک کی قربانی جائز جانتے تھے (محلی ابن حزمؒ) فتاوی سلفیہ ص۱۰۱)

الجواب

کسی صحابیؓ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا نہ اس نے مرغی یا انڈے کی قربانی کی ہو

اس مسئلہ کو فتاویٰ علمائے حدیث ص۸۵ جلد ۱۳ تا ص۸۸ میں خوب وضاحت سے بیان کیا گیا ہے وہاں ملاحظہ کر لیں مولانا محمد جوناگڑھی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ غرض قربانی کی طاقت نہ رکھنے والوں کے لیے یہ حکم ہے۔ نہ کہ وہ مرغ ذبح کریں اس من گھڑت بدعت سے بچنا چاہیے (اس مسئلہ کی تردید ایک الگ رسالے میں ہے جو صاحب چاہیں منگوا لیں) تحفہ محمدی ص۸۳۔

قارئین کرام! غیر مقلدین حضرات کا ایک گروہ مرغ اور انڈا کی قربانی کو جائز قرار دیتا ہے چنانچہ فتاویٰ ستاریہ ص۱۴۳ ج۴ میں ہے مفلس نادار راغب طلب ثواب کے لیے مرغ کی قربانی جائز جانتے ہیں۔ یہ حوالہ فتاویٰ علمائے حدیث ص۸۵ ج۱۳ سے نقل کیا گیا ہے اور وہاں اس مسئلہ کی تردید بھی موجود ہے۔

مسئلہ: بحر الرائق شرح کنز الدقائق ص۱۷۷ جلد ۲ و خلاصۃ الفتاویٰ جلد چہارم میں ہے غریب آدمی قربانی کے دنوں میں مرغا یا مرغی اس لیے ذبح کرے کہ قربانی کرنے والوں کے ساتھ مشابہت ہو جائے یہ مکروہ ہے اس لیے کہ یہ مجوس (آگ پرست) لوگوں کی رسم ہے۔

لطیفہ: ایک دفعہ ایک آدمی نے غرباء اہلحدیث کے مدرسہ کے مہتمم کو فون پر اطلاع دی کہ میرے پاس قربانی کی کافی تعداد میں کھالیں موجود ہیں کوئی انتظام کر کے لے جاؤ مہتمم صاحب ٹرک لے کر وہاں پہنچ گئے دوکاندار نے مرغی کے انڈوں کے خول دکھا کر کہا یہ ہماری قربانی کی کھالیں مہتمم بے چارہ شرمندہ ہو کر واپس ہو گیا گویا یوں کہہ رہا تھا۔

ع بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

کمال نمبر ۲۶

مولانا موصوف لکھتے ہیں: ایک نئی بدعت ایجاد فرمائی گئی یعنی تین خطبے

دیے جانے لگے۔ ایک اردو میں (یعنی تقریر قبل خطبۂ جمعہ) دو عربی میں (فتاویٰ سلفیہ ص۹۵) ہوا یہ کہ حضرات دیوبند نے جمعہ کے تین خطبات بنا دیے ایک خطبہ اپنی زبان میں دو عربی میں (ائمہ کی محبت میں غلو نے بدعت کی ایجاد پر مجبور کر دیا (تحریک آزادی فکر ص۲۴۱)

الجواب

جمعہ کے خطبہ سے قبل تقریر کو بدعت کہنا روا نہیں اس لیے کہ بعض صحابہ کرامؓ جمعہ کے خطبہ سے قبل تقریر کرتے تھے حضرت ابو ہریرہؓ کا واقعہ مستدرک حاکم ص۱۰۸ ج۱ و ص۵۱۲ ج۳ (قال الحاکم والذہبی صحیح) و مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۴۷ ج۲ وغیرہ کتابوں میں موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن بسرؓ کا واقعہ بھی مستدرک ص۲۸۸ ج۱ میں ہے (و قالا صحیح) حضرت تمیم داریؓ کا واقعہ باجازت عمرؓ بن خطاب خلیفہ راشد (اصابہ ص۱۸۴ ج۱ میں) موجود ہے فلہٰذا اس کو بدعت قرار دینا سخت گناہ ہے۔ مولانا موصوف خود لکھتے ہیں صحابہ کے اعمال چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روش سے ماخوذ ہیں اس لیے گو وہ بصراحت سنت میں شامل نہیں تو بھی سنت صحابہ سمجھ کر ان پر عمل درست ہوگا۔ اور اگر سنت نبوی سے متعارض نہ ہوں تو وہ درست ہی ہوں گے انہیں بدعت کہنا غلط ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ مترجم جلد اول ص۶۸)

ے ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے خود کیا پاک دامن ماہ کنعاں کا

مولانا موصوف کے دیگر کمالات کسی اور مجلس پر چھوڑتے ہیں۔ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔ اب حافظ محمد قاسم خواجہ صاحب ہی بتائیں کہ اپنے استاذ مکرم کے ان کمالات پر بھی کھلے دل سے وہ تبصرہ کریں گے یا نہ اگر جواب نفی کی صورت ہو

تو یہ بتلائیں کہ آیا اہلحدیث کا یہی مسلک ہے کہ اپنے بزرگوں کے کمالات کو پوشیدہ رکھ کر دوسروں پر جھوٹے الزامات لگا کر نفرت کا بیج بو دیا جائے اور فقہا کرامؒ کی شان میں گستاخانہ و توہین آمیز الفاظ استعمال کر کے ان کو بدنام کیا جائے۔ فواسفاً

؎ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے
دیوارِ آہنی پہ حماقت تو دیکھئے

خواجہ صاحب کے گستاخانہ الفاظ کے کچھ اقتباسات ملاحظہ ہوں

(۱) کسی ستم ظریف کا مقولہ ہے۔ اتنا جھوٹ بولو کہ لوگ سچ سمجھنے لگیں اس ڈھنگ کو حنفی علماء نے پیٹ بھر کر آزمایا ہے (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۵)

(۲) اسی رسالہ کے ص۸ پر انواع و اقسام کے جھوٹ کے عنوان کے تحت کافی کچھ خواجہ صاحب نے زہر اگلا ہے۔

(۳) اس وقت میرے پیش نظر صرف ہدایہ نامی کتاب ہے۔۔۔۔۔ اس میں جو فقیہانہ خیانتیں اور جو چالاکیاں و ہوشیاریاں کی گئیں ہیں رسالہ ص۹

(۴) جن کے ہاں اس کثرت سے جھوٹ بولا جاتا ہے ان سے کسی خیر کی امید اور ہدایت کی توقع رکھی جا سکتی ہے جب ان کے اکابر کے لیے جھوٹ بولنا مباح تھا۔ تو ان کے اصاغر کے نزدیک کم از کم مستحب تو ضرور ہونا چاہیے جھوٹ کی ثقافت ان متاخرین کو اپنے متقدمین سے ورثہ میں ملی ہے الخ ص۱۰۔

اس کے علاوہ خواجہ صاحب نے اس رسالہ کے متعدد مقامات میں صاحب ہدایہ کے لیے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جھوٹ، صریح جھوٹ، صریح بہتان۔ غلط بیانی۔ جھوٹ پر مواظبت۔ تحریف۔ جھوٹ سے استغفار چاہیے مسلسل جھوٹ

پے در پے جھوٹ۔ مگر جھوٹ میں برکت نہیں ہنوز دور۔ لگاتار جھوٹ خطرناک جھوٹ افترا۔ مگر جھوٹ کا ورثہ۔ شرم شرم جھوٹ ہی جھوٹ۔ اس قسم کے گستاخانہ الفاظ خواجہ صاحب نے نہایت بے دردی سے استعمال کئے ہیں راقم الحروف کو بھی حق پہنچتا تھا کہ وہ ان کے استاذ مولانا سلفی یا دیگر اکابر کے متعلق ایسے الفاظ ترکی بترکی استعمال کرے لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ کمالات یا ادھام کے عنوان کے تحت ان کے۔۔۔۔۔ کو ذکر کیا ہے کیونکہ مقلد شتر بے مہار نہیں ہوتا اس لیے راقم الحروف نے اپنے غصہ کو پی کر نرم انداز میں یہ الفاظ تحریر کئے ہیں۔ مولانا سلفیؒ لکھتے ہیں اس طرح غیر مقلد کا لفظ شترِ بے مہار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (تحریک آزادی فکر ص۱۹۸) ظاہر ہے کہ شتر بے مہار نقصان ہی نقصان کرتا ہے اس سے بچنا پرہیز کرنا لازمی ہے ورنہ نقصان ظاہر ہے۔

؎ شیخ کی صلوات پر ہرگز تو اے ناداں نہ بھول
خانۂ قصاب میں بھی روز و شب تکبیر ہے

نوٹ: راقم الحروف سے اگر کسی جگہ کوئی سخت لفظ تحریر ہوا ہو اور قلم غیر مقلدین کی طرف گیا ہو تو یہ ردعمل کے طور پر ایسا ہوا ہوگا تاہم دوسری طبع میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کو نرم کر دیا جائے گا۔

باب اوّل

اظہارِ حقیقت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم علی رسولہٖ الکریم ــــ اما بعد۔ برادران اسلام! عرض یہ ہے کہ حال ہی میں ایک رسالہ شائع ہوا ہے جس کا نام یوں ہے۔ حنفیوں کی معتبر کتاب "ہدایہ عوام کی عدالت میں" مصنف حافظ خواجہ قاسم خطیب جامع مسجد اقصیٰ اہلحدیث سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ نام پڑھ کر حیرت ہوئی کہ ایک خالص علمی کتاب کو عوام جہلاء کی عدالت میں پیش کرنا یہ تو بہت بڑی حماقت وجہالت ہے کیونکہ اہل علم کی علمی تحقیق کا فیصلہ اہل علم ہی کر سکتے ہیں جو علم کی نعمت ودولت سے مالا مال ہوں، اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کا جواب نہایت تسلی بخش دیا جائے تاکہ عوام کے دلوں میں تذبذب اور وساوس شیطانی پیدا نہ ہوں۔

ہدایۃ کی عبارات پر جتنے اعتراض کئے گئے ہیں راقم الحروف ان سب کا جواب تحریر کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ اس لیے راقم الحروف نے اپنی کتاب کو دُو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے پہلے حصہ میں سے خواجہ صاحب کے اس بدنام رسالہ میں اٹھائے گئے چند اعتراضات کا جواب ہوگا اور دوسرے حصہ میں انشاء اللہ تعالیٰ بقایا اعتراضات کا جواب دیا جائے گا اس لیے خواجہ صاحب سے ہم بلا تاخیر ہمکلام ہونا چاہتے ہیں سُنیئے!

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ ہدایہ فقہ حنفیہ کی بہت مشہور معتبر اور قدیم کتاب ہے حنفی مدارس کے نصاب میں اسے مرکزی حیثیت حاصل ہے اس کے مصنف کا نام اور کنیت ابوالحسن علی بن ابوبکر برہان الدین مرغینانی ہے یہ ۵۱۱ھ میں پیدا اور ۵۹۱ھ میں فوت ہوئے (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۲)

الجواب

ہدایہ کے معتبر ہونے میں کوئی شک نہیں اور یہ صرف حنفی مدارس میں ہی نہیں پڑھائی جاتی بلکہ غیر مقلدین کے مدارس میں بھی اس کو خصوصیت سے پڑھایا جاتا ہے یہ نہایت ہی علمی وتحقیقی کتاب ہے۔

خواجہ صاحب کا جھوٹ ۱

خواجہ صاحب نے مؤلف ہدایہ کی وفات ۵۹۱ھ لکھی ہے جو کہ خالص جھوٹ ہے صحیح یوں ہے کہ مؤلف ہدایہ کی وفات ۵۹۳ھ یا ۵۹۶ھ میں ہوئی۔

(مقدمہ ہدایہ اخیرین ص۲)

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں: مقدمہ ہدایہ (از مولانا عبدالحی لکھنوی ؒ) کے مطابق بہت سی کتب کے علاوہ مصنف نے اولاً ہدایۃ المبتدی لکھی پھر اسّی جلدوں میں اس کی شرح کفایۃ المنتہی کو قلمبند کیا اور پھر ہدایہ کی صورت میں اس کا اختصار کیا اس کتاب کو ۵۷۳ھ میں لکھنا شروع کیا اور یہ تیرہ برس میں مکمل ہوئی۔ ان تیرہ برسوں کے دوران میں مصنف نے مسلسل روزے رکھے اور کبھی ناغہ نہ کیا۔

(ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۲)

الجواب

خواجہ صاحب نے یہ تو بتایا کہ ۵۷۳ھ میں مؤلف ہدایہ نے اپنی کتاب کو لکھنا شروع کیا لیکن اس کے آگے متصل ایک جملہ تھا وہ خواجہ صاحب نے چھوڑ دیا ہے اور وہ یوں ہے۔

وھو مقبول بین الاناس من الخواص والعوام۔	کہ وہ ہدایہ عوام و خواص سب کے ہاں مقبول کتاب ہے۔

؎ قریب ہے یار و روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

خواجہ صاحب کا جھوٹ ۲

خواجہ صاحب کا یہ لکھنا کہ مصنف نے اولاً ہدایۃ المبتدی لکھی" یہ جھوٹ ہے مؤلف ہدایہ نے ہدایۃ المبتدی کوئی کتاب لکھی ہی نہیں۔ مؤلف ہدایہ نے جو کتاب اولاً لکھی ہے اس کا نام ہے بدایۃ المبتدی۔ قارئین کرام۔ اندازہ کریں جس شخص کو کتابوں کا نام بھی صحیح نہ آتا ہو اس کو علمی میدان میں آنا کس طرح زیب دے سکتا ہے بلکہ یہی لوگ اپنی جماعت و مسلک کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں۔

؎ اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان
طوق زریں ہمہ در گردن خر مے بینم

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں، اگر یہ روایت صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا جب تک ہدایۃ زیر تصنیف رہی مصنف مرحوم متواتر سنت کی خلاف ورزی فرماتے رہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کے علاوہ کبھی کسی ایک مہینہ کے روزے بھی مکمل نہیں رکھے (عن عائشہ بخاری، مسلم) عوام ص۲)

الجواب

خواجہ صاحب چونکہ فقہ کے آپ دشمن ہیں قرآن و حدیث کو سمجھنا آپ کے بس کی بات نہیں ہے ایک حدیث دیکھ کر تم نے فتویٰ جڑ دیا ہے حالانکہ کم علم کو فتویٰ دینے کا حق نہیں ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ إِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی و ابن ماجۃ) مشکوۃ ص۱۷۷	حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے نہیں دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ نے مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے ہوں مگر شعبان و رمضان کے۔

قارئین کرام: خواجہ صاحب تو فتویٰ لگا کر فارغ ہو گئے۔ اب ان دو حدیثوں کے درمیان تعارض کا اٹھانا اور حدیث شریف پر عمل کرنا حنفیوں کی قسمت میں آیا ہے (الحمد للہ علی ذالك) اور تطبیق کی کئی صورتیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی شعبان و رمضان کے مکمل روزے رکھتے تھے (جیسا کہ ام سلمہؓ نے گواہی دی ہے) اور کبھی رمضان کے علاوہ مکمل کسی ماہ کا روزہ نہ رکھتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے گواہی دی ہے فلھذا مسلسل روزے چند سالوں کے رکھنا منع نہیں بلکہ ثواب و عین عبادت ہے خواجہ صاحب کا عبادت سے روکنا اور اس پر ناراض ہونا حماقت ہے۔

صوم الدھر

صوم الدھر (ہمیشگی کا روزہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے چنانچہ تین آدمیوں کا واقعہ مشہور ہے جن میں سے ایک نے کہا تھا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی افطار نہ کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے منع کر دیا تھا اس کے علاوہ بخاری شریف ص۲۶۵ جلد ۱ میں ہے۔

لا صام من صام الابد مرتین۔ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا کہ جس نے ہمیشہ کا روزہ رکھا اس نے روزہ رکھا ہی نہیں۔

اس صحیح اور صریح حدیث کے الفاظ سے ظاہری طور پر صوم الدہر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے مگر امت مسلمہ کے بہت سے جلیل القدر علماء صائم الدہر تھے مثلاً

(۱) حضرت عثمانؓ کے متعلق مروی ہے:

کان عثمان یصوم الدھر (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ج۱ ص۵۶) | حضرت عثمانؓ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔

(۲) امام شعبہؒ فرماتے ہیں:

کان ثابت یقرأ القرآن فی کل یوم ولیلۃ ویصوم الدھر (تہذیب التہذیب لابن حجرؒ ج۳ ص۲۷)۔ | حضرت ثابت تابعیؒ ایک دن رات میں سارا قرآن ختم کرتے تھے اور ہمیشہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔

(۳) مولانا عبد الرحمن مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں۔

کان شعبۃ یصوم الدھر (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۲۴۲) | امام شعبہؒ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے۔

(۴) وکان ابن جریج یصوم الدھر الا ثلاثۃ ایام من الشھر (تہذیب ج۶ ص۴۰۴) | حضرت ابن جریج مکی صائم الدہر تھے مگر وہ ہر ماہ تین روزے نہیں رکھتے تھے۔

(۵) مبارکپوری صاحب غیر مقلد امام وکیعؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

فکان یصوم الدھر | پس وہ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے

ویختم القرآن کل لیلۃ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۲۳۶) | اور ہر رات میں قرآن مجید کا ختم کرتے تھے یہی حوالہ تاریخ بغداد ج۱۳ ص۴۷۱ میں بھی ہے

(۶) حضرت امام بخاریؒ بھی صائم الدہر تھے (میزان الکبریٰ ص۵۵ جلد ۱ بحوالہ مقام ابو حنیفہ ص۲۳ طبع اول)

(۷) مؤلف نتائج التقلید مولانا حافظ عبد اللہ روپڑی غیر مقلد کے متعلق لکھتے ہیں،
"مدت مدید اور عرصہ بعید سے صائم الدہر ہیں صرف ایک ہی وقت شام کو کھایا کرتے ہیں اور اول رات جاگنے کے باوجود ہمیشہ اپنی روزانہ منزل نماز تہجد ہی میں پورا کرتے ہیں سفر حضر میں آپ کی یہی عادت ہو رہی ہے" (نتائج التقلید ص۳۱)

اس حوالہ سے تو یہ بھی معلوم ہوا کہ حافظ روپڑی صاحب وصال کے روزے رکھا کرتے تھے حالانکہ وصال سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے تو نیک نشد شد والا معاملہ ہو گیا ہے۔ اور پھر سحری کھانے پینے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے

تسحروا فان فی السحور برکۃ (بخاری ص۲۵۷ ومسلم ج۱ ص۳۵۰ ومشکوۃ ص۱۷۵) | تم سحری کیا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہے۔

اور روپڑی صاحب غیر مقلد کا عمل اس صحیح اور صریح حدیث کے بھی خلاف ہے خواجہ صاحب فتویٰ لگائیے کہ مولانا روپڑی ہمیشہ سنت کی مخالفت کرتے رہے اور اسی حالت میں ان پر موت واقع ہوئی ہے اس طرح حضرت عثمانؓ حضرت ثابتؒ حضرت شعبہؒ حضرت ابن جریجؒ امام وکیعؒ امام بخاریؒ بھی سنت کے مخالفت کرتے رہے (العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ) نیز خواجہ صاحب کو یہ بھی بتانا پڑے گا کہ سنت کا مخالف محدث اور اہل سنت والجماعت میں سے ہو سکتا ہے یا نہیں اگر خواجہ صاحب میں کچھ غیرت ہو گی تو فتویٰ ضرور لگائے گا ورنہ گونگا شیطان سمجھا جائے گا (دیدہ باید)

حدیث پاک کا مفہوم

خواجہ صاحب چونکہ فقہ کے دشمن ہیں اسلئے انہیں نہ تو حدیث اب تک سمجھ آسکی اور نہ قیامت تک سمجھ آسکے گی اس لیے حدیث و قرآن کی فقہ (سمجھ) اللہ تعالیٰ نے احناف حضرات کی قسمت میں لکھ دی ہے (والحمد للہ علی ذالک) سنیئے صوم الدھر اور وصال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منع کرنا بطور ترفق اور شفقت کے ہے تاکہ امت مرحومہ کے ساتھ آسانی کی جائے اور مشقت سے بچایا جائے اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک چھوٹا بچہ قرآن مجید حفظ کرتا ہے اور زیادہ سبق لے کر محنت و مشقت اٹھا کر یاد کر لیتا ہے تو باپ کو رحم آتا ہے اور وہ بطور شفقت کے بیٹے کو زیادہ سبق لینے سے منع کرتا ہے مگر اس کے باوجود بیٹا زیادہ سبق لے کر قرآن مجید جلد حفظ کر لیتا ہے تو باپ اپنے بیٹے کو سینہ سے لگا کر چومتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور ناراض نہیں ہوتا یہی مثال صوم الدھر کے متعلق قیاس کر لیں۔ مگر غیر مقلدیت اور حدیث کی سمجھ دونوں اکٹھے نہیں ہو سکتے خواجہ صاحب کے استاذ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب فرمایا کرتے تھے۔ غیر مقلد کا لفظ شتر بے مہار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (تحریک آزادی فکر ص۱۹۸)۔ فلھذا مؤلف ہدایہ پر فتویٰ لگانا آسان نہیں ہے۔

رہروان رہِ الفت کا خدا حافظ ہے
اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

ایک اور مثال

بخاری شریف میں ہے کہ سات راتوں میں صرف ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرو (بخاری ۲ ص۷۵۶)

امام بخاریؒ تین۔ پانچ۔ سات مختلف روایتوں کی طرف اشارہ کرکے ترجیح سات والی کو دیتے ہیں۔ ترمذی شریف وغیرہ میں تین کی روایت بھی ہے مگر اس کے باوجود صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؒ وغیرہم سے ایک رات میں مکمل قرآن مجید ختم کرنے کا ذکر موجود

ہے مثلاً

(۱) حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ ایک رکعت میں سارا قرآن مجید ختم کیا دیکھئے۔
(ترمذی ص۱۲۳ جلد۲ ابواب القراءات و حلیۃ الاولیاء ص۵۷ جلد۱)

(۲) حضرت تمیم الداریؓ بھی ایک رکعت میں سارا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے۔
(کتاب الثقات لابن حبان ص۴۰ ج۳ تہذیب تاریخ ابن عساکر ص۳۵۶ ج۳ و طحاوی ص۲۰۵ و تہذیب التہذیب ص۵۱۱ ج۱)

(۳) حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ
(طحاوی ص۲۰۵ جلد۱ و قیام اللیل ص۱۳۳)

(۴) كان سعيد بن جبير ختم القرآن فيما بين المغرب والعشاء في رمضان۔
(کتاب الثقات لابن حبان ص۲۷۶ ج۴)

سعید بن جبیرؒ رمضان کے مہینہ میں مغرب اور عشاء کے درمیان سارا قرآن مجید ختم کر دیتے تھے۔

نیز ترمذی جلد۲ ص۱۲۳ و تہذیب ابن عساکر ج۳ ص۳۵۶ میں ہے کعبۃ اللہ میں حضرت سعید بن جبیرؒ نے ایک رکعت میں سارا قرآن مکمل کیا۔

(۵) امام اعظم ابو حنیفہؒ نے بھی کعبۃ اللہ میں! ... ایک رات کے اندر سارا قرآن مجید ختم کیا ہے چنانچہ تہذیب ابن عساکر جلد۳ ص۳۵۶ میں ہے۔

وروى الخطيب ان مصعبا كان يقول ختم القرآن في الكعبة اربعة من الائمة عثمان بن عفان و تميم الداري وسعيد بن جبير و ابو حنيفة۔

خطیب بغدادیؒ نے روایت کیا ہے کہ مصعبؒ فرمایا کرتے تھے کہ کعبۃ اللہ میں چار اماموں نے قرآن مجید ختم کیا ہے حضرت عثمانؓ حضرت تمیم داریؓ حضرت سعید بن جبیرؒ و امام ابو حنیفہؒ نے۔

(۶) امام شافعیؒ صرف رمضان مبارک کے مہینہ میں ساٹھ مرتبہ قرآن مجید ختم کر دیا کرتے تھے (تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ جلد ا صفحہ ۳۲۹) اور ایک مرتبہ انہوں نے ایک مسئلہ کی تلاش میں روزانہ تین مرتبہ اور تین دنوں میں ۹ مرتبہ قرآن مجید ختم کیا تھا (مفتاح الجنۃ صفحہ ۲۹ للسیوطیؒ طبع مصر)۔

(۷) امام وکیعؒ کا ذکر صوم الدہر کے ضمن میں گذر چکا ہے۔

(۸) امام المحدثین حضرت یحییٰ بن سعید القطانؒ دن رات میں ایک مرتبہ قرآن مجید ختم کرتے تھے (تاریخ بغداد صفحہ ۱۴۱/۱۴ و تہذیب الاسماء نووی صفحہ ۱۵۴/۲)۔

(۹) حضرت امام بخاریؒ رمضان مبارک کے مہینہ میں ہر روز دن کو ایک ختم قرآن مجید کا کرتے تھے اور ایک ختم رات کو افطار کے وقت کرتے تھے (تاریخ بغداد صفحہ ۱۲/۲ و طبقات الشافعیۃ الکبریٰ صفحہ ۹/۲ و الحطہ صفحہ ۲۳)۔

اب امام بخاریؒ نے اپنی بیان کردہ حدیث کے خلاف عمل کیا ہے جب امام بخاری خود صحیح بخاری کے خلاف عمل کرتے ہیں تو غیر مقلدین پر کیا الزام لگایا جا سکتا ہے اگر وہ اس پر عمل نہ کریں۔ خواجہ صاحب فتویٰ لگائیے ان صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ وغیرہم پر کہ انہوں نے تین رات سے کم میں قرآن مجید ختم کر کے حدیث شریف کی مخالفت کر کے مخالف سنت ہیں یا نہ آپ کے بعض ظاہری بھائیوں نے تو تین رات سے کم میں قرآن مجید کے ختم کرنے کو حرام کہا ہے (حاشیہ بخاری صفحہ ۷۵۵/۲)

(۱۰) ثابتؒ کا حوالہ بھی صوم الدہر کے ضمن میں گذر چکا ہے تلک عشرۃ کاملۃ۔

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ ہمیشہ روزے رکھنا منقبت نہیں سنّت کی مخالفت ہے سنّت کی اس مخالفت سے عمل پر جو اثر پڑ سکتا تھا وہ تو ظاہر ہے صحت پر بھی

پڑ سکتا ہے۔ بلکہ اس سے کتاب بھی متاثر ہو سکتی ہے (حوام صفحہ ۳)

الجواب

خواجہ صاحب سے گذارش ہے کہ یہ فتویٰ صرف مؤلف ہدایہ کے لیے مخصوص ہے یا دوسرے حضرات پر بھی لاگو ہوگا جو صائم الدہر تھے۔ ان حضرات کی صحت پر اثر پڑ سکتا ہے یا نہ اور پھر ان حضرات کی حدیث بیان کرنے پر بھی اثر پڑے گا یا نہ اور حضرت امام بخاریؒ کی کتاب صحیح بخاری وغیرہ پر بھی اثر پڑ سکتا ہے یا نہ۔

خواجہ صاحب کا جھوٹ نمبر ۳

خواجہ صاحب نے اپنی عبارت ہمیشہ روزے رکھنا الخ سے جو صغریٰ و کبریٰ کی صورت میں نتیجہ اخذ کیا ہے صحیح نہیں کیونکہ صغریٰ ہی مسلّم نہیں ہے کیونکہ تیرہ سال روزے رکھنے کو ہمیشہ سے تعبیر کرنا خالص جھوٹ ہے اور صائم الدہر کے لیے ہمیشہ روزے رکھنے والا جملہ استعمال کیا جا سکتا ہے جب کہ مؤلف ہدایہ صائم الدہر نہیں تھے۔

نوٹ: امام بخاریؒ کے متعلق مشہور ہے کہ ہر حدیث لکھنے کے لیے غسل کر کے دوگانہ پڑھتے تھے۔ کیا اس طرح کا عمل کسی حدیث یا صحابہؓ و تابعینؒ و ائمہ اربعہؒ وغیرہم کے عمل سے ثابت ہے یا نہ اگر نہیں تو امام بخاریؒ پر کوئی فتویٰ لگ سکتا ہے یا نہیں۔ امید ہے کہ خواجہ صاحب اس کی وضاحت ضرور کریں گے کیونکہ ان کو فتویٰ لگانے کا بڑا شوق ہے ورنہ گونگے شیطان بن جائیں گے۔

بلبل ہمہ تن خون شد و گل ہمہ تن چاک
اے وائے بہارے اگر این است بہار

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ احناف کے نزدیک فقہ حنفی کی کتابیں الہامی درجے

بھی کچھ اونچا مقام رکھتی ہیں مثلاً۔

النظر فی کتب اصحابنا من غیر سماع افضل من قیام اللیل۔

فقہ حنفی کی کتابوں کو دیکھ لینا ہی رات بھر کی تہجد سے بہتر ہے (در مختار مصری ص ۴۹)

الجواب

دین کے مسائل کا علم حاصل کرنا عبادت سے بہتر ہے اس میں ذرا بھر شک نہیں کیا جاسکتا کیونکہ عبادت کا فائدہ صرف عابد کو پہنچتا ہے مگر علم کا فائدہ دنیا کے لوگوں کو پہنچتا ہے اور عالم اس علم کو عام کرتا ہے اس لیے شیطان عالم سے زیادہ ناراض ہوتا ہے جس طرح خواجہ صاحب ناراض ہو رہے ہیں حالانکہ خواجہ صاحب خود لکھتے ہیں اسی لیے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد (ترمذی)

دین کی سمجھ رکھنے والا شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہوتا ہے (کراچی کا عثمانی مذہب ص ۷۹)

پس معلوم ہوا کہ مسئلہ جو فقہ کے متعلق در مختار میں پیش کیا گیا ہے بالکل صحیح ہے بلکہ اس میں نرمی ہے بہتر یوں ہوتا کہ اس طرح کہا جاتا کہ فقہ کے مسائل کو دیکھنا اور مطالعہ کرنا ہزار تہجد سے بہتر ہے۔ شامی ص ۲۹ میں ہے۔

اقول هذا اذا كان مع التفهم لما فی فصول العلامی من له ذهن يفهم الزيادة ای علی ما يكفيه و قدرات يصلی ليلاً و ينظر فی العلم نهاراً فنظره فی العلم

میں (شامی) کہتا ہوں یہ دیکھنا جب ہے کہ دیکھ کر مسائل کو سمجھے بھی جیسے کہ کتاب فصول العلامی میں ہے کہ جس کا ذہن ایسا ہے کہ وہ اپنے ضرورت کے مسائل مطالعہ سے سمجھ لیتا ہے اور اس کو رات میں تہجد پڑھنے پر بھی قدرت

نهاراً و ليلاً افضل۔

ہے اور دن کو علم کے مسائل پر نظر کرسکتی بھی تو اس کا دن رات علمی مسائل پر نظر رکھنا اور مطالعہ کرنا افضل ہے۔

خواجہ صاحب کا جھوٹ ۴۲

فقہ کی کتابوں کا الہامی کتابوں (یعنی قرآن و حدیث) سے درجہ زیادہ بتانا خواجہ صاحب کا خالص جھوٹ ہے نیز در مختار کی عبارت میں صرف دیکھ لینا۔ کا لفظ بڑھانا بھی جھوٹ اور خیانت ہے اسی صفحہ میں اس کی تفصیل شرح میں موجود تھی جس کو خواجہ صاحب شیر مادر سمجھ کر ہضم کر گئے ہیں۔ حالانکہ نظر کرنے سے مراد مطالعہ کر کے مسائل کا سمجھنا ہے۔

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ آگے لکھا ہے۔

تعلم الفقه افضل من تعلم باقی القرآن

کچھ قرآن پڑھ لینے کے بعد فقہ سیکھنا باقی قرآن سیکھنے سے افضل ہے۔

آگے اس کی شرح میں لکھا ہے۔

تعلم بعض القرآن و وجد فراغاً فالافضل الاشتغال بالفقه۔ (رد المحتار شامی)

کسی نے کچھ قرآن پڑھ لیا۔ اب اگر اسے فرصت ملے تو اس کے لیے فقہ کے ساتھ مشغول ہونا زیادہ افضل ہے (عوام ص ۳)

الجواب

قرآن مجید کے ختم (سیکھنے) سے مراد قرآن مجید کا حفظ کرنا ہے اگر کوئی آدمی اتنا

قرآن مجید حفظ کر لے کہ نماز میں قراءت کرے اس کی نماز میں قراءت کا فرض بطور واجب ادا ہو جاتا ہے تو اب اگر فرصت ملے تو حفظ کرنے باقی قرآن سے مسائل کا جاننا ضروری ہے کیونکہ حفظ کرنا قرآن مجید کا فرض عین نہیں ہے اور مسائل کا کسی حد تک معلوم کرنا فرض عین ہے یہی وجہ ہے کہ جاہل حافظ عالم دین کے برابر نہیں ہو سکتا اور شامی کی جو عبارت خواجہ صاحب نے نقل کی ہے اس کے آگے والی عبارت میں یہ وضاحت موجود ہے مگر خواجہ صاحب نے اس کو کاٹ دیا ہے اور پیش نہیں کیا ورنہ ان کی سازش کا سارا مکان ہی گر کر تباہ ہو جاتا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب نے نے اتنی بڑی خیانت کا ارتکاب کیوں کیا ہے جواب یہ ہے کہ اس نے اپنے آقاؤں کی سنت کو برقرار رکھنا تھا اس لیے وہ ایسا کرنے میں مجبور تھے۔ شامی کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو

فی البزازیة تعلم بعض	بزازیہ میں ہے کہ کسی نے کچھ قرآن پڑھ
القرآن ووجد فراغاً	لیا ہے اور فرصت کو پا لیا ہے تو
فالافضل الاشتغال	افضل ہے فقہ کے ساتھ مشغول ہونا
بالفقه لان حفظ القرآن	کیونکہ قرآن مجید کا حفظ کرنا فرض
فرض کفایة وتعلم	کفایہ ہے اور فقہ کے ضروری
ما لا بد من الفقه فرض عین	مسائل کا سیکھنا فرض عین
(شامی ص۳۹)	ہے۔

جس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سکھائی تھی اس کو قرآن مجید کے متعلق فرمایا:

فان کان معک	پس اگر تیرے پاس قرآن ہے
قرآن فاقرأه	تو پڑھ ورنہ الحمد للہ اللہ اکبر
والا فاحمد الله وکبره	اور لا الہ الا اللہ پڑھ کر رکوع

وهلله ثم ارکع (مشکوٰۃ ص۷۶)	کر۔

قارئین کرام! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو یہ نہیں فرمایا کہ چونکہ تجھے قرآن مجید یاد نہیں لہٰذا وضو کر کے نماز پڑھنا بے کار ہے۔ (معاذ اللہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کا یاد کرنا فرض عین نہیں ہے مگر نماز کا پڑھنا فرض عین ہے۔ شامی کی عبارت سے مسئلہ واضح ہو گیا ہے لہٰذا اب کسی مکار کا مکر و فریب نہیں چل سکتا۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

خواجہ صاحب کا جھوٹ ۵

خواجہ صاحب نے ردالمختار شامی کا حوالہ دیا ہے حالانکہ علامہ شامیؒ کی کتاب ردالمختار نہیں ہے بلکہ اس کا نام ردالمحتار ہے یعنی المحتار حاء کے ساتھ ہے

فقہ کا سیکھنا واجب ہے

حدیث شریف میں ہے۔ طلب الفقه حتم واجب علی کل مسلم (رفد) کنز الحقائق ص۲۲ فقہ کا طلب کرنا ہر مسلمان پر یقینی طور پر واجب ہے۔

حافظ ابن حجرؒ کا فیصلہ

خیرکم من تعلم القرآن وعلمه (حدیث شریف) تم میں سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرآن سیکھتے اور سکھاتے ہیں۔ اس حدیث کے تحت مولانا مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں:

قال الحافظ ان قیل	حافظ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ اگر
یلزم ان یکون المقری	یہ اعتراض کیا جائے کہ اس
افضل من الفقیه قلنا	حدیث سے لازم آتا ہے کہ مقری

ان الذين المخاطبين بذالك كانوا فقهاء النفوس لانهم كانوا اهل اللسان فكانوا يدرون معاني القرآن بالسليقة اكثر مما يدريها من بعدهم بالاكتساب فكان الفقه لهم سجية فمن كان في مثل شانهم شاركهم في ذالك ممن كان قارئا او مقرئا محضا لا يفهم شيئا من معاني ما يقرأه او يقرئه (تحفة الاحوذي ص۵۳ تا ص۵۴).

(قرآن پڑھانے والے) کی شان فقیہ (دین کے مسائل سمجھنے والے) سے زیادہ ہے تو ہم جواب میں کہیں گے ایسا نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں فقہا کو خطاب کیا گیا ہے جو عربی جاننے والے تھے اور قرآن کے معانی کے عالم تھے کیونکہ یہ اپنے انداز سے قرآن کے معانی کو ان لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں جو بعد میں آئے اور محنت سے حاصل کیا پس فقہ اس میں مضمر ہے پس جو ایسا ہوگا وہ اس فضیلت میں شامل ہو جائے گا نہ محض وہ شخص جو پڑھتا پڑھاتا ہے مگر معانی قرآن سے جاہل ہے۔

خواجہ صاحب معلوم ہوا فقہ کا دشمن ہرگز بہتر اور اچھا شخص نہیں ہو سکتا اس لیے آپ فقہ کی دشمنی سے توبہ کر لیں۔ فقہ کی فضیلت اور فقہاء کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہیں لیکن یہ مقام اس کی گنجائش نہیں رکھتا۔ فقہاء کی حدیث محض محدثین کی حدیث سے بہتر ہے امام وکیعؒ کا فیصلہ (معرفۃ علوم الحدیث ص۱۱ و کتاب الاعتبار ص۱۵)۔

امام اعمشؒ کا فیصلہ

یا معشر الفقہاء انتم الاطباء ونحن الصیادلہ (جامع بیان العلم ص۱۳۱ ج۲ الخیرات الحسان ص۱۷) اے فقہاء کی جماعت تم طبیب ہو اور ہم محدثین پنساری ہیں۔

امام احمد

امام احمدؒ کی خدمت میں ایک سائل نے حرام و حلال کے ایک مسئلہ کے بارے میں سوال کیا تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ تجھ پر رحم کرے کسی اور سے پوچھ لے سائل نے کہا حضرت ہم تو آپ سے ہی اس کا جواب پوچھنا چاہتے ہیں امام احمدؒ نے فرمایا:

سل عافاك الله غيرنا سل الفقهاء سل ابا ثور (تاریخ بغداد ص۶۶ جلد ۶)

اللہ تعالیٰ تجھے عافیت سے نوازے کسی اور سے پوچھ لے فقہاء سے پوچھ۔ امام ابو ثورؒ سے پوچھ۔

قارئین کرام: اس سے معلوم ہوا کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ بڑے بڑے محدث بھی اس میں فقہاء کے محتاج ہیں۔ قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط کرنا خالہ جی کا گھر نہیں کہ ہر تھو پھتو فقہاء پر اعتراض کرتا پھرے اللہ تعالیٰ فتنہ پرور لوگوں کے فتنہ اور فساد سے بچائے آمین۔

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں:

فلعنة ربنا اعداد رمل على من رد قول ابي حنيفه

ترجمہ: جو امام ابوحنیفہ کے قول کو رد کرے اس پر ریت کے ذروں برابر خدا کی لعنت ہو۔ (در مختار ص۵ جلد۱)

یہ الگ بات ہے کہ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ نے تین تہائی سے زیادہ مسائل میں امام ابوحنیفہؒ سے اختلاف کیا ہے (در مختار ص۱۲۳ جلد۱ اعوام ص۳)

الجواب

محترم خواجہ صاحب! رد اور اختلاف میں زمین و آسمان کا فرق ہے اگر آپ کو یہ معلوم ہوتا تو ایسی جاہلانہ بات نہ کرتے اور پھر اس کے تحت شرح کو بھی پڑھتے کی

تکلف گوارا کر لیتے تو یہ رسوائی نہ اٹھانا پڑتی۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں۔

ای علی من رد ما قاله من الاحکام الشرعیة معتقدا بها فان ذالك موجب للطرد والابعاد لا بمجرد الطعن فی الاستدلال لان الائمة لم تزل یرد بعضهم قول بعض ولانه بمجرد الطعن فی الامام نفسه لا غایة الحرمة فلا یوجب اللعن الخ (شامی ص۲)

یعنی اس شخص پر لعنت ہو جو امام صاحبؒ کے ان اقوال کو جس میں احکام شرعیہ بیان کئے گئے ہیں حقارت کے طور پر رد کرتا ہے کیونکہ یہ لعنت و رحمت سے دوری کا سبب ہے مطلق طعن مراد نہیں کیونکہ ائمہ کرامؒ ایک دوسرے کے استدلال کو رد کرتے رہتے ہیں اور امام صاحبؒ کی ذات میں بھی مطلق طعن مراد نہیں کیونکہ اس کا انتہائی درجہ یہ ہے کہ ایسا شخص حرام کا مرتکب ہوگا نہ لعنت کا۔

امام اعظمؒ کے گستاخ کا حشر برا ہوتا ہے

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد لکھتے ہیں:

بزرگان دین خصوصاً حضرات ائمہ متبوعینؒ سے حسن عقیدت نزول برکات کا ذریعہ ہے اس لیے بعض اوقات خدا تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے کوئی فیض اس ذرہ بے مقدار پر نازل کر دیتا ہے۔ اس مقام پر اس کی صورت یوں ہے کہ جب میں نے اس مسئلہ کے لیے کتب متعلقہ المار ی سے نکالیں اور حضرت امام صاحبؒ کے متعلق تحقیقات شروع کی تو مختلف کتب کی ورق گردانی سے میرے دل پر کچھ غبار آگیا جس کا اثر بیرونی طور پر یہ ہوا کہ دن دوپہر کے وقت جب سورج پوری طرح روشن تھا یکا یک میرے

سامنے گھپ اندھیرا چھا گیا گویا ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ کا نظارہ ہو گیا معاً خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ یہ حضرت صاحبؒ سے بدظنی کا نتیجہ ہے اس سے استغفار کر و میں نے کلمات استغفار دہرانے شروع کئے وہ اندھیرے فوراً کافور ہو گئے اور ان کے بجائے ایسا نور چمکا کہ اس نے دوپہر کی روشنی کو مات کر دیا اس وقت سے میری حضرت امام صاحبؒ سے حسن عقیدت اور زیادہ بڑھ گئی اور میں ان شخصوں سے جن کو حضرت امام صاحب سے حسن عقیدت نہیں ہے کہا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مثال اس آیت کی مثال ہے کہ حق تعالیٰ نے منکرین معارج قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرماتا ہے اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی۔ میں نے جو کچھ عالم بیداری اور ہشیاری میں دیکھ لیا اس میں مجھ سے جھگڑنا بے سود ہے (تاریخ اہلحدیث ص۵۷)

(۲) مولانا میر سیالکوٹیؒ صاحب غیر مقلد تاریخ اہلحدیث ص۴۲۵ میں عنوان قائم کرتے ہیں استاذ پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادیؒ پھر ان کے حالات میں ص۴۳۷ میں لکھتے ہیں آپ ائمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔

(۳) مولانا داؤد غزنوی غیر مقلد کی سوانح میں ہے۔ اس سلسلہ میں مولانا داؤد۔) نے سامعین (جو اکثر و بیشتر اہلحدیث تھے) کو سخت الفاظ میں تنبیہ کی کہ دوسر لوگوں کی یہ شکایت کہ اہل حدیث حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں بلا وجہ نہیں ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ بھی کر جاتے ہیں یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے (داؤد غزنوی ص۲۸ تا ص۳۱ مکتبہ غزنویہ ہم شیش

محمل روڈ لاہور

(۴) ائمہ کرام کا احترام۔ ائمہ کرام کا ان کے دل میں انتہائی احترام تھا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بے حد عزت سے لیتے۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت اہل حدیث کی تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ بڑے دردناک لہجے میں فرمایا مولوی اسحٰق جماعت اہلحدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے۔ ہر شخص ابوحنیفہؒ ابوحنیفہ کہہ رہا ہے کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہؒ کہہ دیتا ہے۔ پھر اُن کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کے عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں اُن میں اتحاد و یکجہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔ یا غربۃ العلم
انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ (داؤد غزنوی ص۱۳۶ تا ص۱۳۷)

(۵) مولانا داؤد غزنوی فرماتے ہیں۔ اور ہمارے مدرسہ کا حال سنیئے ایک روز حضرت والد بزرگوار (مولانا عبدالجبار غزنویؒ) کے درس بخاری میں ایک طالب علم نے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہؒ کو پندرہ حدیثیں یاد تھیں مجھے ان سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔ والد صاحب کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا اس کو حلقہ درس سے نکال دیا اور مدرسہ سے بھی خارج کر دیا اور فرمایا۔ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔ فرمایا کہ اس شخص کا خاتمہ دین حق پر نہیں ہو گا ایک ہفتہ نہیں گذرا تھا کہ معلوم ہوا کہ وہ طالب علم مرتد ہو گیا ہے۔
اعاذنا اللہ من سوء الخاتمہ۔ (داؤد غزنوی ص۳۸۲)

(۶) جناب ابوبکر غزنوی لکھتے ہیں: ایک مضمون میں اپنے موقف کی وضاحت

کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ائمہ دین نے جو دین کی خدمت کی ہے امت قیامت تک ان کے احسان سے عہدہ برا نہیں ہو سکتی۔ ہمارے نزدیک ائمہ دین کے لیے جو شخص دل میں سوءِ ظن رکھتا ہے یا زبان سے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے یہ اس کی شقاوت قلبی کی علامت ہے اور میرے نزدیک اس کے سوءِ خاتمہ کا خوف ہے۔ ہمارے نزدیک ائمہ دین کی ہدایت و درایت پر امت کا اجماع ہے (داؤد غزنوی ص۳۰۳)

(۷) مولانا ثناء اللہ صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں۔ میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی یعنی شیخ الکل حضرت سید نذیر حسین صاحب مرحوم سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ ہم ایسے شخص کو جو ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرے چھوٹا رافضی جانتے ہیں۔ (حاشیہ تاریخ اہلحدیث میر سیالکوٹی ص۳۰۷)

خواجہ صاحب! ان واقعات کی روشنی میں شعر فلعنۃ ربنا الخ ہمارے رب کی لعنت ہو۔ کا مطلب سمجھ گئے ہو یا نہیں۔ اگر نہیں سمجھے تو

ع چشمہ آفتاب را چہ گناہ

یہ شعر حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ کی طرف منسوب ہے (عمدۃ الرعایہ وغیرہ) جو حضرت امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں اور استاذ کی بے قدری و بے عزتی کرنے والا شخص مخلص شاگرد کے ہاں مردود شمار کیا جاتا ہے چنانچہ الحیات بعد الممات ص۱۲۶ میں ہے میاں صاحب اپنے اساتذہ جناب مولانا شاہ ولی اللہ جناب مولانا شاہ عبدالعزیز جناب مولانا شاہ محمد اسحٰق قدس اسرارہم اور ان کے خاندان کا بہت ادب کرتے اکثر قرآن و حدیث کے ترجمے کے موقع پر فرماتے مجھ سے اس کا مقرری ترجمہ سنو جو ہمارے بزرگوں سے سینہ بسینہ چلا آتا ہے اور بیان مسائل میں بھی انہیں بزرگوں کے اقوال سے سند لاتے اور فرماتے ہیں۔ اس پر کوئی آزاد طبع طالب علم

اگر کہہ دیا کہ حضرات کا کہنا سند نہیں ہو سکتا جب تک قرآن و حدیث سے سند نہ دی جائے تو بہت خفا ہو کر فرماتے مردود۔ کیا یہ حضرات گھس کھڑے تھے ایسی ہی اڑان گھائی اڑاتے تھے۔ خواجہ صاحب مردود وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کیا جاوے جیسے شیطان مردود اور یہی معنی شعر مذکور کے ہیں تو بتائیے شاہ ولی اللہ صاحبؒ شاہ عبد العزیزؒ و شاہ محمد اسحقؒ کی بہت سی باتوں سے اختلاف کر کے آپ اور آپ کے اساتذہ مردود ہوئے یا نہ نیز یہ بتائیں کہ شیخ اکمل کی یہ بات سچی ہے یا جھوٹی۔ اگر سچی ہے تو پھر اگر یہی بات کوئی حنفی کہہ دے یعنی امام ابو حنیفہؒ و صاحبینؒ کے اقوال پیش کرے اس پر کوئی شتر بے مہار شخص اعتراض کر دے کہ ان کی بات حجت نہیں قرآن و حدیث پیش کرو اس کے جواب میں حنفی یہ کہہ دے مردود کیا یہ حضرات قرآن و حدیث کے خلاف کہتے تھے تو اس حنفی کی بات بھی سچی ہو گی یا نہ

ع تم ہی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے۔

خواجہ صاحب کا جھوٹ ۶

خواجہ صاحب کا یہ لکھنا کہ یہ الگ بات ہے کہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے تین تہائی سے زیادہ مسائل میں امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف کیا ہے۔ (در مختار ص۲۴ جلد ۱) خواجہ صاحب کا یہ لکھنا خالص جھوٹ ہے در مختار میں یہ حوالہ موجود نہیں ہے جھوٹ بولنے میں خواجہ صاحب کو لذت آتی ہے۔

ے جھوٹ بولنے سے جن کو عار نہیں
ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

مولانا عبد الحی لکھنوی مرحوم کی احناف پر خصوصی شفقت

مولانا لکھنوی لکھتے ہیں:

فَاِنَّ مُخَالَفَتَہُمَا لِاِمَامِہِمَا غَیْرُ قَلِیْلَۃٍ حَتّٰی قَالَ الْاِمَامُ الْغَزَالِیُّ اِنَّہُمَا خَالَفَا اَبَا حَنِیْفَۃَ فِیْ ثُلُثَیْ مَذْہَبِہٖ۔
(مقدمہ شرح وقایہ ص)

یعنی صاحبینؒ کی مخالفت امام صاحبؒ سے مسائل میں بہت زیادہ ہے حتیٰ کہ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب المنخول میں لکھا ہے کہ صاحبینؒ امام صاحبؒ کے مذہب کے دو تہائی میں مخالف ہیں۔

المنخول نامی کتاب امام غزالیؒ کی نہیں

علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں:

وکذالک وقع فی المنخول المنسوب للامام الغزالی حجۃ الاسلام ذکر اشیاء ومن ذالک وانما قلنا المنسوب لانہ لم یصح نسبۃ جمیع ما فی ھذا الکتاب الیہ فیحتمل ان تکون الالفاظ الشنیعۃ اختلقت علیہ بدلیل انہ مدحہ فی کتاب احیاء علوم الدین المتواتر عنہ بما یلیق بکمال ابی حنیفۃ رحمہ اللہ

اور اس طرح المنخول جو امام غزالیؒ کی طرف منسوب کی گئی اس میں بھی ایسی باتیں ہیں جن سے امام اعظمؒ کی توہین لازم آتی ہے اور ہم نے المنخول کو منسوب الی الغزالی اس لئے کہا ہے کہ اس کتاب میں تمام باتیں صحیح نہیں ہیں پس احتمال ہے کہ کسی نے گھڑ کر امام غزالیؒ کے سر تھوپ دی ہوں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام غزالیؒ نے امام اعظمؒ کی تعریف اپنی مشہور و متواتر کتاب احیاء العلوم میں کی ہے جو امام اعظمؒ

(الخیرات الحسان ص۱۶) کے لائق ہے۔

نیز علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ لکھتے ہیں :

وایضا فالنسخۃ التی رأیتھا مکتوب علیھا ان ھذا الکتاب تصنیف محمود الغزالی ومحمود ھذا لیس بحجۃ الاسلام ومن ثم کتب علی حاشیۃ تلک النسخۃ ھذا الشخص معتزلی اسمہ محمود الغزالی ولیس ھو حجۃ الاسلام۔

(الخیرات الحسان ص۸۴)

اور نیز میں (ابن حجرؒ) نے جو نسخہ المنخول کا دیکھا ہے اس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ کتاب تصنیف ہے محمود غزالی کی اور محمود غزالی یہ امام غزالی وہ نہیں جن کا لقب حجۃ الاسلام ہے اور اسی نسخہ کے حاشیہ پر لکھا ہوا تھا یہ شخص معتزلی ہے اس کا نام محمود غزالی ہے یہ امام غزالی نہیں جو حجۃ الاسلام ہے۔

نوٹ : امام غزالیؒ کا نام محمد ہے تو محمود غزالی سے محمد غزالی بنا لیا گیا۔

(انا للہ وانا الیہ راجعون) علامہ لکھنوی مرحوم کی شفقتیں احناف حضرات پر بیشمار ہیں یہاں ان میں سے ایک کا بھی ذکر ہوا ہے مولانا لکھنویؒ کے حوالے سے المنخول کا حوالہ غیر مقلدین حضرات نے بھی دیا ہے دیکھئے فتاویٰ علمائے حدیث ص۱۹۵ ج۱۱ والاصلاح ص۳۸ مولانا محمد گوندلوی وحقیقۃ الفقہ ص۱۳۲) شیعہ حضرات بھی امام اعظمؒ کی تنقیص میں المنخول سے کئی عبارتیں نقل کرتے رہتے ہیں (دیکھئے تحفہ امامیہ)

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ امام مہدیؒ اور حضرت عیسیٰ حنفی ہوں گے (عوام ص۳)

الجواب

خواجہ صاحب نے اس کا حوالہ فقہ حنفی کی کتاب سے دینے کے بجائے خان صاحب بریلوی اور خواجہ غلام فرید صاحب کا نام لے کر حوالہ دیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب کے دال میں کوئی کالا کالا ہے اور وہ یہ ہے کہ علامہ شامیؒ نے رد المحتار ص۴۲ تا ص۴۳ میں اس حوالہ کی خوب تردید کی ہے مگر مؤلف حقیقۃ الفقہ نے پوری بے حیائی کا مظاہرہ کیا ہے اور حقیقۃ الفقہ ص۱۴ میں اس حوالہ کا ذکر کر دیا ہے اور حضرت خضر حوالہ درمختار ص۴۲ جلد اسے دے دیا ہے حالانکہ درمختار میں خضر علیہ السلام کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

شریعت بل خواجہ صاحب نے شریعت بل پر بھی اعتراض کیا ہے جو محض ضد و عناد و خواہش نفسانی کی دلیل ہے کیونکہ خواجہ صاحب کی جماعت اہل حدیث کا ایک گروہ بھی اس کی تائید کرنے والا تھا۔

فقہ حنفی خواجہ صاحب لکھتے ہیں : پبلک لاء ملک میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ ملک کی غالب اکثریت کے عقائد و مسلک کے مطابق فقہ حنفی ہونا چاہیئے (مولانا زاہد الراشدی بحوالہ نوائے وقت ۸۷-۴-۲۴ عوام ص۳) ۔ خواجہ صاحب بات تو صحیح ہے آپ کا کیا خیال ہے کہ آپ کی فقہ نافذ کرنی چاہیئے پہلے تو یہ اس لیے غلط ہے کہ آپ کی جماعت کے چند افراد کسی خاص خاص ضلع میں ہیں اور باقی عظیم پاکستان میں ان کا وجود نہیں دوسرے غیر مقلدین کے علماء نے جو فقہ پیش کی ہے مثلاً فقہ محمدیہ کلاں۔ ہدیۃ المہدی۔ نزل الابرار دلیل الطالب۔ عرف الجادی وغیرھا ان میں ایسے گندے مسائل لکھے ہیں جن کو غیر مقلدین حضرات خود بھی قبول نہیں کرتے جب ان حضرات کے اکابر نے یہ گند پیش کیا ہے تو ان کے اصاغر سے کون سی اچھائی کی امید کی جا سکتی ہے۔

مودودی صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں افسوس کہ مسلکاً خالص حنفی ہونے کی وجہ سے سید ابوالاعلیٰ مرحوم بھی اسی خیال کے حامی تھے (عوام ص۹)

الجواب

خواجہ صاحب! مودودی صاحب نے جو بات کی ہے وہ جمہوری تقاضوں کے مطابق کہی ہے باقی خواجہ صاحب کا یہ کہنا کہ مودودی صاحب خالص حنفی تھے یہ جھوٹ ہے وہ حنفی دیوبندی بریلوی اہلحدیث وغیرہم کو جاہلیت کی پیداوار اور شیطان کی نسل کہتے تھے (دیکھئے خطبات حصہ اول ص۱۲۷ اور رسائل مسائل ص۲۵۳ ج ۲ طبع سوم ۱۹۶۷ء) خواجہ صاحب کے استاذ محترم لکھتے ہیں۔ مجھے مولانا مودودی سے تعجب نہیں وہ جب بھی علم کی ان متعارف راہوں سے گزرے انہوں نے ٹھوکر کھائی۔ متعہ کا مسئلہ، مسلک اعتدال حیات مسیح۔ دجال وغیرہ میں ان کی جدت طرازیاں کامیاب ثابت نہیں ہوئیں۔ ان کے رہوار قلم کی جولانیوں کا میدان دوسرا ہے (فتاویٰ سلفیہ ص۱۴۶) ان کا مسلک اعتدال تھا (لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء) اور احناف کے عقائد و مسائل کا اختلاف کرنے والا کیسے خالص حنفی بن سکتا ہے۔

ع ایں خیال است و محال است و جنوں

خواجہ صاحب کا جھوٹ

فلہٰذا خواجہ صاحب کا مودودی صاحب کو خالص حنفی لکھنا بھی جھوٹ ثابت ہوا

ع دروغ گورا تا بخانہ باید رسانید

خضر بھی شاگرد تھے

خواجہ صاحب نے یہ عنوان قائم کر کے جو اعتراض کیا ہے اس کی تردید فتاوی شامی ص۴۲ میں موجود ہے۔

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب عنوان قائم کرتے ہیں۔ "قرآن کی مانند" پھر لکھتے ہیں بالخصوص ہدایہ کی شان میں مقدمہ میں یہ شعر درج ہے ؎

ان الہدایۃ کالقرآن قد نسخت ما صنفوا قبلہا من الشرع من کتب

"بے شک ہدایہ قرآن کی طرح ہے اس نے تمام سابقہ مذہبی تصنیفات کو منسوخ کر ڈالا ہے" (عوام ص۱۰)

غیر مقلدین کی طرف سے احناف پر یہ اعتراض بار بار کیا جاتا ہے گویا غیر مقلدین کے ہاں یہ بہت وزنی اعتراض ہے حالانکہ حقیقت میں اس اعتراض میں کوئی وزن نہیں ہمارے شیخ استاذ مکرم دام مجدہم مقام ابوحنیفہ طبع اول ص۲۴۵ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۲ء میں نتائج التقلید ص۶۷ کے حوالے سے اس اعتراض کو نقل کر کے اس کے جواب سے فارغ ہو چکے ہیں۔ مولانا محمد جوناگڑھی نے بھی ہدایت محمدی ص۳ میں اس اعتراض کو دھرایا ہے حقیقۃ الفقہ ص۱۹۶ میں بھی اس اعتراض کو بڑی مد و شد سے ذکر کیا گیا ہے اس لئے ہم اس کا اپنے انداز میں جواب دینا چاہتے ہیں۔

الجواب

اصل بات اور تھی جس کو بگاڑ کر پیش کیا گیا ہے ہمارے شیخ مکرم لکھتے ہیں مؤلف مذکور نے جو عبارت نقل کی ہے انتہائی جرأت اور جسارت سے کام لیا ہے کیونکہ اصل الفاظ فی الشرع من کتب نہیں بلکہ فی الفقہ ہی دیکھا ہے یہ یا تو مؤلف مذکور کی اپنی ذاتی تحریف ہے اور یا کہیں کسی رسالے سے غلط لکھا ہوا گھسیٹ دیا ہے مقام ابوحنیفہ ص۲۴۵) لیکن یہ شعر ہدایہ اخیرین کے مقدمہ ص۳ میں اس طرح موجود ہے جس طرح مؤلف نتائج التقلید نے پیش کیا ہے۔

مولانا لکھنوی مرحوم کی دوسری خصوصی شفقت احناف پر

مؤلف نتائج التقلید وغیرہ

کی جسارت اور جرأت کے پشت پناہ مولانا لکھنوی مرحوم ہیں مولانا لکھنوی مرحوم نے امام عماد الدینؒ کے دو شعر بحوالہ حاشیہ ہدایہ للعلامۃ الہداد ذکر کرکے پھر لکھتے ہیں۔ و لغیرہ ؎

ان الهداية كالقرآن قد نسخت ما صنفوا قبلها في الشرع من كتب

ترجمہ:۔ اور امام عماد الدینؒ کے سوا کسی اور کا قول ہے کہ ہدایہ قرآن کی طرح ہے۔ بے شک منسوخ کر دیا ہدایہ نے ان کتابوں کو جو اس سے پہلے شریعت کے مسائل میں لکھی گئی ہیں۔

قارئین کرام! مولانا لکھنویؒ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعر کسی مجہول شخص کا ہے جس کا نام مولانا کو معلوم نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اصل الفاظ فی الفقہ کے تھے جس کا مطلب یہ بن جائے گا کہ ہدایہ نے فقہ حنفی کی ان کتابوں کو جو اس سے پہلے فقہ میں لکھی گئی تھیں منسوخ کر دیا ہے۔ یعنی چونکہ ان میں ایسے دلائل نقلیہ عقلیہ موجود نہیں تھے جیسا کہ ہدایہ میں تھے اس لیے ہدایہ نے اس سے بے نیاز کر دیا ہے اور قرآن مجید نے پہلی کتابوں توراۃ زبور انجیل کو منسوخ کر دیا تھا فلہذا اس تشبیہ میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی اور اگر فی الشرع کا لفظ ہو تب بھی اس سے مراد شریعت کے مسائل فقہیہ ہی مراد ہوں گے مگر اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اصل لفظ فی الفقہ کے ہیں۔

ٹھوس ثبوت

مولانا مرزا حیرت دہلوی غیر مقلد لکھتے ہیں۔ ہدایہ کی نسبت حاجی خلیفہ یہ لکھتا ہے۔ ہدایہ نے اپنی سابق کی فقہی کتابوں کو اس طرح منسوخ کر دیا۔ جس طرح قرآن نے نازل ہو کے گذشتہ انبیاء کی کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ ہر شخص کا فرض ہے کہ اس کے فقہی قواعد کو یاد کرے کیونکہ زندگی میں بھی قواعد اس کی رہنمائی کریں گے (حیات طیبہ ص ۳۹ اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور)

پس عبارت ہذا سے ثابت ہوا کہ مولانا لکھنوی مرحوم نے فی الشرع کا لفظ لکھ کر احناف پر خصوصی شفقت کا مظاہرہ کیا ہے اور غیر مقلدین حضرات نے بھی مولانا ہی کے

حوالہ سے اپنا کام چلایا ہے دیکھئے حقیقۃ الفقہ۔ ہدایت محمدی اور خواجہ کی عوام۔ اتنی سی بات تھی جس کو بتنگڑ بنا دیا گیا۔

ہدایہ اور اس کے مؤلف کا مقام

مولانا لکھنوی مرحوم لکھتے ہیں۔

(۱) صاحب الهداية كان	صاحب ہدایہ امام ہے فقیہ ہے
إماماً فقيهاً۔ حافظاً محدثاً	حافظ محدث مفسر جامع العلوم
مفسراً جامعاً للعلوم	ضابط للفنون متقن (مضبوط)
ضابطاً للفنون متقناً	محقق نظار (مناظر اعظم) مدقق
محققاً نظاراً زاهداً ورعاً	زاہد ورع (پرہیزگار) بارع
بارعاً فاضلاً ماهراً اصولياً	(بلند اقران سے) فاضل ماہر
اديباً شاعراً لم ترالعيون	اصولی ادیب شاعر ہے علم و ادب
مثله في العلم والادب	میں ان جیسا آنکھوں نے نہیں دیکھا
وله اليد الباسطة في الخلاف	اختلافی مسائل میں ان کا ہاتھ کشادہ
والباع الممتد في المذهب	ہے اور مذہب میں تو ان کے دونوں
تفقه على الائمة المشهورين	بازو پھیلے ہوئے ہیں مشہور اماموں سے
(الفوائد البهيه ص ۱۴۱)	صاحب ہدایہ نے فقہ کے مسائل سیکھے ہیں

(۲) حافظ عبدالقادر القرشی الجواہر المضیئہ میں صاحب ہدایہ کو ان القاب سے یاد کرتے ہیں شیخ الاسلام برہان الدین المرغینانی العلامۃ المحقق (مقدمہ نصب الرایہ ص ۱۳)

(۳) خواجہ صاحب کے استاذ محترم مولانا محمد اسمٰعیل سلفی لکھتے ہیں۔ علامہ مرغینانی صاحب ہدایہ علامہ کاسانی مؤلف البدائع والصنائع اور علامہ سرخسی۔ قاضی خان نسفی ابن قدامہ۔ ابن تیمیہ۔ علامہ ابو اسحٰق، ابراہیم بن علی بن یوسف صاحب مہذب

اس طرح زرقانی۔ اور باجی۔ ابن رشد، شاطبی وغیرہم سب اپنے ائمہ کے مذاہب کو روایت کی روشنی میں ثابت کرتے ہیں ان کے طریق استدلال سے اختلاف کیا جا سکتا ہے مگر ان کے محقق ہونے میں شبہ نہیں کیا جا سکتا (تحریک آزادی فکر ص۱۹)

(۴) مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد فرماتے ہیں: اور بصورت فقدان نص اجتہاد کی ضرورت کو تسلیم نہ کرتے ہوئے شریعت اسلامی عالمگیر اور تا قیام قیامت قائم نہ جانی جائے گی اور یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔ نیز یہ کہ فقہ حنفی میں کتاب ہدایہ میں مسائل فقہیہ کی اسناد میں روایات سے جو ثبوت پیش کیا ہے اور ان کی تائید میں اصولی و معقولی باتیں سمجھائی ہیں۔ اس میں امام برہان الدین مرغینانیؒ مصنف ہدایہ کی سعی معاذ اللہ بے سود گنی جائے گی اور یہ بات سوائے کسی جاہل اور بے سمجھ کے کون کہے گا (تاریخ اہلحدیث ص۱۴۰)

(۵) غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے پچاس ساٹھ برس سے زیادہ اپنے ذمہ صرف قرآن و حدیث، اصول حدیث اور ہدایہ کو خاص کر لیا تھا (الحیات بعد الممات ص۱۴۴)

(۶) علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ۔ مؤلف ہدایہ کی بے حد تعریف کرتے تھے آپ سے کسی عالم نے پوچھا فتح القدیر شرح ہدایہ جیسی کتاب آپ تصنیف کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں اس نے کہا ہدایہ جیسی کتاب تحریر کر سکتے ہو انور شاہ صاحب نے فرمایا ہرگز نہیں بلکہ ہدایہ جیسی چند سطریں بھی میں نہیں بنا سکتا۔

(مقدمہ نصب الرایہ ص۱۴)

راقم الحروف کی پہلی حالت

راقم الحروف طالب علمی کے دور میں جب ہدایہ پڑھتا تھا اور صاحب ہدایہ جہاں حدیث پیش کرتے ہیں تو بعض مقامات میں وہاں عین السطور لکھا ہوتا تھا ھذا

حدیث۔ راقم اس کے متعلق استاد سے پوچھتا تھا کہ اس کا کیا مطلب ہے تو وہ فرماتے تھے کہ یہ حدیث کتب حدیث میں نہیں ملی تو راقم حیران ہو جاتا تھا کہ جب حدیث کی کتابوں میں حدیث نہیں تو صاحب ہدایہ کس طرح پیش کر دیتے ہیں مولانا عبد الحی لکھنوی مرحوم کا حاشیہ اور عین السطور پڑھ کر راقم الحروف کا کافی حد تک صاحب ہدایہ کے متعلق یہ نظریہ قائم ہو چکا تھا کہ صاحب ہدایہ کو فن حدیث سے کوئی تعلق نہیں (معاذ اللہ) یہ تو مولانا لکھنویؒ کے حاشیہ کا فیض تھا اور جب حافظ ابن حجرؒ کے الدرایہ کا مطالعہ کیا تو اس میں حافظ صاحبؒ بعض اوقات فرماتے ہیں لم اجدہ کہ یہ حدیث مجھے نہیں ملی اور پھر نصب الرایہ علامہ زیلعیؒ کا مطالعہ کیا تو اس سے پتہ چلا کہ صاحب ہدایہ نے جو احادیث ہدایہ میں بیان کی ہیں وہ اکثر احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں صرف چند احادیث ایسی ہیں جو نہیں مل سکیں علامہ عینیؒ و حافظ ابن ہمامؒ کو بھی وہ احادیث نہیں مل سکیں راقم الحروف پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہوا کہ چند چیزیں جو ان حضرات کو نہ مل سکی تھیں اس عاجز کو حدیث کی کتابوں سے مل گئی ہیں اس سے صاحب ہدایہ کا وقار راقم الحروف کے دل میں بہت بڑھ گیا ہے۔

وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ کسی ستم ظریف کا مقولہ ہے اتنا جھوٹ بولو کہ لوگ سچ سمجھنے لگیں۔ اس ٹوٹکے کو حنفی علماء نے پیٹ بھر کر آزمایا ہے۔ انہوں نے فقہ حنفی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے ہیں۔ جیسے منزل من اللہ قرآن و حدیث نہ ہوں بلکہ قدوری اور ہدایہ ہوں۔ یہ ان کا تکیہ کلام ہے کہ فقہ حنفی کی کتابیں قرآن و حدیث کا نچوڑ ہیں عطر ہیں، عرق ہیں خلاصہ ہیں ست ہیں حاصل ہیں وغیرہ۔ اب قرآن و حدیث کو پڑھنے کی ضرورت نہیں نہ انہیں نافذ کرنے کی ضرورت ہے فقط فقہ حنفی کو نافذ

ہونا چاہیے یہی قرآن وحدیث ہے (عوام ص۵)

الجواب

خواجہ صاحب نے جو مقولہ ذکر کیا ہے کہ "اتنا جھوٹ بولو کہ لوگ سچ سمجھنے لگیں۔ اس پر خود خواجہ صاحب کا عمل ہے اور اس مقولہ کے تحت خواجہ صاحب نے عمل کرتے ہوئے یہ جھوٹا رسالہ لکھا ہے جو قارئین کے پیش نظر ہے۔

خواجہ صاحب کا جھوٹ ۸

خواجہ صاحب کا یہ لکھنا کہ اب قرآن و حدیث کو پڑھنے کی ضرورت نہیں الخ

یہ خواجہ صاحب کا خالص جھوٹ ہے (لعنۃ اللہ علی الکاذبین) علماء احناف نے ہمیشہ قرآن وسنت پر عمل کیا ہے اور پاکستان کی اسمبلی میں ہمیشہ یہی مطالبہ ہوا کہ قرآن وسنت کو نافذ کرو چنانچہ سن ۱۹۷۳ء کے آئین میں یہی بات منظور ہوئی اور شریعت بل میں بھی قرآن وسنت کے نافذ کرنے کا مطالبہ موجود ہے خواجہ صاحب کا اتنا بدترین جھوٹ بولنا ان کے بددیانت ہونے کی کھلی دلیل ہے۔

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب عنوان قائم کرتے ہیں "گھر کے بھیدی"۔ اس کے تحت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔ فقہائے حنفیہ کا تعلق حدیث سے ہمیشہ ہی کم رہا ہے (عوام ص۵)

الجواب

خواجہ صاحب نے اسی صفحہ میں پھر فتاویٰ شامی کا نام رد المحتار۔ خاص کے ساتھ لکھا ہے اور اس کی تردید پہلے ہم کر چکے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کو کبھی تو غیر مقلدین حضرات غیر مقلد لکھ دیتے ہیں اور کبھی حنفی اور گھر کا بھیدی (العجب ثم العجب) خواجہ صاحب امام اعظمؒ و صاحبینؒ کے بعد احناف حضرات کے دو گروہ ہیں (۱) محدثین کا

(۲) فقہاء کا۔ محدثین میں شمار ہوتا ہے۔ امام محمد بن عبداللہ بن المثنیٰ القاضی البصری امام ابو یعلی الموصلیؒ (صاحب مسند ابو یعلی) امام وکیعؒ (شیخ الشافعیؒ) امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطانؒ۔ ملک الحفاظ امام یحییٰ بن معینؒ امام طحاویؒ۔ امام ابو البشر الدولابی (صاحب کتاب الکنیٰ) امام ابوبکر الجصاص الرازیؒ علامہ زیلعیؒ حافظ ابن ہمامؒ علامہ ماردینیؒ (صاحب الجوہر النقی) علامہ عینیؒ محدث علامہ محمد طاہر پٹنیؒ محدث علی المتقی (صاحب کنز العمال) وغیرہم اور فقہاء کرام میں پھر دو گروہ ہیں ایک گروہ وہ ہے جو حدیث کے دلائل سے بھی واقف ہے دوسرا وہ ہے جو واقف نہیں یا وقوف کمزور ہے فلہذا اس سے مطلقاً احناف مراد نہیں کہ وہ بالکل حدیث سے ناواقف ہیں۔

اس طرح محدثین کرامؒ کے بھی کئی گروہ ہیں۔

(۱) جھوٹی اور سچی حدیثوں میں تمیز کر سکنے والے۔

(۲) جھوٹی اور سچی حدیثوں میں تمیز کر سکنے کے باوجود ہر قسم کی رطب و یابس روایات میں تمیز نہ کر سکنے والے۔ جب محدثین کرام ایک درجہ کے نہیں ہو سکتے تو فقہاء کرام کس طرح ایک درجہ کے ہو سکتے ہیں۔ جب ادنیٰ درجے کے محدثین کے عیوب کا الزام اعلیٰ درجے کے محدثین پر نہیں لگا جا سکتا تو ادنیٰ درجے کے فقہا کا الزام اعلیٰ درجے کے فقہاء پر کیسے لگایا جا سکتا ہے البتہ محروم البصیرت شتر بے مہار آدمی اگر ایسا نتیجہ اخذ کرتا ہے تو اس کا قصور ہی نہیں۔

مولانا عبدالحی لکھنوی ؒ کی خصوصی شفقت ۳

علامہ سید محمد انور شاہ صاحب ؒ فرماتے ہیں :

وھو حنفی شیخ لمحمد طاھر صاحب مجمع البحار وھو ایضاً حنفی کما صرح بہ ھو بنفسہ فی رسالۃ خطیۃ وسھا مولانا عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ حیث عدہ من الشافعیۃ ومن مصنفات شیخہ (کنز العمال) (فیض الباری ص ۲۰۳/۱)

شیخ علی متقی ؒ حنفی ہیں محدث محمد طاہر مؤلف مجمع البحار کے شیخ ہیں اور محدث محمد طاہر ؒ بھی حنفی ہے جیسا کہ اس نے خود اپنے ایک قلمی رسالہ میں صراحت سے لکھا ہے مولانا عبدالحی ؒ کا ان کو شافعیوں میں شمار کرنا سہو ہے اور ان کے شیخ کی تصنیفات میں سے کنز العمال (حدیث میں) ہے۔

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ مولانا عبدالحی لکھنوی ؒ حنفی ہدایہ وغیرہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

لا یعتمد علی الاحادیث المنقولۃ فیھا اعتماداً کلیاً ولا یجزم بوردھا

فقط ان کتابوں میں مذکور ہونے کی وجہ سے احادیث پر پورا اعتماد اور یقین نہیں کر لینا

وثبوتھا بمجرد وقوعھا فیھا فکم من احادیث ذکرت فی الکتب المعتبرۃ وھی موضوعۃ

چاہیے کیونکہ بہت سی معتبر کتابیں موضوع روایات سے پُر ہیں۔

(مقدمہ عمدۃ الرعایہ مطبع یوسفی ص ۱۲ (عومص ۲)

الجواب

روایات کا پرکھنا محدثین کرامؒ کے اصولوں کے مطابق یہ الگ فن ہے صحاح ستہ کی بعض کتب میں بھی بعض جھوٹے اور وضاع قسم کے راوی موجود ہیں جن کی نشاندہی ہم بھی کریں گے (ان شاء اللہ تعالیٰ) تو کیا آپ کے اصول کے مطابق جو آپ نے اپنے غیر مقلدین بھائیوں یعنی منکرین حدیث سے لیا ہے صحاح ستہ کا اعتبار نہیں ہو گا (لا حول ولا قوۃ الا باللہ) مولانا لکھنوی مرحوم فرماتے ہیں :

وبعض الشافعیۃ طعنوا علی صاحب الھدایۃ بانہ اورد فیھا الاحادیث التی لیست بتلک وھل ھذا الا بعدم الوقوف بجلالۃ قدرہ وعدم الاطلاع علی فخامۃ علمہ وقد خرج احادیثہ الشیخ محی الدین عبدالقادر بن محمد القرشی المصری وسماہ العنایۃ بمعرفۃ احادیث الھدایہ

اور بعض شافعیوں نے صاحب ہدایہ پر طعن کیا ہے کہ اس نے ہدایہ میں ایسی احادیث کا ذکر کیا ہے جو صحیح نہیں یہ اعتراض کرنا ان کا محض عدم واقفیت کی بناء پر ہے کہ وہ صاحب ہدایہ کی قدر و علمیت کا مقام معلوم نہ کر سکے حالانکہ صاحب ہدایہ کی حدیثوں کی باقاعدہ تخریج کی ہے شیخ محی الدین عبدالقادر بن محمد القرشی المصریؒ المتوفی سنہ ۷۷۵ھ

وتوفي سنة خمس وسبعين وسبعمائة والشيخ علاء الدين وسماه الكفاية في معرفة احاديث الهداية والشيخ جمال الدين بن عبد الله ابن يوسف الزيلعي سماه نصب الراية لاحاديث الهداية ولخصه احمد بن علي بن حجر العسقلاني المتوفى سنة اثنتين وخمسين وثمان مائة وسماه الدراية في منتخب احاديث الهداية كذا في كشف الظنون۔

(مقدمہ هدایہ اخیرین ص۳)

نے اور نام رکھا اس کتاب کا العنایہ بمعرفۃ احادیث الہدایہ اور تخریج کی ہے شیخ علاء الدینؒ نے اور نام رکھا اس کا الکفایۃ فی معرفۃ احادیث الہدایہ اور شیخ جمال الدین بن عبد اللہ علامہ زیلعیؒ نے اس کا نام نصب الرایہ رکھا اور نصب الرایہ کا خلاصہ لکھا حافظ ابن حجر عسقلانیؒ المتوفی ۸۵۲ھ نے اور نام رکھا اس کا الدرایۃ جیسا کہ کشف الظنون میں ہے۔

مولانا لکھنویؒ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ ہدایہ کی احادیث حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں اور اس کی باقاعدہ محدثین کرامؒ نے تخریج کی ہے اور شافعیہ کا طعن صاحب ہدایہ پر درست نہیں۔

ع یہ کاوشیں بے سبب ہیں کیسی کدورتوں کی کچھ انتہا بھی
زبان رکھتے ہیں ہم بھی آخر کچھ تو پوچھو سوال کیا ہے

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب مولانا لکھنویؒ کا حوالہ بایں الفاظ ذکر کرتے ہیں۔ نیز لکھتے ہیں۔

ومن الفقهاء من ليس لهم حظ الا ضبط المسائل الفقهية من دون المهارة في الروايات الحديثية۔

(ایضاً ص۱۲) (عوام ص۶ تا ص)

ان فقہاء کو صرف فقہی مسائل اکٹھے کرنے سے دلچسپی تھی بغیر اس کے کہ انہیں علم حدیث کی بھی کچھ مہارت اور تجربہ ہو۔

الجواب

خواجہ صاحب جھوٹ بولنا سخت گناہ ہے من الفقہاء کا ترجمہ آپ نے بالکل غلط کیا ہے من الفقہاء کا ترجمہ ان فقہاء نہیں جیسا کہ آپ نے ترجمہ کیا ہے بلکہ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہیں فقہاء میں سے بعض ایسے ہیں کیونکہ من تبعیضیہ داخل ہے تو مطلب یہ ہوا کہ بعض فقہاء ایسے "۔ ہیں نہ کل فقہاء ایسے ہیں جیسا کہ آپ نے ترجمہ میں گڑبڑ کر کے تاثر دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔

خواجہ صاحب کا جھوٹ ۹

یہ خواجہ صاحب کا جھوٹ ۹ ثابت ہوا (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ)

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب نے مولانا لکھنویؒ سے ایک حوالہ نقل کیا ہے جس کا ترجمہ خواجہ صاحب نے یوں کیا ہے۔ صاحب ہدایہ کو دیکھو جو جلیل القدر حنفیوں میں سے ہیں اور رافعی شارح وجیز کو دیکھو جو بزرگ شافعیوں میں سے ہیں باوجود اتنے مشہور اور قابل اعتماد ہونے کے انہوں نے اپنی کتابوں میں ایسی روایات درج کر دی ہیں جن کا نام و نشان تک نہیں ملتا شیخ عبد الحق حنفی دہلویؒ فرماتے ہیں، مصنف ہدایہ ضعیف حدیثیں بیان

کرتے ہیں غالباً انہیں علم حدیث سے کوئی سروکار نہیں تھا (شرح سفر السعادہ) عوام ص۳

الجواب

مصنف ہدایہ کے متعلق ایسی بات لکھنا درست نہیں صاحب ہدایہ کی چند روایتیں ایسی ہیں جو حافظ ابن حجرؒ وغیرہ کو نہیں مل سکیں باقی سب ذخیرہ احادیث کا مشہور کتابوں میں موجود ہے اور جو روایتیں ابن حجرؒ وغیرہ کو نہیں مل سکیں ان میں سے بھی بعض راقم الحروف کو مل گئی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب ہدایہ بلند پایہ محدث ہے بلکہ حافظ الدنیا ہے۔ باقی رہا ضعیف حدیثیں بیان کرنا تو اگر اس سے یہ مراد ہو کہ صاحب ہدایہ نے تمام حدیثیں یا اکثر حدیثیں ضعیف بیان کی ہیں تو یہ بالکل غلط ہے اور اگر اس سے یہ مراد ہو کہ بعض حدیثیں ضعیف بیان کی ہیں تو یہ درست ہے مگر کیا کیا جائے کہ بعض حدیثیں تو صحاح ستہ میں بھی ضعیف ہیں تو کیا صحاح ستہ والوں کو علم حدیث سے کوئی سروکار نہیں تھا۔
(لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

خواجہ صاحب

خواجہ صاحب ملا علی قاریؒ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں۔ ہدایہ میں اوہام کی کثرت ہے جن کا ذکر علامہ عبد القادر حنفی نے اپنی کتاب عنایہ میں بھی کیا ہے (طبقات۔ بحوالہ الفوائد البہیہ مطبع یوسفی ص۴۲۔ عوام ص۳)

الجواب

خواجہ صاحب جب ملا علی قاریؒ و علامہ عبد القادر حنفیؒ وغیرہما نے ان اوہام کو بیان کر دیا ہے تو آپ کو کیا ضرورت ہے ان کے بیان کرنے یا اشارہ کرنے کی شاید سستی شہرت مطلوب ہوگی محترم! غلطی کا ہو جانا اور بات ہے اور اس پر عمل کرنا اور بات ہے مثلاً ایک حافظ قرآن مجید تراویح میں سناتا ہے اس کو غلطی لگ جاتی ہے مگر دوسرا حافظ اس غلطی پر متنبہ کرتا ہے تو وہ غلطی رواج نہیں پا سکتی اس طرح جہاں صاحب ہدایہ سے غلطی ہوئی ہے اس پر تنبیہ کر دی گئی ہے اس پر عمل حنفیوں نے نہیں کیا فلہٰذا

آپ کا یہ شرانگیز بیان قابل مذمت ہے

حفاظ حدیث سے اغلاط کا صدور

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

فليس من شرط الثقة ان لا يغلط ابداً فقد غلط شعبة و مالك و ناهيك بهما ثقة و نبلاً۔
(سیر اعلام النبلاء ص ۳۴/۷)

پس ثقہ راوی کی یہ شرط نہیں کہ اس سے غلطی کا کبھی صدور نہ ہوا ہو بے شک امام شعبہؒ و مالکؒ سے بھی غلطی کا صدور ہوا ہے اور ان کا ثقہ و جلیل القدر ہونا تجھے کافی و مسلم ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

فارنی اماماً من الكبار سلم من الخطاء والوهم فهذا شعبة وهو فی الذروة له اوهام وكذالك معمر والاوزاعی ومالك رحمة الله عليهم۔
(سیر اعلام النبلاء ص ۳۶/۷)

مجھے بڑے محدثین ائمہ میں سے کوئی ایسا امام دکھاؤ جس سے وہم اور خطا نہ ہوئی ہو یہ شعبہؒ چوٹی کے محدث ہیں اور ان سے کئی اغلاط ہوئے ہیں اور اسی طرح معمرؒ اور اوزاعیؒ و امام مالکؒ سب سے اوہام و اغلاط ہوئے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ نے یہاں تک فرما دیا ہے۔

من لم يخطئ فی الحديث فهو كذاب۔
(کامل ابن عدی ص ۱۱۳/۱)

جو محدث حدیث میں غلطی نہیں کرتا وہ کذاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے۔

امام بخاریؒ امام بخاریؒ چوٹی کے محدث ہیں مگر ان سے بھی بہت سے اوہام و اغلاط ہوئے ہیں۔ تاریخ کبیر میں راویوں کے سلسلہ میں جو ان سے اوہام واقع ہوئے ہیں اس پر امام ابوحاتمؒ نے کڑی نکتہ چینی کی ہے حتیٰ کہ ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بن ابی حاتمؒ نے ان اغلاط کو خطاء البخاری کے نام سے کتاب مرتب کر کے جمع کر دیا ہے اور دوسرے ائمہ رجال نے بھی موقعہ بموقعہ ان اغلاط پر تنبیہ کی ہے۔

وہم نمبر ۱ : حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں :

نافع بن الحارث. حدث عنه زیاد بن المنذر قال البخاری لم یصح حدیثه وهو کوفی (الخ) ولکن قول البخاری ههنا انه کوفی یرد علیه لان ابا داؤد بصری (لسان المیزان ج۶ ص۱۴۵)

نافع بن الحارث ابوداؤد ایک راوی ہے اس سے زیاد بن المنذر راوی نے حدیث بیان کی ہے اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث صحیح نہیں یہ کوفی ہے لیکن امام بخاریؒ کا اس مقام پر اس کو کوفی کہنا مردود ہے کیونکہ ابوداؤد بصری ہے کوفی نہیں

وہم نمبر ۲ : امام بخاریؒ نے ایک راوی محمد بن عمران نامی پر جرح کی ہے علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں :

کذا سماه البخاری وهو احمد بن عمران (میزان الاعتدال ج۱ ص۶۳)

امام بخاریؒ نے اس کا اس طرح نام لیا ہے حالانکہ اس کا نام احمد بن عمران ہے۔

وہم نمبر ۳ : ایک راوی ہے حرام بن حکیم جو ایک حدیث ذکر کرتا ہے لیکن

درجے والے ایک راوی نے اس حدیث کی دوسری سند میں غلطی سے اس کا نام حرام بن معاویہ کہہ دیا ہے، تو امام بخاریؒ نے ان کو دو مرد الگ الگ سمجھ کر دو راوی سمجھ لئے ہیں چنانچہ علامہ محمد احمد شاکر غیر مقلد فرماتے ہیں :

فقطعهما البخاری رجلین قال الخطیب وهم البخاری فی فصله بین حرام بن حکیم وبین حرام بن معاویة لانه رجلٌ واحد (تعلیقات شاکر علی الترمذی ص۱۹۳)

امام بخاریؒ نے ان کو دو شخص سمجھ لیا ہے خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ حرام بن حکیم و حرام بن معاویہ کے الگ کرنے اور دو راوی سمجھنے میں امام بخاریؒ سے بھول ہوئی ہے کیونکہ یہ ایک شخص ہے۔

وہم نمبر ۴ : عطاءؒ فرماتے ہیں :

قال عطاء التی کان رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یقسم لها بلغنا انها صفیة وکانت آخرهن موتا ماتت بالمدینة متفق علیه وقال رزین قال غیر عطاء هی سودة وهو اصح (مشکوٰۃ ص۲۸۰)

عطاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ زوجہ جس کی آپ باری مقرر نہیں کرتے تھے وہ صفیہؓ تھیں اور وہ سب ازواج مطہرات میں سے آخر میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئیں (بخاری ومسلم) اور محدث رزینؒ نے کہا کہ عطاءؒ کے علاوہ دوسرے حضرات سودہؓ کے متعلق کہتے ہیں اور یہی زیادہ صحیح ہے۔

اب بخاری و مسلم کی روایت میں دو وہم واقع ہوئے ہیں۔

(۱) حضرت صفیہؓ کی باری مقرر نہیں تھی۔

(۲) اور یہ کہ حضرت صفیہؓ سب سے آخر میں فوت ہوئیں۔ حالانکہ صحیح یوں ہے کہ حضرت سودہؓ کی باری مقرر نہیں تھی کیونکہ انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو ہبہ کر دی تھی اور حضرت صفیہؓ آخر میں فوت نہیں ہوئی کیونکہ وہ ۵۰ھ میں فوت ہوئی ہیں جب کہ حضرت سودہؓ ۵۵ھ میں اور حضرت عائشہؓ ۵۷ھ میں حضرت ام سلمہؓ ۶۲ھ میں فوت ہوئیں۔

وہم ۵: بخاری شریف ص ۳۸۹/۱ میں ہے۔ عن مجاہد عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأیت عیسی وموسی (الحدیث) ابن عمر لکھا گیا ہے اور بخاری شریف کے تمام نسخوں میں اس طرح لکھا ہوا ہے حالانکہ ابن عمر کے بجائے ابن عباس صحیح ہے دیکھئے فتح الباری و عینی وغیرہ۔

وہم ۶: بخاری شریف ص ۱۹۱/۱ میں حدیث ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بعض ازواج مطہرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ ہم میں سے پہلے کون آپ کو ملے گا آپ نے فرمایا کہ جس کا ہاتھ تم میں سے لمبا ہوگا تو ازواج مطہرات نے لکڑی لے کر اپنے ہاتھ ناپنے شروع کر دیئے اور سودہؓ کا ہاتھ سب سے لمبا ہوا بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ اس لمبائی سے مراد صدقہ خیرات کرنا ہے اور حضرت سودہؓ ہم سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے جا ملیں اور صدقہ و خیرات کے ساتھ محبت رکھتی تھیں۔ امام بخاریؒ نے اسی سند سے یہ حدیث تاریخ صغیر ص ۲۸ میں بھی ذکر فرمائی ہے اور اس سے پہلے ایک سند سے یوں بیان فرمایا ہے:

حدثنا یحیی بن سلیمان	کہ سعید بن ابی ہلال کہتا ہے

ثنا ابن وھب عن	کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا
عمرو عن سعید ابن ابی	کی وفات حضرت عمر رضی اللہ
ھلال قال توفیت سودۃ	عنہ کے دور میں ہوئی ہے۔
زوج النبی صلی اللہ علیہ	
وسلم فی زمن عمر۔	

لیکن یہ سند منقطع ہے کیونکہ سعید بن ابی ہلال کی ولادت ۷۰ھ میں ہے (تہذیب ص ۹۵/۴) جس نے حضرت عمرؓ کا دور تو کجا حضرت امیر معاویہؓ کا دور بھی نہیں پایا اس لیے یہ روایت قابل اعتماد نہیں امام بخاریؒ نے اسی تاریخ صغیر کے اسی صفحہ پر اس سے پہلے متصل سند سے بیان کیا ہے۔

ان عبد الرحمن بن ابزی	حضرت عبد الرحمن بن ابزیؓ فرماتے
اخبرہ انہ صلی مع عمر	ہیں کہ اس نے حضرت عمرؓ کے ساتھ
علی زینب یعنی ابنۃ جحش	حضرت زینب بنت جحشؓ کا جنازہ
فکانت اول نساء النبی	پڑھا پس یہ ازواج مطہرات میں سے
صلی اللہ علیہ وسلم موتا بعدہ	سب سے پہلی زوجہ مطہرہ تھیں وفات کے لحاظ سے

یہ سند متصل ہے اور اہل سیر کے موافق ہے تاریخ صغیر کے حاشیہ پر غیر مقلد محشی مولانا عبد الشکور اثری صاحب لکھتے ہیں:

وقع ھذا الحدیث فی کتاب	بخاری کتاب الزکوۃ میں بھی یہ
الزکوۃ من البخاری ایضاً	حدیث موجود ہے لیکن مسلم کی روایت
لکن فی روایۃ مسلم مصرح	میں صراحۃً موجود ہے کہ سب سے
انھا زینب وھو المعروف	پہلے فوت ہونے والی ازواج مطہرات
عند اہل العلم وعلیہ	میں سے حضرت زینب ہیں اور اہل

اتفاق اهل السیر جزم به النووی وسبقه الی نقل الاتفاق ابن بطال۔

علم کے ہاں یہی مشہور ہے اور اسی پر اہل تاریخ کا اتفاق ہے امام نوویؒ نے اسکی تصریح کی ہے اور اس سے پہلے ابن بطالؒ نے۔

وہم ۷ : بخاری شریف کتاب الطلاق ص۱۰۳۱/۲ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہؓ کے پاس گئے اور اس نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد کا شربت پلایا تو حضرت عائشہؓ نے حضرت صفیہؓ و حضرت سودہؓ کو ملا کر حضرت حفصہؓ کے خلاف پارٹی بنائی۔ حالانکہ یہ روایت درست نہیں اور بخاری ص۷۹۲/۲ میں بھی اس طرح غلط منقول ہے حالانکہ صحیح یوں ہے کہ حضرت عائشہ کی پارٹی میں حضرت حفصہؓ شامل تھیں بلکہ اصل پروگرام بنانے اور سوچنے والی ہی یہی دو تھیں اور شہد کا شربت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ کے گھر پیا تھا دیکھئے صحیح بخاری ص۷۹۲/۲ نیز ان دو پارٹیوں کا ذکر بخاری ص۳۵۱/۱ میں بھی موجود ہے جس سے معلوم ہوا کہ شربت پینے کا واقعہ حضرت حفصہؓ کے گھر نہیں ہوا تھا

وہم ۸ : بخاری شریف ص۲۸۵/۱ میں ہے۔

حتی اتی سوق بنی قینقاع فجلس بفناء بیت فاطمة۔

یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بازار بنی قینقاع میں تشریف لے گئے پس حضرت فاطمہؓ کے گھر کے صحن میں بیٹھ گئے۔

حالانکہ یہ بات درست نہیں کیونکہ حضرت فاطمہؓ کا گھر سوق بنی قینقاع میں نہیں تھا امام مسلمؒ نے صحیح روایت کیا ہے ثم انصرف حتی اتی فناء فاطمة (صحیح مسلم ص۲۸۴/۲) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوق قینقاع سے واپس آ

کر حضرت فاطمہؓ کے گھر کے صحن میں تشریف لائے۔

وہم ۹ : بخاری شریف ص۵۸۳/۲ میں ہے۔

قتل حمزة طعیمة بن عدی بن الخیار۔

کہ حضرت حمزہؓ نے طعیمہ بن عدی بن الخیار کو قتل کیا تھا۔

الخیار غلط ہے صحیح یوں ہے طعیمۃ بن عدی بن نوفل چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ وهو وهم والصواب ابن نوفل کما سیأتی فی غزوة احد ۱۲ فتح الباری بحوالہ حاشیہ بخاری : یہ غلطی ہے درست یوں ہے کہ یہ عدی بن نوفل ہے جیسا کہ عنقریب غزوہ احد میں اس کا ذکر آئے گا۔

وہم ۱۰ : امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ص۶۴۹/۲ میں حضرت ابن عمرؓ سے نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ کی تفسیر میں نقل کیا ہے قال یأتیها فی کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ عورتوں کی دُبُر فی جائز ہے (لاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم) اور خود امام بخاریؒ نے مارے شرم کے فی کے آگے دُبُرِھا کا لفظ نہ ذکر کر کے جگہ خالی چھوڑ دی ہے۔ لیکن یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ابن عمرؓ کی روایت غلط تھی تو اس کا ذکر امام بخاریؒ نے کیوں کیا ہے اگر صحیح تھی تو پھر دبر کے لفظ چھوڑنے اور شرم اور عار محسوس کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی جب کہ امام بخاریؒ بہت سے مقامات میں اس قسم کے الفاظ ذکر کرتے عار محسوس نہیں کرتے مثلاً

(۱) صحیح بخاری ص۳۷۸/۱ میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عروہ کافر کو جواباً کہا تھا : امصص بظر اللات (لات بُت کے بظر کو چوس) علامہ قسطلانی شارح بخاری لکھتے ہیں بفتح الباء وسکون الظاء المعجمة قطعة تبقی بعد الختان فی فرج المرأة (قسطلانی ص۴۶۲) بظر اس ٹکڑے کو کہتے ہیں

تو عورت کی شرمگاہ میں ختنہ کرنے کے بعد باقی رہ جاتا ہے۔

(۲) حضرت عبدالرحمن بن زبیر کے واقعہ میں ہے کہ اس کی عورت نے اپنے خاوند کی شکایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کرتے ہوئے کہا

وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ إِلَّا مِثْلُ	نہیں ہے اس کے پاس مگر مثل
الْهُدْبَةِ (صحیح بخاری ص ۶۳ ج ۲)	ھدبہ کے۔

ھُدبہ کہتے ہیں کہ کپڑے کے کنارہ کو لپیٹا جائے جب اس کو کھڑا کیا جائے تو نیچے گر جاتا ہے تو اس عورت نے اپنے خاوند کے آلہ تناسل کو ھدبہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن زبیرؓ نے اس عورت کے جواب میں کہا کَذَبَتْ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّیْ لَاَنْفُضُهَا نَفْضَ الْاَدِيْمِ وَلٰكِنَّهَا نَاشِزٌ تُرِيْدُ رِفَاعَةَ (صحیح بخاری ص ۸۶۶ ج ۲) اس عورت نے جھوٹ بولا ہے خدا کی قسم یا رسول اللہ میں اس کو ایسے جھنجھوڑتا ہوں جیسے چمڑے کو دباغت کے وقت نچوڑا جاتا ہے لیکن یہ نافرمان ہے رفاعہ پہلے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہے۔

(۳) صحیح بخاری ص ۱۰۹۵ ج ۲ میں ہے کہ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں:

فَنَأْتِيْ عَرَفَةَ تَقْطُرُ	پس عرفہ کو ہم اس حالت میں
مَذَاكِيْرُنَا الْمَذْيَ۔	آئے کہ ہمارے آلہ تناسل مذی بہا رہے تھے

ان چند مثالوں سے ثابت ہوا کہ امام بخاریؒ اس قسم کے خطرناک الفاظ کے بیان کرنے سے ہرگز نہیں گھبراتے اور اس مقام میں دبر کے لفظ بیان کرنے سے جو گھبرا رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی دبر زنی کرنا بےحیائی کا کام ہے لہٰذا اس فعل ناپسندیدہ سے گھبرا رہے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے امام بخاریؒ کس چیز کی تعلیم دے رہا ہے

ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک حنفی نے اہلحدیث لڑکی سے نکاح کیا وہ لڑکی ہر وقت خاوند کو بخاری شریف پر عمل کرنے کی ترغیب دیتی رہتی تھی ایک دفعہ

خاوند نے اس لڑکی کو کہا کہ آج الٹی لیٹ جا میں نے تیری دبر زنی کرکے بخاری شریف پر عمل کرنا ہے اس عورت نے کہا کہ بخاری میں کیا یہ بات موجود ہے تو خاوند نے بخاری کا یہ صفحہ کھول کر علامہ وحید الزمان غیر مقلد کا ترجمہ اردو بخاری پڑھ کر سنایا عورت کہنے لگی مجھے معاف کردو آئندہ بخاری پر عمل کرنے کے لیے میں تجھے تنگ نہیں کروں گی۔

بہرحال امام بخاریؒ نے مرفوع حدیثوں کے مقابلہ میں ایک موقوف اثر کو لے کر احتجاج کرکے سخت خطاء کا ارتکاب کیا ہے جب کہ اس موقوف اثر میں بھی اضطراب ہے حضرت ابن عمرؓ سے اس فعل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا کوئی مسلم بھی اس فعل کا ارتکاب کرے گا۔ (احکام القرآن للجصاص ص ۳۵۲ ج ۱ وتلخیص الحبیر ص ۱۸۵ ج ۳)

وہم ۱۱: بخاری شریف ص ۶۹۹ ج ۲ میں ہے کہ حضرت حسانؓ بن ثابت حضرت عائشہؓ سے اجازت مانگ کر ان کے پاس تشریف لائے تو مسروقؒ فرماتے ہیں:

قلت لہ تدعین مثل ھذا	میں نے حضرت عائشہؓ کو کہا ایسے
یدخل علیک وقد	شخص کو تو اپنے پاس چھوڑتی ہے
انزل اللہ والذی	جس کے بارے میں یہ آیت نازل
تولی کبرہ منھم	ہوئی ہے اور وہ شخص جس نے بڑا بوجھ اس
لہ عذاب عظیم	بہتان کا اٹھایا اس کے واسطے بڑا عذاب
فقالت وای عذاب	ہے حضرت عائشہؓ نے جواب میں کہا اس
اشد من العمی	سے بڑا عذاب کیا ہوگا کہ یہ اندھا ہو گیا ہے
وقد کان یرد عن رسول	لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔	سے دفاع کرتا تھا۔

حافظ ابن کثیرؒ تفسیر ص ۲۷۲ ج ۳ میں فرماتے ہیں کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ اس آیت کا مصداق رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ہے مجاہدؒ کے علاوہ بہت

سے محدثین و مفسرین نے بھی تفسیر کی ہے اور پہلے (صفحہ ۶۹ ج ۲) میں حدیث کے اندر صراحۃً گذرا کہ اس آیت سے مراد عبداللہ بن ابی ہے اور ایک قول یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ اس سے مراد حضرت حسانؓ بن ثابت ہیں۔

وهو قول غريب ولولا انه وقع في صحيح البخاري ما تد يدل على ايراد ذالك لما كان لايراده كبير فائدة فانه من الصحابة الذين لهم فضائل ومناقب ومآثر واحسن مآثره انه كان يذب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بشعره وهو الذي قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم هاجهم وجبريل معك

اور یہ تفسیر ضعیف ہے اگر یہ بخاری میں نہ ہوتی تو اس کے بیان کرنے کا کوئی خاص فائدہ نہ تھا کیونکہ حضرت حسانؓ ان صحابہ کرامؓ میں سے ہیں جن کے بہت فضائل و مناقب اور خصوصیات بیان کی گئی ہیں اور حضرت حسانؓ کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ شعروں کے ذریعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دفاع کرتا تھا اور یہ کہ آپؐ نے فرمایا ان کا مقابلہ کر جبرائیل تیرے ساتھ ہے۔

امام بخاریؒ سے زبردست بھول واقع ہوئی ہے کہ عبداللہ بن ابی کو چھوڑ کر اس آیت سے حضرت حسانؓ مراد لے لیا ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون) صحابہ کرامؓ کو بھلائی و اچھائی سے ذکر کرنا چاہیے یہی اہلسنت والجماعت کا اصول و ضابطہ ہے اور ایسی باتوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے جن میں صحابہؓ کی توہین نکلتی ہو۔

وہم نمبر ۱۷ : عطاء الخراسانی کو امام بخاریؒ نے ضعیف راویوں میں درج کیا ہے دیکھئے کتاب الضعفاء الصغیر ص۸۱ امام البخاریؒ ص۲۷۸ و تہذیب التہذیب ص۲۱۴ لیکن امام بخاریؒ نے پھر اس کی حدیث صحیح بخاری میں دو مقام پر درج کر دی ہے چنانچہ بخاری شریف ص۷۳۲ ج۲ سورۃ نوح میں ہے

حدثنا ابراهيم بن موسى قال اخبرنا هشام عن ابن جريج وقال عطاء عن ابن عباس۔ اس عطاء سے مراد عطاء خراسانی ہے۔

دلیل نمبر ۱ : علامہ شعیب الارنؤوط غیر مقلد لکھتے ہیں :

بل هو عطاء الخراساني فقد اخرج عبد الرزاق الحديث في تفسيره عن ابن جريج فقال اخبرني عطاء الخراساني عن ابن عباس (حاشیہ سیر اعلام النبلاء ص۸۴)

بلکہ یہ عطاء خراسانی ہے محدث عبدالرزاقؒ نے اپنی تفسیر میں اس کو اس سند سے بیان کیا ہے عن ابن جریج فقال اخبرنی عطاء الخراسانی عن ابن عباس۔

دلیل نمبر ۲ : علامہ قسطلانیؒ شارح بخاری بھی اس مقام میں عطاء سے مراد الخراسانی لیتے ہیں (حاشیہ بخاری ص۷۳۲ ج۲)

دلیل نمبر ۳ : امام بخاریؒ کے استاد محترم فرماتے ہیں :

قال علي بن المديني في العلل سمعت هشام بن يوسف قال قال لي ابن جريج سألت عطاء يعني ابن ابي رباح عن

امام علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں اپنی کتاب العلل میں کہ میں نے ہشام بن یوسف سے سنا اس نے کہا کہ مجھے ابن جریج نے بتایا کہ میں نے عطاء بن ابی رباح تفسیر

التفسير من البقرة و آل عمران فقال اعفني من هذا قال هشام فكان بعد اذا قال عطاء عن ابن عباس قال الخراساني قال هشام فكتبنا حينا ثم مللنا قال علي بن المديني يعني كتبنا انه عطاء الخراساني قال علي و انما كتبت هذه القصة لان محمد بن ثور كان يجعلها عطاء عن ابن عباس فيظن من حملها عنه انه ابن ابي رباح. (تهذیب ص۲۱۳ تا ص۲۱۴)

سورۃ بقرہ و سورہ آل عمران کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا کہ مجھے معاف کر دو اس سے ہشامؒ کہتے ہیں کہ ابن جریج اس کے بعد جب عطاء عن ابن عباس کہتے تو الخراسانی کا لفظ بھی ساتھ ہی ذکر کرتے ہشامؒ کہتے ہیں پہلے تو ہم عطاء عن ابن عباس لکھتے رہے بعد میں ہم نے عطاء الخراسانی لکھنا شروع کر دیا علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ قصہ تفصیل کے ساتھ میں نے اس لیے لکھ دیا ہے کہ محمد بن ثور عطاء عن ابن عباس کی سند سے روایت بیان کرتا ہے تو اس سے لینے والا یہ گمان نہ کرے کہ عطاء سے مراد یہاں ابن ابی رباح ہے۔

امام بخاریؒ نے بھی یہ سند ہشام عن ابن جریج وقال عطاء عن ابن عباس سے بیان کی ہے اور یہی ہشام بن یوسف تو ہے جس نے سارا قصہ کھول کر رکھ دیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

دلیل نمبر۲: ابو مسعود دمشقیؒ نے بھی امام بخاریؒ کی ان دو حدیثوں کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ابن جریج عن عطاء الخراسانی سے ہیں

اور ابن جریج نے عطاء خراسانی سے حدیث نہیں سنی ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ مؤلف ابو مسعود دمشقی کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ ان دونوں حدیثوں میں عطاء الخراسانی واقع ہے اور امام بخاریؒ کا بھول جانا یقینی ہے کیونکہ عطاء الخراسانی نے ابن عباسؓ سے نہیں سنا اور ابن جریج نے تفسیر عطاء الخراسانی سے نہیں سنی فلہذا یہ دونوں حدیثیں دو جگہ میں منقطع ہیں اور امام بخاریؒ نے گمان کیا ہے کہ یہ عطاء بن ابی رباح ہوگا (تہذیب ص۲۱۳)

حافظ ابن حجرؒ نے امام بخاریؒ کو اس وہم سے بچانے کی کوشش کی ہے مگر یہ کوشش ان کی احتمالی ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے بھی سیر اعلام النبلاء میں پہلے (ع) کا رمز لکھ کر یعنی صحاح ستہ کا راوی ہے عطاء الخراسانی پھر اس کا مرجوح ہونا ذکر کیا ہے لیکن بغیر دلیل کے ان صریح دلائل کی موجودگی میں محض احتمالی چیز سے انکار کرنا مکابرہ ہے اور بخاری ص۷۹۶ جلد۲ میں بھی اسی سند سے ایک روایت مروی ہے۔ جب ہشام نے خود فیصلہ کر دیا ہے جیسا کہ علی بن المدینیؒ نے کتاب العلل میں نقل کیا ہے تو اس ہشام کی سند سے عطاء بن ابی رباح کا احتمال نکالنا کس طرح بھی صحیح نظر نہیں آتا ہاں ہشام بن یوسف کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے روایت ابن جریج عن عطا کرتا تو احتمال نکالا جا سکتا تھا لیکن پھر بھی احتمال تھا۔

وہم نمبر۱۳: امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ص۸۴۷ جلد۲ میں حدیث نقل کی ہے۔

لا يتمنين احدكم الموت من ضر اصابه فان كان لا بد فاعلا فيقل اللهم احيني

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ہرگز موت کی تمنا نہ کرے کسی دکھ کی وجہ سے جو اسے پہنچا ہو اگر تمنا کرنی ضروری

ما كانت الحيوة خيرا لى وتوفنى اذا كانت الوفاة خيرا لى۔

بھی ہو جائے تو یوں کہے کہ اے اللہ تو مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور مجھے موت دے اگر موت میرے حق میں بہتر ہو۔

لیکن امام بخاریؒ کو جب حاکم بخارا وغیرہ سے تکلیف پہنچی تو آپؒ نے موت کی دعا کی اور اس حدیث کو بھلا دیا۔ موت کی دعا کا ذکر تاریخ بغداد ص ۳۴/۲ وطبقات الشافعیۃ الکبریٰ ص ۱۳/۲ میں موجود ہے۔ اگرچہ امام بخاریؒ کے لیے یہ تاویل کی گئی ہے کہ یہ تکلیف ان کو دین کی وجہ سے پہنچی تھی اس لیے ان کے لیے موت کی دعا مانگنا جائز تھا مگر اس کے باوجود نواب صدیق حسن خاں صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں۔

ولكن كان ينبغى له ان يدعو بهذا الدعاء الجائى عن النبى صلى الله عليه وسلم لا بتلك المقالة والجواد قد يكبو والسيف قد ينبو۔ (نزل الابرار بالعلم الماثور من الادعية والاذكار ص ۲۷۷)

اور لیکن امام بخاریؒ کے لیے مناسب یہ تھا کہ وہ اس آگے والی دعا جو حدیث میں آرہی ہے سے دعا کرتے نہ اس مقالہ سے جو انہوں نے دعا مانگی ہے اور سوار کبھی گر جاتا ہے اور تلوار نشانے سے چوک جاتی ہے۔

وہم ۱۴: مقسم عن ابن عباس کی سند سے امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں روایت لی ہے لیکن اس کے باوجود امام بخاریؒ نے ضعفاء راویوں میں بھی ذکر کیا ہے علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

والعجب ان البخارى اخرج له فى صحيحه وذكره فى كتاب الضعفاء (میزان ص ۱۷۶/۴)

تعجب کی بات ہے کہ امام بخاریؒ نے مقسم کی سند سے صحیح بخاری میں روایت ذکر کی ہے اور اس راوی کو کتاب الضعفاء میں بھی ذکر کر دیا ہے

وہم ۱۵: ایوب بن صالح بن عائذ کو امام بخاریؒ نے ارجاء کی وجہ سے ضعیف راویوں میں شمار کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود صحیح بخاری میں اس کی روایت درج کر دی ہے علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

وكان من المرجئة قاله البخارى واورده فى الضعفاء لارجائه والعجب من البخارى يغمزه وقد احتج به لكن له عنده حديث (میزان ص ۲۸۹/۱)

امام بخاریؒ نے کہا ہے ایوب بن عائذ مرجئہ گروہ میں سے ہے اور ارجاء کی وجہ سے امام بخاریؒ نے اس کو ضعفاء میں داخل کیا ہے اور تعجب تو یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس راوی کو ضعیف بھی قرار دیتا ہے اور صحیح بخاری میں اس سے حجت بھی پکڑتا ہے لیکن بخاری میں اس راوی کی ایک حدیث ہے

وہم ۱۶: امام بخاریؒ ایک مجہول راوی الحکم بن عتیبۃ بن نہاس کوفی اور مشہور امام حکم بن عتیبہؒ کو ایک شخص بناتا ہے علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

وقد جعل البخارى هذا والحكم بن عتيبة الامام المشهور واحدا فعد من اوهام البخارى (میزان ص ۵۷۷/۱)

اور بے شک امام بخاریؒ اس مجہول راوی اور مشہور امام حکمؒ کو ایک ہی شخص سمجھتا ہے پس امام بخاریؒ کے یہ اوہام میں شمار کیا گیا ہے۔

وہم ۱۷: نعیم بن حماد المروزی الفرضی الاعور سے امام بخاریؒ نے صحیح

بخاری میں دو مقام پر احتجاج کیا ہے دیکھئے صحیح بخاری ص۵۶ ج۱ و ص۴۳۳ ج۱ حالانکہ یہ راوی سخت قسم کا ضعیف ہے حتیٰ کہ جھوٹی حدیثیں بھی بنا لیا کرتا تھا حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں روی عنہ البخاری مقرونا (تہذیب ص۴۵۸) کہ امام بخاری نے نعیم بن حماد سے مقروناً یعنی متابعۃً روایت لی ہے یعنی احتجاج نہیں کیا۔ لیکن ابن حجرؒ کی یہ بات درست نہیں خود حافظ صاحب نے اپنی بات کی تردید مقدمہ فتح الباری میں کر دی ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ لقیہ البخاری ولکنہ لم یخرج عنہ فی الصحیح سوی موضع او موضعین وعلق لہ اشیاء اخر (مقدمہ فتح الباری ص۴۴۷) امام بخاریؒ کی ملاقات نعیم بن حماد سے ثابت ہے لیکن امام بخاریؒ نے اس سے ایک یا دو مقام میں احتجاج کیا ہے اور باقی روایتیں کچھ معلق ہیں علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

قالوا ان نعیم بن حماد من رجال تعلیقات البخاری لکن مسانیدہ و یردہ ھذا الاسناد فانہ وقع ھھنا فی المسند ایضا علی ان الحاکم صرح فی مستدرکہ فی کتاب الجنائز ان البخاری احتج بنعیم بن حماد فطاح ما اختالوا بکونہ من رجال التعلیقات وقد

بعض حضرات نے کہا ہے کہ نعیم بن حماد بخاری کی معلق روایتوں کے راویوں میں سے ہے لیکن یہ سند ان لوگوں کی تردید کرتی ہے کیونکہ یہاں مسنداً ہے اس کے علاوہ امام حاکمؒ نے مستدرک کتاب الجنائز میں تصریح کی ہے کہ امام بخاریؒ نے نعیم بن حماد کے ساتھ احتجاج کیا ہے پس بعض حضرات کا حیلہ ناکام ہو گیا جو نعیم کو تعلیقات کے راویوں میں سے شمار کرتے ہیں

تکلمنا فی نعیم بن حماد ھذا ثم ان ابن الجوزی ادخل ھذا الحدیث فی الموضوعات الخ

(فیض الباری ص۲۶ جلد۳)

تھے اور ہم نے نعیم پر اپنے مقام میں جرح نقل کی ہے پھر ابن الجوزیؒ نے تو بخاری کی اس روایت کو موضوع (من گھڑت) روایتوں میں شمار کیا ہے۔

محدث ابو الفتح الازدیؒ فرماتے ہیں:

قالوا کان یضع الحدیث فی تقویۃ السنۃ وحکایات مزورۃ فی ثلب ابی حنیفۃ کلھا کذب۔

(تہذیب ص۴۶۲ ج۱۰)

محدثین کرامؒ نے فرمایا ہے کہ نعیم بن حماد سنت کو رواج دینے کیلئے جھوٹی حدیثیں بھی از خود گھڑ لیا کرتا تھا اور امام ابو حنیفہؒ کی تنقیص میں جھوٹی حکایتیں بھی بنا لیا کرتا تھا

امام ابو البشر دولابیؒ فرماتے ہیں:

نعیم یروی عن ابن المبارک قال النسائی ضعیف وقال غیرہ کان یضع الحدیث فی تقویۃ السنۃ وحکایات فی ثلب ابی حنیفۃ کلھا

نعیم بن حماد عبد اللہ بن مبارکؒ سے روایت کرتا ہے (یعنی ابن المبارک کا شاگرد ہے) امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ یہ نعیم ضعیف ہے اور نسائیؒ کے علاوہ بعض کہتے ہیں کہ یہ نعیم سنت کو تقویت پہنچانے کے لیے جھوٹی حدیثیں گھڑ لیا کرتا تھا اور امام ابو حنیفہؒ کی تنقیص

کذاب	کرنے کیلئے حکایتیں بھی بیان کرتا تھا جو
(تھذیب ص ۴۶۲ ج ۱۰ تا ص ۴۶۲)	سب جھوٹ پر مبنی ہیں۔

مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ غیر مقلد محدث سبط ابن العجمی کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

(کان نعیمٌ) یضع الاحادیث فی تقویة السنة وحکایات مزورة فی ثلب نعمان کلھا کذب	نعیم سنت کی تقویت میں حدیثیں بنا لیا کرتا تھا اور جھوٹی حکایتیں بھی امام ابو حنیفہ نعمانؒ کی عیب گوئی میں جو سب کی سب جھوٹ ہیں۔

(نھایة السئول فی رواة الستة الاصول)

(تاریخ اہل حدیث ص ۲۳)

امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں:

عند نعیم نحو عشرین حدیثا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس لھا اصل؟	نعیم بن حماد کے پاس بیس حدیثیں ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے جبکہ وہ بے اصل ہیں (یعنی جھوٹی و باطل ہیں)
(تھذیب ص ۴۶۱)	

نعیم بن حماد نے ایک حدیث یوں گھڑی ہے (ترجمہ ملاحظہ کرو)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت ستر سے کچھ اوپر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان تمام فرقوں میں میری امت کے حق میں زیادہ

فتنہ گروہ جماعت ہوگی جو امور کو اپنے رائے سے قیاس کرے گی پس وہ حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا دے گی۔ (تاریخ بغداد ص ۳۰۷ جلد ۱۳ و میزان ص ۲۶۸ جلد ۴)

محمد بن علی المروزیؒ کہتے ہیں میں نے اس حدیث کے بارے میں محدث یحیی بن معین سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا (لیس لہ اصل) اس کا کوئی ثبوت نہیں میں نے پوچھا اس حدیث کا راوی نعیم بن حماد کیسا ہے تو امام یحییؒ نے فرمایا ثقہ ہے میں نے کہا ثقہ کس طرح باطل و جھوٹی روایت کرسکتا ہے (کیف یحدث ثقة بباطل) تو یحیی بن معینؒ نے فرمایا کہ اس پر حدیث رل مل گئی ہے۔ محدث ابوزرعہؒ فرماتے ہیں میں نے محدث دحیمؒ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو محدث دحیمؒ نے کہا اس حدیث کی سند مقلوب (یعنی بگاڑ دی گئی) ہے محدث ابوزرعہؒ کہتے ہیں میں نے یحیی بن معینؒ سے اس حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کو منکر (ضعیف واوپری) قرار دیا میں نے کہا کہ پھر یہ کہاں سے لائی گئی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ نعیم کو اس میں شبہ واقع ہوا ہے محدث عبد الغنی المصریؒ فرماتے ہیں:

کل من حدث بہ عن عیسی بن یونس غیر نعیم بن حماد فانما اخذہ من نعیم وبھذا الحدیث سقط نعیم عند کثیر من اھل العلم بالحدیث الا ان یحیی بن معین	کہ عیسی بن یونس سے جس نے بھی نعیم بن حماد کے علاوہ یہ روایت لی ہے تو وہ نعیم ہی کے طریق سے ہے اور اس حدیث کی وجہ سے نعیم بن حماد کا وقار بہت سے محدثین اہل علم کی نظروں میں گر گیا مگر اس کے باوجود یحیی بن معین

لم یکن ینسبہ الی الکذب بل کان ینسبہ الی الوھم (تھذیب صفحہ ۴۶۱ ج ۱۰)

پھر بھی نعیم کو جھوٹ کے ساتھ منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ وہم و خطاء کی طرف منسوب کرتے تھے۔

امام یحییٰ بن معینؒ کا جو نعیم بن حماد کے بارے میں حسن ظن تھا جس کی وجہ سے وہ نعیم کو ثقہ کہتے تھے بعد میں وہ ختم ہو گیا تھا چنانچہ صالح بن محمد الاسدیؒ فرماتے ہیں:

وسمعت یحیی بن معین سئل عنہ فقال لیس فی الحدیث بشیٔ۔ (تھذیب صفحہ ۴۶۱ ج ۱۰)

میں نے یحییٰ بن معین سے سنا جب ان سے پوچھا گیا نعیم کے بارے میں تو انہوں نے فرمایا کہ حدیث میں یہ کچھ بھی نہیں (یعنی صفر ہے)

علامہ ذہبیؒ۔ احمد بن عبدالرحمٰن بن وھب المصری کے ترجمہ میں اس حدیث کے جواب میں لکھتے ہیں:

فھذا انما یعرف بنعیم بن حماد عن عیسی وسرقہ منہ سوید بن سعید والحکم بن المبارک الخاشتی وعبدالوھاب بن الضحاک (میزان صفحہ ۱۳ ج ۱)

پس یہ حدیث نعیم بن حماد عن عیسی کے طریق سے ہی پہچانی گئی ہے باقی سوید بن سعید و عبدالوہاب بن الضحاک والحکم بن المبارک سب چور ہیں۔

اور علامہ ذہبیؒ سوید بن سعید کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

قال ابن عدی وھذا انما یعرف بنعیم

محدث ابن عدیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث صرف نعیم بن حماد عن

بن حماد عن عیسی (میزان صفحہ ۲۴۹ ج ۲)

عیسی کے طریق سے مروی ہے (یعنی اس حدیث کا بانی صرف نعیم ہے)

یہ وہ حدیث ہے جس کو غیر مقلدین حضرات فقہ حنفیہ کی مذمت میں جھوم جھوم کر گاتے ہیں اور سرور کی لہر میں آکر اپنے رسالوں اور کتابوں میں بھی لکھ مارتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی نسبت کرتے ہیں کیونکہ ان کا آقا نعیم بن حماد بھی سنت کی تقویت میں اور قیاس و رائے کی مذمت میں جھوٹی روایتیں بنایا کرتا تھا۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

وھو مع امامتہ منکر الحدیث (الی) وقال النسائی ضعیف وقال ابوسعید بن یونس روی احادیث مناکیر۔ (تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۲)

اور وہ نعیم باوجود امام ہونے کے منکر الحدیث (ضعیف) ہے اور امام نسائیؒ نے بھی ضعیف کہا ہے اور محدث ابوسعید بن یونسؒ نے کہا کہ اس نے منکر حدیثیں روایت کی ہیں۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

وکان من اوعیۃ العلم ولا یحتج بہ (تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۲)

علم کے برتنوں میں سے ایک برتن تھا مگر حجت کے قابل نہیں ہے۔

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے الامراء من قریش۔ (کہ امراء یعنی حاکم وقت قریش کے قبیلہ سے ہوں گے)۔ جس کی سند یوں ہے شعیب عن الزھری کان محمد بن جبیر یحدث عن معاویۃ مگر نعیم بن حماد نے اس حدیث

کی سند یوں بنا دی ہے عن ابن المبارک عن الزھری عن محمد بن جبیر عن معاویۃ ۔ محدث صالح بن محمد الاسدیؒ فرماتے ہیں کہ نعیم بن حماد نے ایک تو یہ غلطی کی ہے کہ روایت منقطع تھی کیونکہ زہریؒ نے جب کسی اسناد سے روایت نہیں سنی ہوتی تو یوں بیان کرتے ہیں۔ کان فلان یحدث جیسے یہاں اس سند میں کان محمد بن جبیر یحدث کہا ہے مگر نعیم نے اس کو عن محمد بن جبیر بنا کر متصل کر دیا ہے۔ دوسری غلطی یہ کہ اس حدیث کو ابن المبارکؒ سے روایت کر دیا ہے محدث الاسدیؒ فرماتے ہیں :

ولیس لھذا الحدیث اصل من ابن المبارک ولا ادری من این جاء بہ نعیم وکان نعیم یحدث من حفظہ وعندہ مناکیر کثیرۃ لا یتابع علیھا (تھذیب ص ۴۶۱ ج ۱۰)

اور اس حدیث کا عبداللہ بن مبارکؒ سے کوئی ثبوت نہیں ہے اور میں نہیں جانتا کہ نعیم بن حماد کہاں سے ایسی روایتیں لیتا ہے اور نعیم اپنے حافظہ سے روایت کرتا ہے اور اس کے پاس ایسی اوپری روایتیں ہیں جن پر متابعت موافقت نہیں کی گئی۔

محدث ابو زرعہ الدمشقیؒ فرماتے ہیں :

عرضت علی دُحیم حدیثاً حدثنا ہ نعیم بن حماد عن الولید بن مسلم عن ابن جابر عن ابن ابی زکریا عن رجاء بن حیوۃ عن

میں نے محدث دُحیمؒ پر حدیث پیش کی جو کہ ہمیں نعیم بن حماد نے ولید بن مسلم عن ابن جابر عن ابن ابی زکریا عن رجاء بن حیوۃ عن النواس ابن سمعان

النواس ابن سمعان اذا تکلم اللہ بالوحی فقال دُحیم لا اصل لہٗ ۔ (میزان ص ۲۶۸ تا ص ۲۶۹)

کے طریق سے بیان کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ وحی کے ساتھ کلام کرتا ہے تو دحیم نے کہا کہ اس کا کوئی اصل نہیں ہے۔ (یعنی باطل ہے)

امام احمدؒ نے اگرچہ اس کو ثقہ کہا تھا لیکن بعد میں اس کی مذمت کرتے تھے چنانچہ تہذیب ص ۴۵۹ جلد ۱۰ میں ہے۔

ثم ذمّہٗ بانہٗ کان یروی عن غیر الثقات ۔

پھر امام احمد نے مذمت کی کیونکہ نعیم غیر ثقہ راویوں سے روایت کرتا تھا

نعیم کی بات میں تعارض

علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال ص ۲۶۹ جلد ۴ میں لکھتے ہیں۔

وقال نعیم بن حماد سمعت ابن عیینۃ یقول لقد اتی ھشام امراً عظیماً بروایتہ عن الحسن فقیل لنعیم لم قال لانہ کان صغیراً قلت بل کان رجلاً تاماً وقد بلغنا عن نعیم بن حماد ایضاً عن ابن عیینۃ قال کان ھشام اعلم الناس بحدیث الحسن۔

ترجمہ: نعیم بن حماد نے کہا کہ میں ابن عیینہؒ سے سُنا وہ کہتے تھے ہشام بن حسانؒ نے حسن بصریؒ سے روایت کر کے بہت خطرناک کام کا ارتکاب کیا ہے نعیم بن حماد سے پوچھا گیا کہ کیوں تو اس نے کہا چونکہ ہشام چھوٹا تھا حسن بصریؒ کے دور میں میں (ذہبیؒ) کہتا ہوں چھوٹا نہ تھا بلکہ پورا کامل مرد تھا اور ہمیں نعیم بن حماد عن ابن عیینہ کے طریق سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ہشام لوگوں سے زیادہ حسن بصریؒ کی حدیث کو جانتا تھا۔

یہ ہے نعیم بن حماد کی حالت کبھی ہشام عن الحسن کی حدیث کو خطرناک کہتا ہے اور خواہ مخواہ ہشام کو طفل مکتب قرار دے کر اس کی حدیث کو ردّ کرنا چاہتا ہے اور کبھی اعلم الناس بنا دیتا ہے۔

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

امام اعظمؒ و نعیم بن حماد

امام اعظمؒ جہمیہ معطلہ وغیرہ فرقوں کے سخت دشمن تھے حتیٰ کہ جہم بن صفوان کو حضرت امام ابو حنیفہؒ نے کافر تک کہہ دیا ہے چنانچہ حوالے ملاحظہ ہوں۔

حوالہ ۱ : الحمانیؒ کہتے ہیں :

سمعت ابا حنیفة یقول جهم بن صفوان کافر۔

میں نے امام ابو حنیفہؒ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جہم بن صفوان کافر ہے۔ (تاریخ بغداد ص ۳۷۲/۱۳)

حوالہ ۲

قال ابو حنیفة اتانا من المشرق رأیان خبیثان جهم معطل ومقاتل مشبه۔ (تاریخ بغداد ص ۳۷۶/۱۳)

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ ہمارے پاس مشرق کی جانب سے دو خبیث نظریے آئے ہیں ایک جہم کا جو تعطیل باری تعالیٰ کا قائل ہے دوسرا مقاتل بن حیان کا جو تشبیہ باری تعالیٰ کا قائل ہے۔

حوالہ ۳

عن ابی یوسف ان ابا حنیفة کان یذم جهما و یعیب قوله۔ (تاریخ بغداد ص ۳۷۶/۱۳)

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ جہم بن صفوان کی مذمت کرتے تھے اور اس کے قول و نظریہ کو برا سمجھتے تھے اور اس پر عیب لگاتے تھے۔

حوالہ ۴

بشر بن الولید قال سمعت ابا یوسف یقول قال ابو حنیفة صنفان من شر الناس بخراسان الجهمیة والمشبهة (تاریخ بغداد ص ۳۷۶/۱۳)

بشر بن الولید کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسفؒ سے سنا وہ کہتے کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا خراسان میں دو گروہ مخلوق خدا میں سے بدترین لوگ ہیں جہمیہ اور مشبہہ فرقہ

حوالہ ۵

محمد بن سابق یقول سألت ابا یوسف فقلت اکان ابو حنیفة یقول القرآن مخلوق قال معاذ الله ولا انا اقوله فقلت اکان یری رأی جهم قال معاذ الله ولا انا اقوله رواته ثقات۔

محمد بن سابق کہتے ہیں میں نے امام ابو یوسفؒ سے سوال کیا کہ کیا امام ابو حنیفہؒ قرآن مجید کو مخلوق کہتے تھے امام ابو یوسفؒ نے فرمایا معاذ اللہ اور نہ میں مخلوق ہونے کا قائل ہوں پھر میں نے پوچھا کہ امام ابو حنیفہؒ جہم بن صفوان کے نظریہ کو قبول کرتے تھے تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا معاذ اللہ اور نہ میں جہم کے نظریہ کا قائل ہوں امام جہم حنفیؒ فرماتے ہیں کہ

(کتاب الاسماء والصفات للبیہقی ص۲۵۱)	حکایت کے تمام راوی ثقہ (معتبر) ہیں۔

حوالہ ۶: امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں:

کلمت ابا حنیفۃ رحمہ اللہ	میں نے امام ابو حنیفہؒ سے پورا
سنۃ جرداء فی ان	سال مکالمہ کیا اس بارے
القرآن مخلوق ام لا فاتفق	میں کہ قرآن مجید مخلوق ہے یا نہ
رأیہ ورأیی علی ان من	پس ان کی اور میری رائے اس
قال القرآن مخلوق فھو	بات پر متفق ہوگئی کہ جو قرآن کو
کافر قال ابو عبد اللہ رواۃ	مخلوق کہتا ہے وہ کافر ہے امام
ھذا کلھم ثقات	حاکمؒ فرماتے ہیں اس روایت کے
(کتاب الاسماء والصفات ص۲۵۱)	تمام راوی ثقہ ہیں۔

امام اعظمؒ سے اس قسم کے اور بھی چند حوالے پیش کیے جا سکتے ہیں مگر بحث طویل ہو جائے گی امام ابو یوسفؒ کے نظریہ کی صراحت بھی آگئی ہے امام محمدؒ کا ایک حوالہ بھی گوش گذار کر لیں۔

الحارث ابن ادریس یقول	الحارث بن ادریس کہتے ہیں میں
سمعت محمد بن الحسن الفقیہ	نے امام محمد بن الحسن الفقیہ سے
یقول من قال القرآن مخلوق	سنا وہ فرماتے تھے جو شخص قرآن
فلا تصل خلفہ	کو مخلوق کہتا ہے پس اس کے پیچھے
(کتاب الاسماء والصفات ص۲۵۱)	نماز نہ پڑھو (کیونکہ نماز نہیں ہوتی)

ان حوالہ جات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ ہمارے ائمہ ثلاثہؒ نے جہمیہ فرقہ کے خلاف حق بات کی اشاعت کر کے جہمیہ کی کمر توڑ دی تھی اب جہمیہ فرقہ

نے انتقام لینے کے لیے اپنا ایک جہمی نوح الجامعؒ کا منشی (کاتب) بنا دیا کیونکہ وہ بھی جہمیہ کے سخت دشمن تھے یہ نوح الجامع امام اعظمؒ کے فقہ میں شاگرد ہیں اس طرح اس جہمی کو عبد اللہ بن مبارکؒ تلمیذ امام اعظمؒ کا بھی شاگرد بنا دیا گیا تاکہ یہ جہمی تقیہ کر کے ان حضرات کے ساتھ رہے اور امام اعظمؒ اور ان کے ساتھیوں کو کچھ عرصہ زمانہ کے بعد ان حضرات کو بدنام کر سکے چنانچہ وہ جہمی نعیم بن حماد ہے چنانچہ میزان الاعتدال ص۲۷۷ ج۴ میں ہے

قال صالح بن مسمار	صالح بن مسمارؒ فرماتے ہیں میں
سمعت نعیماً یقول انا	نے نعیم بن حماد سے سنا وہ خود
کنت جہمیاً فلذالک	کہتا ہے میں جہمی تھا اس لیے
عرفت کلامھم	جہمیہ کی کلام کو پہچان لیتا ہوں
فلما طلبت الحدیث	جب حدیث میں نے طلب کی
عرفت ان امرھم	تو معلوم ہوا کہ جہمیہ کا معاملہ تعطیل
یرجع الی التعطیل۔	کی طرف لوٹتا ہے۔

اس حوالہ سے واضح ہوا کہ نعیم بن حماد جہمی تھا جس کا اس نے خود اقرار کیا ہے وَالْمَرْءُ يُؤْخَذُ بِاِقْرَارِهٖ البتہ اس حوالہ سے ساتھ ساتھ اس کا رجوع بھی ثابت ہوتا ہے مگر رجوع درست ثابت نہیں ہوتا اس لیے کہ جو کسی فرقہ کا دشمن ہوتا ہے وہ دشمن کے مخالفین سے محبت قائم کرتا ہے نہ کہ دشمنی تو نعیم بن حماد اگر صحیح معنی میں جہمیہ کا دشمن ہو گیا تھا تو امام ابو حنیفہؒ و صاحبینؒ سے اس کو سخت محبت ہوتی کیونکہ اول و اصل دشمن جہمیہ کے تو یہی حضرات تھے مگر نعیم نے امام اعظمؒ و امام محمدؒ وغیرہ کے خلاف سخت نفرت پھیلانے کے لیے جھوٹے قصے اور واقعات گھڑ گھڑ کر بدنام کرنے کی کوشش کی ہے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

وقال العباس بن مصعب جمع كتباً على محمد بن الحسن وشيخه وكتباً في الرد على الجهمية (تهذيب ص ۴۶۱)

اور العباس بن مصعبؒ فرماتے ہیں کہ نعیم بن حماد نے محمد بن الحسنؒ اور ان کے شیخ امام ابوحنیفہؒ اور جھمیہ کے رد میں کتابیں جمع (یعنی تصنیف) کی تھیں۔

اس سے معلوم ہوا جھمیہ کا نام بطور دھوکہ کے تھا اصل مقصد جھمیہ کے دشمن امام اعظمؒ و امام محمد وغیرہ کو بدنام کرنا مقصود تھا بلکہ الٹا ان ہی حضرات پر جھمی ہونے کا الزام لگایا گیا جس طرح کہ اولیاء اللہ ساری زندگی توحید کے اثبات و شرک کے رد میں خرچ کرتے ہیں لیکن جب وفات پا جاتے ہیں تو شیطان ان حضرات کے مزار پر شرک کراتا ہے یہ شیطان کی طرف سے ایک قسم کا بدلہ وانتقام ہوتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ قرآن مجید کو نعیم بن حماد مخلوق کہتا تھا جیسا کہ اس کا ذکر عنقریب آرہا ہے۔

امام اعظمؒ کے خلاف ایک جھوٹی حکایت

حدثنا نعیم بن حماد قال حدثنا الفزاری قال كنت عند سفيان فنعى النعمان فقال الحمد لله كان ينقض الاسلام عروة عروة ما ولد في الاسلام اشأم منه (تاریخ صغیر ص ۱۷۱) امام بخاریؒ اپنے شیخ حضرت نعیم بن حماد کے طریق سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ امام سفیان ثوریؒ کو جب امام ابوحنیفہؒ کی وفات کی خبر پہنچی تو فرمانے لگے کہ الحمد للہ اچھا ہوا کہ مر گیا ہے وہ تو اسلام کی کڑیوں کا حلقہ ایک ایک کر کے توڑتا تھا اسلام میں اس سے کوئی بڑا بدبخت پیدا ہی نہیں ہوا یہ جھوٹی روایت اس بات کا ثبوت ہے کہ نعیم کے بارے میں جو محدث دولابیؒ وابوالفتح الازدیؒ نے جرح کی تھی وہ بالکل درست تھی مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی

غیر مقلد نے تاریخ اہلحدیث ص ۹۱ تا ص ۹۳ میں اس روایت کے بارے میں جواب دیا ہے اور اس کو جھوٹا ثابت کیا ہے فجزاہ اللہ احسن الجزاء مولانا داؤد غزنوی غیر مقلد نے مولانا سیالکوٹی کے اس مضمون کو نہایت پسند کیا ہے چنانچہ داؤد غزنوی ص ۳۷۶ تا ص ۳۷۷ میں ملاحظہ کریں۔ حافظ ابن حجرؒ نے وضع حدیث کے الزام سے بچانے کے لیے نعیم بن حماد کے لیے بڑی کوشش کی ہے مثلاً یہ کہ ابن عدیؒ نے دولابیؒ کا تعاقب کیا ہے کہ نعیم بن حماد چونکہ اہل الرائے وغیرہ کا سخت دشمن تھا دولابی اس لیے اس پر جرح کرتا ہے مگر محدث ابن الجوزیؒ لکھتے ہیں:

الحديث الثالث روت ام الطفيل امرأة ابي انها سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يذكر انه رأى ربه عزوجل في المنام في احسن صورة شابا منورا في خضر في رجليه نعلان من ذهب وعلى وجهه فراش من ذهب هذا الحديث يرويه نعيم بن حماد قال ابن عدي كان يضع الحديث

تیسری حدیث ابیؓ کی عورت ام الطفیلؓ نے روایت کی ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ ذکر کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے رب عزوجل کو خوبصورت شکل میں کہ جوان نورانی سبز لباس میں پاؤں میں سونے کی جوتی تھی اور چہرے پر سونے کے پروانے تھے کی حالت میں دیکھا ہے۔ اس حدیث کو نعیم بن حماد روایت کرتا ہے اور امام ابن عدیؒ نے کہا ہے کہ نعیم من گھڑت روایتیں بنایا کرتا تھا اور امام احمدؒ سے نعیم

وسئل الامام احمد فاعرض بوجهه عنه وقال حديثه منكر مجهول۔	کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اپنا چہرا پھیر کر کہا اس کی حدیث منکر اور مجہول ہوتی ہے۔

(دفع شبھة التشبیه ص۳۱)

معلوم ہوا امام ابن عدیؒ نے بھی بعد میں یہی فیصلہ کیا تھا کہ یہ وضاع (من گھڑت روایت بنانے والا) ہے یہ من گھڑت روایتیں اور حکایتیں اس کے جھوٹے ہونے کا واضح ثبوت ہیں کیا تمام روایات وحکایات میں اس کو وہم ہی ہوتا رہا ہرگز نہیں بلکہ یہ بہت بڑا جھوٹا تھا اور مکار ومنصوبہ باز تھا۔ چلو حافظ صاحب ابن حجرؒ کی بات بھی تسلیم کر لیں کہ یہ کذاب نہیں تھا بلکہ وہمی وخطاء کار تھا تو کثیر الخطاء راوی بھی ضعیف ہوتا ہے چنانچہ حافظ صاحبؒ اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں صدوق یخطی کثیراً (تقریب ص۳۵۹) سچا تھا بہت خطاء کرتا تھا حافظ صاحبؒ تلخیص الحبیر ص۹۰ میں حدیث بیان کر کے کہتے ہیں وفی الاسناد نعیم بن حماد اور اس کی سند میں نعیم بن حماد واقع ہے۔ یعنی مشہور ضعیف ہے صرف نام بتا دینا ہی کافی ہے۔ تو بہرحال نعیم بن حماد اس قابل نہیں تھا کہ اس سے صحیح بخاری جیسی عظمت وشان والی کتاب میں احتجاج کیا جاتا انا للہ وانا الیہ راجعون

سوال: امام بخاریؒ بہت جلیل القدر محدث ہیں ان سے نعیم کے حالات کیسے پوشیدہ رہے؟

الجواب

ایسا ہو سکتا ہے کیونکہ یہ کذاب اور وضاع لوگ بظاہر بڑے نیک سیرت ہوتے ہیں ان کی نیکی سے دھوکہ لگ جاتا ہے۔ نصر بن باب ابو سہل الخراسانی ایک راوی ہے محدث یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کذاب خبیث عدو اللہ (بہت بڑا جھوٹا خبیث اور اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے) امام ابو خیثمہؒ بھی فرماتے ہیں کذاب ہے امام بخاریؒ فرماتے ہیں یرمونہ

بالکذب (محدثین کرام اسے جھوٹا کہتے ہیں) امام ابو زرعہؒ امام ابو داؤدؒ امام نسائیؒ سب اس راوی کو ضعیف قرار دیتے ہیں دیکھئے تاریخ بغداد ص۲۷۹ جلد ۱۳ تا ص۲۸۱ مگر امام احمدؒ فرماتے ہیں یہ راوی کذاب نہیں بلکہ ثقہ ہے (میزان ص۲۵۳ ومسند احمد ص۲۱ جلد ۳) تو دوسرے محدثین کرامؒ پر اس کی حقیقت ظاہر ہو گئی مگر امام احمدؒ کو معلوم نہ ہو سکا۔

دوسری مثال: ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی المدنی ایک راوی ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں نہ دین میں ثقہ ہے نہ حدیث میں ثقہ ہے امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ قدری (تقدیر کا منکر) معتزلی جہمی ہر قسم کی بلاء اس میں موجود تھی بشر بن المفضل فرماتے ہیں میں نے فقہاء سے اس کے بارے میں پوچھا تو سب نے کہا کہ یہ کذاب ہے محدث یحییٰ بن سعید القطانؒ بھی اس کو کذاب کہتے ہیں محدث یحییٰ بن معین اور علی بن المدینیؒ بھی کذاب کہتے ہیں ابن حبانؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث میں جھوٹ بولتا تھا محدث بزارؒ کہتے ہیں کہ یہ جھوٹی حدیث بنایا کرتا تھا مگر اس کے باوجود امام شافعیؒ اس کو ثقہ فی الحدیث مانتے ہیں محدث ساجیؒ نے امام شافعیؒ کی طرف سے یہ تاویل کی ہے کہ امام شافعیؒ نے اس کی حدیث فرائض واحکام میں نقل نہیں کی صرف فضائل ومناقب میں نقل کی ہے ابن حجرؒ فرماتے ہیں ھذا اختلف الموجود المشھود ساجی کی یہ بات مشاہدہ کے خلاف ہے جو امام شافعیؒ کی کتابوں میں موجود ہے۔ (تہذیب التہذیب ص۱۵۸ تا ص۱۶۱) امام نسائیؒ فرماتے ہیں:

والکذابون المعروفون بوضع الحدیث علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعة۔ بن ابی یحییٰ بالمدینة (کتاب الضعفاء والمجروحین ص۳۱۰)	اور مشہور کذاب جو جھوٹی حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے میں مشہور ہیں چار ہیں ان میں سے مدینہ شریف میں ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ ہے

نعیم بن حماد اور خلق قرآن کا مسئلہ

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ محدث مسلمہ بن قاسمؒ فرماتے ہیں :

وله مذاهب سوء في القرآن كان	اور نعیم بن حماد کا قرآن مجید
يجعل القرآن قرآنين	کے بارے میں بُرا نظریہ تھا
فالذي في اللوح	یہ قرآن مجید کو دو قرآن بناتا تھا
المحفوظ كلام الله تعالى	پس وہ جو لوح محفوظ میں ہے
والذي بأيدي الناس	وہ کلام اللہ ہے اور جو لوگوں کے
مخلوق ۔ (تهذيب ص۴۶۲ ج۱۰)	پاس موجود ہے یہ مخلوق ہے (یعنی یہ کلام اللہ نہیں ہے)

برادران اسلام کو معلوم ہو چکا ہے کہ اصل اس فتنہ کا بانی جہم بن صفوان وغیرہ تھا امام اعظمؒ اور آپ کے اصحابؒ و دیگر علماء کرامؒ کے تعاون سے اس فتنہ کو ختم کر دیا گیا لیکن خلیفہ مامون کے دور میں پھر معتزلہ نے اس کا قرب حاصل کر کے یہ مسئلہ اس کے ذہن میں ڈال کر اس فتنہ کو دوبارہ زندہ کر دیا تھا کہ مامون سرکاری طور پر قانون بنانے پر آمادہ ہو گیا کہ اس قرآن کو مخلوق و حادث کہا جائے اور جو آدمی اس عقیدہ کا اقرار نہیں کرتا اس کو سزا دی جائے علماء کرام کے لیے بہت امتحان و آزمائش کا دور شروع ہو گیا ۔ بعض علماء نے تو تقیہ کر کے اقرار کر لیا کہ قرآن مخلوق و حادث ہے کلام اللہ نہیں (معاذ اللہ) بعض علماء کرامؒ نے تاویل کر کے جان چھڑائی اور یوں کہا کہ لفظنا بالقرآن مخلوق (ہمارے الفاظ جو قرآن کی تلاوت کے وقت نکلتے ہیں یہ مخلوق ہیں) یہ تاویل صحیح تھی مگر اس دور میں مناسب نہیں تھی چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ نے اس تاویل کی سختی سے تردید کی اور کہا کہ اس طرح دشمن کو چور دروازے سے داخل ہونے کا موقع مل جائے گا اور اس طرح قرآن

کی عظمت و قدر ختم ہو جائے گی اور قرآن مجید کی توہین کر کے یہ تاویل کی جائے گی کہ ہم نے مخلوق الفاظ کی توہین کی ہے یہ کلام اللہ کی توہین نہیں ہے محدث محمد بن یحییٰ الذہلیؒ نے بھی امام احمدؒ کی حمایت کی اور اس قسم کی تاویل کرنے والوں سے سلام و کلام بند کرنے کا فتویٰ دیا امام احمدؒ کے بیٹے عبد اللہؒ لکھتے ہیں :

سألت ابي قلت ان	میں نے اپنے باپ امام احمدؒ سے
قوماً يقولون لفظنا	پوچھا کہ ایک گروہ کہتا ہے لفظ ہمارے
بالقرآن مخلوق فقال	جو قرآن مجید پڑھنے کے وقت نکلتے
هم جهمية وهم اشر	ہیں یہ مخلوق ہیں تو امام احمدؒ نے فرمایا یہ
ممن يقف هذا القول جهم	لوگ جہمیہ ہیں اور یہ زیادہ بُرے ہیں ان
(كتاب السنة ص۳۵)	لوگوں سے جو ایسی کلام بولنے سے توقف کرتے ہیں (یعنی جواب نہیں دیتے)

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں :

قلت وقد كان داؤد	میں (ذہبیؒ) کہتا ہوں کہ داؤد ظاہری
اراد الدخول على الامام	نے امام احمدؒ کے پاس جانے کا
احمد فمنعه وقال	ارادہ کیا تو امام احمدؒ نے روک دیا
كتب الي محمد بن يحيى	اور فرمایا کہ مجھے محمد بن یحییٰ الذہلیؒ
الذهلي في امره وانه	نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ
زعم ان القرآن محدث	قرآن کو حادث کہتا ہے پس میرے
فلا يقربني فقيل يا	قریب نہ آئے امام احمدؒ سے
ابا عبد الله انه ينتفي	کہا گیا کہ وہ اس قول کا انکار کرتا
من هذا وينكره فقال محمد	ہے تو امام احمدؒ نے فرمایا کہ محمد بن

یحیى أصدق منه (میزان ص ۲/۱۵) یحییٰؒ اس سے بہت زیادہ سچا ہے

داؤد ظاہری کا عقیدہ یہ تھا۔ القرآن محدث (قرآن حادث ہے) ولفظی بالقرآن مخلوق (اور میرا لفظ تلاوۃ قرآن کے وقت مخلوق ہے) (میزان ص ۲/۱۵)

قال داؤد اما الذی فی اللوح المحفوظ فغیر مخلوق واما الذی بین الناس مخلوق (میزان ص ۲/۱۶)

داؤد ظاہری نے کہا جو لوح محفوظ میں قرآن ہے وہ مخلوق نہیں اور جو لوگوں کے درمیان موجود ہے یہ مخلوق ہے۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

قلت هذا ادل شئ علی جهله بالکلام فان جماهیرهم ما فرقوا بین الذی فی اللوح المحفوظ وبین الذی فی المصاحف فان الحدث لازم عندهم لهذا ولهذا وانما یقولون القائم بالذات المقدسة غیر مخلوق لانه من علم الله تعالی والمنزل الینا محدث ویتلون قوله تعالی ما یأتیهم

میں (ذہبیؒ) کہتا ہوں یہ بات داؤد ظاہری کی کلام اللہ سے ناواقفیت اور جہالت پر زیادہ دلالت کرنے والی ہے کیونکہ جمہور محدثینؒ نے لوح محفوظ اور جو لوگوں کے درمیان میں موجود ہے اس میں کوئی فرق نہیں کیا کیونکہ اس کا حادث ہونا لازمی ہے وہ صرف یہ بات کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات کے ساتھ جو کلام موجود ہے وہ غیر مخلوق ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں سے ہے

مِنْ ذِکْرٍ مِنْ رَبِّهِمْ مُحْدَثٍ والقرآن کیفما تُلِیَ او کُتِبَ او سُمِعَ فهو وحی الله وتنزیله غیر مخلوق (میزان ص ۲/۱۶)

ہماری طرف نازل کردہ حادث ہے اور وہ یہ اللہ تعالیٰ کا قول پڑھتے ہیں ترجمہ: نہیں آتا ان کے پاس کوئی ذکر ان کے رب کی طرف سے نیا۔ اور قرآن مجید جیسے بھی پڑھا جائے اور لکھا جائے پس وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے اور منزل من اللہ ہے جو غیر مخلوق ہے

علامہ ذہبیؒ کے اس فرمان سے معلوم ہوا کہ نعیم بن حماد بھی جاہل ہے کیونکہ وہ بھی لوح محفوظ والے قرآن کو کلام اللہ کہتا ہے اور تقسیم کرتا ہے لیکن جب حکومت کی طرف سے اس سے قرآن مجید مخلوق ہے یا غیر مخلوق ہے تو اس نے توقف اختیار کیا اور جواب نہ دیا جس کی وجہ سے اس کو گرفتار کیا گیا اور جیل میں ڈال دیا گیا حتیٰ کہ اس کی موت بھی وہیں واقع ہوئی۔

امام اعظمؒ کی گستاخی کی سزاء

علامہ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں۔

وکان مقیداً محبوساً لامتناعه من القول بخلق القرآن فجر باقیاده فالقی فی حفرة ولم یکفن ولم یصل علیه فعل ذالك به صاحب ابن

جب نعیم بن حماد پر موت واقع ہوئی تو یہ قید خانہ میں ہتھکڑیوں سے جکڑا ہوا تھا کیونکہ قرآن کو مخلوق کہنے کے بارے میں جواب نہ دیتا تھا تو صاحب ابن ابی دؤاد کے حکم سے اس کو کھینچ کر ایک گڑھے میں ڈال دیا گیا نہ تو اس کو کفن

ابی دؤاد۔	دیا گیا اور نہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ (تاریخ بغداد ص۳۱۳/۱۲)

برادران اسلام کو معلوم ہو چکا ہے کہ خلق قرآن کے مسئلہ کی حقیقت کیا ہے تو ایک گروہ علماء کا ایسا بھی تھا جو اپنے عقیدہ کا اظہار نہ کرتا تھا تاکہ خاموشی میں چھٹکارا حاصل ہو جائے مگر ایسے لوگ نہ تو عند الناس مقبول تھے اور نہ عند اللہ اور نہ حکومت کی سزا سے بچ سکے امام احمدؒ امام محمد ذھلیؒ وغیرھا نے اس مسئلہ میں نہایت جرأت کا مظاہرہ کیا اور امام احمدؒ نے تو کمال ہی کر دیا کہ مامون کے دور میں تکالیف برداشت کرتے کرتے المعتصم کا دور آگیا تو اس میں آپ پر ظلم و تکلیف کو بڑھا دیا گیا یہاں تک کہ الواثق کا دور آگیا اس میں تو آپ پر ظلم و تکالیف کی انتہا کر دی گئی بالآخر ایک عالم دین عبد اللہ بن محمد الاذرمی (جن کا ترجمہ و قصہ تہذیب التہذیب ص۶ تا ۸ میں موجود ہے) زنجیروں و ہتکڑیوں سے جکڑا ہوا واثق خلیفہ کے سامنے احمد بن ابی دواد کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے لایا گیا تو اس عالم دین نے احمد بن ابی دواد جو جہمی تھا بدعتی فرقہ کا اور اسی نے ہی سارا فساد برپا کیا ہوا تھا اور واثق وغیرہ کا قاضی تھا سے پوچھا کہ اس خلق قرآن کے مسئلہ کا رسول اللہ علیہ وسلم کو بھی علم تھا یا نہیں احمد بن ابی دُواد نے کہا ہاں اس عالم دین نے پھر پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مسئلہ میں کوئی سختی کی تھی اور لوگوں کو اس خلق قرآن کے ماننے پہ مجبور کیا تھا یا لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا تھا احمد بن ابی دُواد جواب نہ دے سکا اور حواس باختہ ہو گیا اس عالم دین نے کہا جس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سختی نہ کریں تم کیوں سختی کرتے ہو واثق خلیفہ یہ بات سن کر ہنس پڑا اور کھڑا ہو کر منہ بند کر کے گھر چلا گیا اور وہاں پاؤں پھیلا کر کہہ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اجازت تھی کہ وہ اس مسئلہ سے خاموش رہیں اور کیا ہمیں اجازت نہیں پس اس عالم دین کو

تین سو دینار دینے کا حکم کیا اور یہ کہ اس کو واپس اپنے شہر پہنچایا جائے اور اس کے بعد کسی شخص کو بھی امتحان میں نہیں ڈالا واثق کا دوست قاضی احمد بن ابی دواد اسی دن سے واثق سے ناراض ہو گیا۔ (دیکھئے تاریخ الخلفاء للسیوطی ص۳۴۲ عربی) بہر حال یہ مسئلہ بہت تفصیل ہے بتانا یہ ہے کہ نعیم بن حماد کا نظریہ بھی گڑبڑ تھا اسی نعیم بن حماد پر امام بخاریؒ کا بہت اعتماد تھا یہاں تک کہ صحیح بخاری میں اس سے احتجاج کیا ہے اور امام اعظمؒ کے متعلق نعیم بن حماد کی جھوٹی باتوں کا اعتبار کر کے امام اعظمؒ کے متعلق امام بخاری کے دل میں کدورت پیدا ہو گئی تھی اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے (آمین) امام بخاریؒ کے ایک استاذ علی بن المدینی بھی ہیں جو پہلے قرآن مجید کو مخلوق کہتے تھے اور بد عقیدوں کے سرغنہ احمد بن ابی دُواد سے یارانے قائم کر رکھے تھے علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں ص۴۲۔

احمد بن ابی دُواد القاضی جهمی بغیض هلك سنة اربعين ومائتين قل ما روى	احمد بن ابی دواد القاضی بغض رکھنے والا جہمی تھا ۲۴۰ھ میں ہلاک ہوا ہے بہت کم اس نے کوئی روایت کی ہے۔

(میزان ص۹۷)

نیز علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں :

وقد ترکه ابراهيم الحربي وذالك لميله الى احمد بن ابی دواد فقد كان محسنا اليه وكذا امتنع مسلم من الرواية عنه فی صحيحه	محدث ابراہیم حربیؒ نے علی بن المدینی کو ترک کر دیا تھا یعنی اس سے روایت لینی چھوڑ دی تھی کیونکہ اس کی احمد بن ابی دُواد سے محبت تھی وہ ابن ابی دُواد (علی بن المدینی) پر احسان کرتا تھا اس وجہ سے

ابی دؤاد۔ دیا گیا اور نہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ (تاریخ بغداد صفحہ ۳۱۴/۱۲)

برادران اسلام کو معلوم ہو چکا ہے کہ خلق قرآن کے مسئلہ کی حقیقت کیا ہے تو ایک گروہ علماء کا ایسا بھی تھا جو اپنے عقیدہ کا اظہار نہ کرتا تھا تاکہ خاموشی میں چھٹکارا حاصل ہو جائے مگر ایسے لوگ نہ تو عندالناس مقبول تھے اور نہ عند اللہ اور نہ حکومت کی سزا سے بچ سکے امام احمدؒ امام محمد ذہلیؒ وغیرھما نے اس مسئلہ میں نہایت جرأت کا مظاہرہ کیا اور امام احمدؒ نے تو کمال ہی کر دیا کہ مامون کے دور میں تکالیف برداشت کرتے کرتے المعتصم کا دور آ گیا تو اس میں آپ پر ظلم و تکلیف کو بڑھا دیا گیا یہاں تک کہ الواثق کا دور آ گیا اس میں تو آپ پر ظلم و تکالیف کی انتہا کر دی گئی بالآخر ایک عالم دین عبداللہ بن محمد الاذرمی (جن کا ترجمہ و قصہ تہذیب التہذیب صفحہ ۵ تا ۶ میں موجود ہے) زنجیروں و ہتکڑیوں سے جکڑا ہوا واثق خلیفہ کے سامنے احمد بن ابی دؤاد کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے لایا گیا تو اس عالم دین نے احمد بن ابی دؤاد جو سرغنہ تھا بدعتی فرقہ کا اور اسی نے ہی سارا فساد برپا کیا ہوا تھا اور واثق وغیرہ کا قاضی تھا سے پوچھا کہ اس خلق قرآن کے مسئلہ کا رسول اللہ علیہ وسلم کو بھی علم تھا یا نہیں احمد بن ابی دُؤاد نے کہا ہاں اس عالم دین نے پھر پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس مسئلہ میں کوئی سختی کی تھی اور لوگوں کو اس خلق قرآن کے ماننے پر مجبور کیا تھا یا لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیا تھا احمد بن ابی دُؤاد جواب نہ دے سکا اور حواس باختہ ہو گیا اس عالم دین نے کہا جس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سختی نہ کریں تم کیوں سختی کرتے ہو واثق خلیفہ یہ بات سن کر ہنس پڑا اور کھڑا ہو کر منہ بند کر کے گھر چلا گیا اور وہاں پاؤں پھیلا کر کہہ رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اجازت تھی کہ وہ اس مسئلہ سے خاموش رہیں اور کیا ہمیں اجازت نہیں پس اس عالم دین کو

تین سو دینار دینے کا حکم کیا اور یہ کہ اس کو واپس اپنے شہر پہنچایا جائے اور اس کے بعد کسی شخص کو بھی امتحان میں نہیں ڈالا واثق کا دوست قاضی احمد بن ابی دؤاد اسی دن سے واثق سے ناراض ہو گیا۔ (دیکھئے تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۲۴۲ عربی) بہرحال یہ مسئلہ بہت تفصیلی ہے بتانا یہ ہے کہ نعیم بن حماد کا نظریہ بھی گزر چکا تھا اسی نعیم بن حماد پر امام بخاریؒ کا بہت اعتماد تھا یہاں تک کہ صحیح بخاری میں اس سے احتجاج کیا ہے اور امام اعظمؒ کے متعلق نعیم بن حماد کی جھوٹی باتوں کا اعتبار کر کے امام اعظمؒ کے متعلق امام بخاریؒ کے دل میں کدورت پیدا ہو گئی تھی اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرمائے (آمین) امام بخاریؒ کے ایک استاذ علی بن المدینی بھی ہیں جو پہلے قرآن مجید کو مخلوق کہتے تھے اور بدعقیوں کے سرغنہ احمد بن ابی دُؤاد سے یارانے قائم کر رکھے تھے علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں صفحہ ۲۴۳۔

احمد بن ابی دُؤاد	احمد بن ابی دؤاد القاضی بغض رکھنے
القاضی جهمی بغیض	والا جہمی تھا سنہ ۲۴۰ھ میں ہلاک
هلك سنة اربعين	ہوا ہے بہت کم ماس نے
ومائتين قل ما روى	کوئی روایت کی ہے۔

(میزان صفحہ ۹)

نیز علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

وقد تركه ابراهيم الحربي	محدث ابراہیم حربیؒ نے علی بن
وذالك لميله الى احمد	المدینی کو ترک کر دیا تھا یعنی اس
بن ابى دواد فقد كان	سے روایت لینی چھوڑ دی تھی کیونکہ
محسنا اليه وكذا امتنع	اس کی احمد بن ابی دُؤاد سے محبت
مسلم من الرواية	تھی وہ ابن ابی دُؤاد (علی بن المدینی)
عنه فى صحيحه	پر احسان کرتا تھا اس وجہ سے

لھذا المعنی ۔	امام مسلمؒ نے جو امام بخاریؒ کے شاگرد بھی
(میزان ص۱۴۰ ج۲)	ہیں علی بن المدینی کی روایت صحیح مسلم میں درج نہیں کی

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں قد بدت منہ ھفوۃ ثم تاب منھا (میزان ص۱۴۰ ج۲)
علی بن المدینی سے غلطی صادر ہو گئی تھی پھر اس سے تائب ہو گئے تھے۔ علی بن المدینی
خود بتاتے ہیں۔ خِفتُ القتلَ وَلَوْ ضُرِبتُ سَوْطاً لمُتُّ (میزان ص۱۴۱)
میں (علی بن المدینی) قتل سے ڈر گیا (اس لئے انکا عقیدہ قبول کر لیا تھا) اور اگر مجھے ایک
چابک بھی مارا جاتا تو میں مر جاتا۔ قربان جایئے امام احمدؒ و امام اعظمؒ پر جنہوں نے کوڑے
کھا کر حق سے اعراض نہیں کیا۔ امام بخاریؒ ان لوگوں میں سے تھے جو لفظی بالقرآن مخلوق
کہہ کر جان چھڑا گئے تھے۔ امام بخاریؒ حکومت کی اس سزاء سے جان چھڑا کر خراسان چلے
گئے وہاں محمد بن یحیی الذہلیؒ سے حدیث پڑھی مولانا عبدالسلام مبارکپوری غیر مقلد لکھتے
ہیں۔ دوسرے دن امام ذہلی اپنی جماعت کے ساتھ امام (بخاریؒ) صاحب کے یہاں پہنچے
اتفاق سے وہی صورت پیش آگئی جس کا انہیں خوف تھا ایک شخص نے اٹھ کر امام صاحب
نے سوال کیا کہ یا ابا عبداللہ، قرآن کے جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں کیا وہ مخلوق
ہیں سوال کے اصلی الفاظ یہ تھے لفظی بالقرآن مخلوق، امام صاحب ساکت رہے
پھر اس شخص نے دوبارہ سوال کیا امام صاحب نے پھر سکوت کیا تیسری بار مجبور ہو
کر جواب دیا کہ

القرآن کلام اللہ	قرآن کلام الٰہی غیر مخلوق ہے لیکن
غیر مخلوق ولفظی	جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے
بالقرآن الفاظنا	ہیں وہ ہمارے الفاظ ہیں اور ہمارے
والفاظنا من	الفاظ ہماری زبان کی ایک حرکت ہے
افعالنا وافعالنا	اس لیے ہمارا ایک فعل ہے اور ہمارے

مخلوقۃ ۔	افعال مخلوق ہیں ۔

امام بخاری نے ان مختصر لفظوں میں درحقیقت اس بحث کا فیصلہ کر دیا تھا ظاہر ہے
کہ اگر قرآن کا مفہوم نفس کلام ہے تو کلام خدا کی ایک صفت ہے اور خدا کی صفت کیونکر مخلوق
ہو سکتی ہے۔ اور اگر وہ الفاظ مراد ہیں جو ہماری حادث زبانوں سے نکلتے ہیں تو وہ چونکہ
مخلوق کا ایک فعل ہے لہٰذا ان کے مخلوق ہونے میں کلام نہیں لیکن اس دقیق جواب کو
عوام نہ سمجھ سکے اس لیے اس واقعہ کو اس قدر بڑھایا اور شہرت دی کہ امام صاحب کی ہر
دل عزیزی میں فرق آگیا اور امام ذہلی کا کردار بھی آگ میں روغن کا کام دے گیا امام ذہلی
کو اس مسئلہ میں انتہاء درجہ کا آزادانہ تھا وہ قائل تھے کہ جو شخص لفظی بالقرآن غیر
مخلوق کا قائل نہیں وہ اور اس کے ملنے والے قابل ملاقات نہیں جو لوگ دقیقہ سنج تھے
وہ اس جواب کی تہ کو پہنچ گئے اور پیشتر سے زیادہ امام المحدثین کی وقعت کرنے لگے چنانچہ
امام مسلم کو جب معلوم ہوا کہ امام ذہلی بھی اس جواب کی بدولت امام صاحب کے مخالف ہو گئے
ہیں اور انہوں نے اپنی مجلس میں منادی کرا دی ہے کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کا
قائل ہو وہ ہماری مجلس میں شریک نہ ہو تو امام مسلم سخت برآشفتہ ہوئے اور تمام نوشتے
اونٹوں پر لدوا کر واپس کر دیے جن میں امام ذہلی کی تقریریں قلم بند کی تھیں امام مسلم
کے سوا تمام شہر امام صاحب سے الگ ہو گیا۔ یحیی بن سعید کہتے ہیں لوگوں نے
آکر عرض کی آپ اس قول سے رجوع کیجئے (تمام شہر آپ کا مخالف ہے) امام صاحب
نے فرمایا بھلا مجھ سے ایسا کیونکر ہو سکتا ہے اگر کوئی چیز مجھے اپنے قول سے پھیر سکتی تو
وہ دلیل ہی ہے امام صاحب کے اس استقلال اور ثبات قدمی پر لوگ بالوس واپس
ہوئے (سیرۃ البخاری صفحہ ۳۵ تا صفحہ ۲۵)
مولانا عبدالسلام مبارکپوری غیر مقلد نے اس کلام میں تضاد بیانی سے کام لیا ہے۔
پہلے یوں لکھا جو لوگ دقیقہ سنج تھے وہ اس جواب کی تہ کو پہنچ گئے اور پیشتر سے زیادہ امام

التدریس کی وقعت کرنے لگے پھر بعد میں یوں لکھا امام مسلم کے سوا تمام شہر امام صاحب سے الگ ہو گیا۔ پھر بعد میں یوں لکھ دیا۔ لوگوں نے اگر عرض کی آپ اس قول سے رجوع کیجئے (تمام شہر آپ کا مخالف ہے)۔ معلوم ہوتا ہے یہ غیر مقلد کوئی مخبوط الحواس آدمی ہے۔

مخبوط الحواسی کا ایک عجیب واقعہ

مؤلف موصوف سیرۃ البخاری ص۱۶۷ میں بخاری شریف کی عربی شروح وحواشی کا تعارف کراتے ہوئے ص۱۶۷ میں دوسرے نمبر پر شرح المہلب کا تعارف یوں کراتے ہیں شرح المہلب۔ مہلب بن ابی صفرہ الازدی المتوفی ــــھ۔ علاوہ شرح کے مہلب نے صحیح بخاری کی تجرید بھی کی ہے۔

تبصرہ

مہلب بن ابی صفرہ الازدیؒ کو شارح بخاری بنانا عجیب قسم کی حماقت ہے کیونکہ مہلب بن ابی صفرہ الازدیؒ کے متعلق امام بخاریؒ لکھتے ہیں:

باب مہلب، ۲۰۲۳۔ مہلب	کہ مہلب بن ابی صفرہ الازدیؒ
بن ابی صفرہ ابوسعید	نے حضرت سمرہؓ و حضرت
الازدی سمع سمرۃ	ابن عمر رضی اللہ عنہ سے حدیث
وابن عمر روی عنہ	کو سنا ہے اور مہلب سے
ابواسحق وسماک بن	ابواسحق تابعیؒ وسماک بن
حرب وعمر بن	حرب تابعیؒ وعمر بن سیلتؒ
سیلت (التاریخ الکبیر للبخاریؒ	نے حدیث کی سماعت کی
قسم ۲ ج ۴ الجلد الثامن ص۲۵)	ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ صحابہ کرامؓ کا شاگرد شارح بخاری کیسے بن گیا۔ امام بخاریؒ کی پیدائش ۱۹۴ھ میں ہوئی اور وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی ہے جب کہ مہلب بن ابی صفرہ

الازدیؒ کے متعلق حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ اس کی پیدائش فتح کرمانشہ یا اس سے بھی پہلے کی ہے اور اس کی وفات ۸۰ھ یا ۸۱ھ یا ۸۳ھ میں واقع ہوئی ہے (تہذیب التہذیب ص۳۳۰) حافظ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ اس مہلب نے حضرت عمرؓ کو بھی پالیا تھا مگر حدیث کی سماعت نہیں کر سکا حضرت عمرؓ نے اس کے والد ابوصفرہؓ کو کہا تھا ھٰذَا سَیِّدُ وُلْدِکَ یعنی المہلب (یہ مہلب تیرے بیٹوں میں سے سردار ہے) (تہذیب ص۳۳۰ جلد۔ اگر یا اس غیر مقلد یتیم فی العلم نے سیرۃ البخاری لکھ کر غیر مقلدین کے دلوں کو جیت لیا ہے (چھوٹے میاں تو چھوٹے میاں بڑے میاں سبحان اللہ) بہر حال بخاری شریف کا شارح اگر کوئی المہلب ہے تو وہ ابن صفرہ الازدی نہیں کوئی اور ہوگا جو امام بخاریؒ کے بعد پیدا ہوا ہوگا۔

برادران اسلام! اصل بات چل رہی تھی کہ امام بخاریؒ نے بھی لفظی بالقرآن مخلوقٌ کا نعرہ لگایا جو دراصل صحیح تھا مگر اُس دور میں خطرناک تھا معتزلہ و جہمیہ اس سے اپنی تائید نکالتے تھے اس لیے امام احمدؒ کا فتویٰ ایسے الفاظ کہنے والے کے بارے میں بہت سخت تھا جیسا کہ گذر چکا ہے اور اسی لیے آپ کے شیخ محمد بن یحییٰ الذہلیؒ فرماتے ہیں:

القرآن کلام اللّٰہ غیر	قرآن کلام اللہ ہے جو مخلوق
مخلوق ومن زعم	نہیں اور جو آدمی یہ نظریہ رکھے
لفظی بالقرآن مخلوق	کہ لفظی بالقرآن مخلوق ہے پس
فھو مبتدعٌ ولا یجالس	وہ بدعتی ہے نہ تو ایسے شخص کی
ولا یکلم ومن ذھب	مجلس میں بیٹھا جائے اور نہ اس
بعد ھٰذا الی محمد	سے کلام کی جائے اور جو آدمی
بن اسمٰعیل فاتھموہ	اس فیصلہ کے بعد بھی امام بخاریؒ

فانه لا یحضر مجلسه الا من کان علی مذهبه (مقدمہ فتح الباری ص ۲۶۳ شرکۃ مکتبہ و مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی و اولادہ بمصر)

کی مجلس میں جائے وہ متہم ہے کیونکہ امام بخاریؒ کی مجلس میں وہی حاضر ہوگا جو اس کے اس عقیدہ کا قائل ہوگا۔

اس لیے امام بخاریؒ کے شیخ محمد بن یحییٰ الذہلیؒ نے امام بخاریؒ کو اپنے شہر نیشاپور سے نکلوا دیا تھا چنانچہ حافظ صاحبؒ لکھتے ہیں:

قال الذهلی لا یساکننی هذا الرجل فی البلد فخشی البخاری وسافر (مقدمہ فتح الباری ص ۲۶۳)

امام ذہلیؒ نے کہا یہ شخص ہمارے پاس اس شہر میں نہ ٹھہرے پس امام بخاریؒ ڈر گئے اور سفر کر کے چلے گئے۔

امام ذہلیؒ نے امام ابوحاتمؒ و امام ابوزرعہؒ کو بھی اس واقعہ سے باخبر کر دیا چنانچہ عبدالرحمن بن ابی حاتمؒ لکھتے ہیں:

ابی و ابا زرعة ترکا حدیثه عندما کتب الیهما محمد بن یحیی النیسابوری انه اظهر عندهم ان لفظه بالقرآن مخلوق۔ (کتاب الجرح والتعدیل ق ۱-۸۶ قسم ۲ ج ۳ ص ۱۹۱)

کہ میرے باپ ابوحاتمؒ اور ابوزرعہؒ نے امام بخاریؒ سے حدیث لینا چھوڑ دیا تھا جب امام محمد بن یحییٰ نیشاپوری ذہلیؒ نے ان کی طرف لکھا کہ امام بخاریؒ نے ان کے سامنے اپنا عقیدہ ظاہر کیا ہے کہ لفظی بالقرآن مخلوق ہے۔

امام ابوحاتمؒ امام بخاریؒ کے استاذ بھی تھے چنانچہ حافظ صاحبؒ لکھتے ہیں:

(الطبقة الرابعة) رفقاؤه فی الطلب ومن سمع قبله قلیلاً کمحمد بن یحیی الذهلی وابی حاتم الرازی الخ۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۲۵۱ جلد ۲)

چوتھا طبقہ امام بخاریؒ کے مشائخ میں سے ان حضرات کا ہے جو امام بخاریؒ کے طلب حدیث میں ساتھی بھی رہے اور کچھ مدت قبل اس کے ان سے امام بخاریؒ نے کچھ حدیث کا سماع بھی کیا ہے جیسے محمد بن یحییٰ الذہلیؒ اور ابوحاتم الرازیؒ۔

بعد میں امام بخاریؒ نے لفظی بالقرآن والے نظریہ کی تردید کر دی تھی اور فرمایا کہ میں اس کا قائل نہیں ہوں (مقدمہ فتح الباری ص ۲۶۳)

امام ذہلیؒ اور صحیح بخاری شریف

امام بخاریؒ نے اپنے شیخ محمد بن یحییٰ الذہلیؒ سے صحیح بخاری شریف کے متعدد مقامات میں احتجاج کیا ہے لیکن بڑے عجیب انداز سے چنانچہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

روی عنه الجماعة سوی مسلم ولم یصرح البخاری به بل یقول تارة ثنا محمد وتارة ثنا محمد عبد الله وتارة محمد بن خالد ولم یقل فی موضع ثنا

کہ امام ذہلیؒ سے صحاح ستہ والوں میں سے امام مسلمؒ کے سوا سب نے روایت حدیث کی ہے لیکن امام بخاریؒ پوری تصریح نہیں کرتے کبھی حدثنا محمد کہہ دیتے ہیں (یعنی باپ کا نام ساتھ ذکر نہیں کرتے) اور کبھی حدثنا محمد بن عبداللہ کہہ دیتے ہیں (یعنی باپ کا نام چھوڑ کر دادا کا نام ذکر کر دیتے ہیں) اور کبھی حدثنا محمد بن خالد کہہ

محمد بن یحیی۔	دیتے ہیں یعنی دادے کی طرف منسوب کر دیتے
(تھذیب ص۱۱ ج۹)	باپ کا نام ذکر نہیں کرتے، لیکن یہ نہیں حدثنا محمد بن یحیی
	نہیں کہتے۔

نیز حافظ صاحبؒ لکھتے ہیں:

وعنه البخاری	کہ امام ذھلیؒ سے امام بخاریؒ روایت
ویدلسه والاربعة	لیتے ہیں اور تدلیس کر جاتے ہیں اور امام
(لسان المیزان ص۳۸)	ترمذیؒ و امام نسائیؒ و امام داؤدؒ و
	امام ابن ماجہؒ بھی روایت لیتے ہیں۔

علامہ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں:

شیخ البخاری اهل الائمة	امام ذھلیؒ۔ امام بخاریؒ کے شیخ ہیں اور
العراقیین (تاریخ البغداد ص۴۱۵ ج۳)	عراق کے اماموں میں سے ایک امام ہیں۔

نوٹ: امام مسلمؒ نے اپنے شیخ امام ذھلیؒ سے حدیث صحیح مسلم میں ذکر نہیں کی۔ کیونکہ امام ذھلیؒ نے امام بخاریؒ پر فتوی لگایا تھا اور امام بخاریؒ سے بھی حدیث صحیح مسلم میں ذکر نہیں کی کیونکہ انہوں نے لفظی بالقرآن مخلوق کہا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

(قلت) وقد انصف مسلم	امام مسلمؒ نے بے شک انصاف
فلم یحدث فی کتابه عن	سے کام لیا ہے کہ انہوں نے اپنی
هذا ولا عن هذا۔	کتاب صحیح مسلم میں ان دونوں سے روایت
(مقدمه فتح الباری ص۴۹۳ ج۲)	نہیں لی۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

وفی الزهرة روی عنه	کہ الزہرہ کتاب میں ہے کہ امام
البخاری اربعة وثلاثین	بخاریؒ نے امام ذھلیؒ سے ۳۴ حدیثیں

حدیثاً (تھذیب ص۵۱۴ ج۹)	روایت کی ہیں۔

بخاری شریف ص۹۰۱ ج۲ میں حدثنی محمد و احمد بن سعید۔ اس محمد سے مراد بقول علامہ قسطلانیؒ محمد بن یحیی الذھلیؒ ہیں (قسطلانی ص۲۳۱ جلد ۹) اور بخاری شریف ص۶۷۷ جلد ۲ میں حدثنی محمد قال حدثنا احمد بن شبیب۔ اس محمد سے مراد بقول علامہ کرمانیؒ محمد بن یحیی الذھلی ہیں (حاشیہ بخاری)، بخاری شریف ص۸۵۴ جلد ۲ باب رقیة العین میں ہے حدثنا محمد بن خالد ہیں محمد بن خالد سے مراد امام محمد بن یحیی الذھلی ہیں۔ علامہ ذھبیؒ سیر اعلام النبلاء ص۲۸۳ ج۱۲ میں یہ حدیث امام بخاریؒ کی سند سے روایت کرتے ہیں پھر ص۲۸۴ جلد ۱۲ میں یہ فرماتے ہیں:

محمد بن خالد	محمد بن خالد کے نام میں امام بخاریؒ
دلسه البخاری	نے تدلیس سے کام لیا ہے اور محمد
ونسبه الی جد ابیه	کو باپ کے دادا کی طرف منسوب
وهو الامام محمد	کر دیا ہے اور یہ محمد مشہور امام محمد بن
بن یحیی بن	یحیی بن عبداللہ بن خالد الذھلیؒ ہیں
عبد الله بن خالد الذهلی	جنہوں نے امام زہری کی حدیثوں کو
الذی صنف حدیث الزهری	جمع کر کے ایک کتاب مرتب کی ہے۔

مزید اور مقامات بخاری شریف میں جہاں امام ذھلیؒ کی روایت موجود ہے حافظ ابن حجرؒ نے مقدمہ فتح الباری میں ذکر کر دیئے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ و علامہ ذھبیؒ نے امام بخاریؒ کے لیے مدلس کا لفظ بھی بول دیا ہے حالانکہ تدلیس کرنا بعض محدثینؒ کرامؒ کے ہاں سخت قسم کا جرم ہے۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

وکیف یظن بشعبة	کہ امام شعبہؒ کے متعلق تدلیس کا
التدلیس (رأفه) وهو	کیسے گمان کیا جا سکتا ہے در آں

القائل لان ازنی احب الی من ان ادلس۔
(طبقات المدلسین ص۲)

حالانکہ وہ خود کہتا ہے یہ کہ میں زناء کروں تو تدلیس کرنے سے اچھا ہے (یعنی تدلیس زنا سے بھی بڑی ہے)

بعض محدثین کرامؒ نے تدلیس کو کذب قرار دیا ہے دیکھئے (الکامل لابن عدی ص۳۴ جلد۱) لیکن تدلیس کی بھی کئی قسمیں ہیں اور ہر مدلس کا حکم ایک جیسا نہیں ہوتا امام بخاریؒ ان مدلسین میں ہرگز شمار نہیں ہو سکتے جو ضعیف ہیں گرچہ بعض حضرات نے مطلقاً تشدد کیا ہے۔ بلکہ امام بخاریؒ جیسی ہستی کے متعلق تدلیس کا لفظ بولنا ہی مناسب نہیں تھا۔

قارئین کرام! جن حضرات سے لفظی بالقرآن مخلوق کے الفاظ نکل گئے تھے ان حضرات سے ایک سخت قسم کی خطاء بھی صادر ہوئی ہے علامہ خطیب بغدادیؒ نقل کرتے ہیں کہ:

فسئل عن القرآن فقال القرآن الذی قال الله تعالى لا یمسه الا المطهرون وقال فی کتاب مکنون غیر مخلوق واما الذی بین اظهرنا یمسه الحائض والجنب فهو مخلوق قال الامی ابن کامل هو کفر بالله صح الخبر عن رسول الله صلی الله علیه وسلم

داؤد ظاہری سے قرآن کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا وہ قرآن جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کو پاکیزہ اشخاص ہی ہاتھ لگاتے ہیں اور فرمایا کہ وہ قرآن پوشیدہ کتاب میں ہے وہ غیر مخلوق ہے اور وہ قرآن جو ہمارے سامنے ہے جس کو حیض والی عورت اور جنبی انسان ہاتھ لگاتے ہیں پس یہ مخلوق ہے قاضی ابن کاملؒ

انه نهی ان یسافر بالقرآن الی ارض العدو الخ مُلَخَّصًا۔
(تاریخ بغداد ص۳۷۴)

نے فرمایا کہ ایسی بات کرنا کفر ہے صحیح حدیث میں ہے کہ مسافر دار الحرب کی طرف قرآن مجید ساتھ نہ لے جائے تاکہ کفار بے حرمتی نہ کرسکیں۔

قاضی ابن کاملؒ کے اس قول هُوَ کُفْرٌ باللہ سے یہ مراد ہے کہ ایسی بات کرنا ناشکری ہے اور ناشکری پر بھی کفر کا لفظ بولا جاتا ہے اور قرآن پاک کو حائض جنبی ہاتھ لگائیں یہ بے ادبی ہے اور ایسا نظریہ قرآن پاک کو مخلوق کہنے کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے۔ یہ قاضی ابن کامل امام حاکمؒ کا استاد ہے۔ پورا نام یوں ہے ابوبکر احمد بن کامل بن خلف القاضی (مستدرک ص۵۶ جلد۴)

حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں۔

باب تقضی الحائض المناسک کلها الا الطواف (بخاری شریف ص۴۳ جلد۱) حیض والی عورت تمام مناسک حج ادا کر سکتی ہے مگر طواف نہیں کرسکتی۔ اسی باب کے تحت حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ:

وَقَالَ اِبْرَاهِیْمُ لَا بَأْسَ اَنْ تَقْرَأَ الْآیَةَ وَلَمْ یَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَأْسًا۔ وَکَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَذْکُرُ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِهٖ۔
(بخاری)

ابراہیم (نخعیؒ) کوئی حرج نہیں سمجھتے اگر ایک آیت قرآن کی پڑھ لی جائے (یعنی جنبی پڑھ لے) اور حضرت ابن عباسؓ تو جنبی کے لیے قراءۃ قرآن کی مطلقاً حرج نہیں سمجھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر کرتے رہتے تھے۔

امام بخاریؒ نے حیض و جنابت کو ایک درجہ میں رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ جنبی کا ذکر اس بات کے تحت کر دیا ہے لیکن امام بخاریؒ کو کوئی حدیث صحیح صریح یا ضعیف نہیں مل سکی جس میں جنبی اور حیض و نفاس والی عورت کے قرآن مجید پڑھنے کا ذکر ہو لیکن چونکہ آپ کا نظریہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو جنبی اور حیض و نفاس والی عورت پڑھ سکتی ہے تو آپ نے اس کے جواز کے لیے کئی دلائل دینے کی کوشش کی ہے

دلیل ۱ کا جواب

ابراہیم نخعیؒ تابعی ہیں ان سے مختلف روایات کی گئی ہیں۔

(۱) حدثنا عبد الصمد بن عبد الوارث عن ہشام الدستوائی عن حماد عن ابراہیم قال اربعة لا یقرؤن القرآن عند الخلاء وعند الجماع والجنب والحائض الا الجنب والحائض فانہما یقرآن الآیة ونحوہا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۰۲/۱ مطبوعہ حیدرآباد دکن)

ابراہیمؒ فرماتے ہیں چار آدمی قرآن نہ پڑھیں (پیشاب و پاخانہ کرنے والا) قضاء حاجت کے وقت اور (جماع کرنے والا) جماع کے وقت اور جنبی اور حائضہ عورت مگر جنبی و حائضہ ایک آیت یا مثل اس کے پڑھ سکتے ہیں۔

(۲) حدثنا جریر عن مغیرة عن ابراہیم قال لا یقرأ القرآن ولا آیة وقال انہ اذا قرأ صلی۔ (ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳/۱)

ابراہیمؒ فرماتے ہیں جنبی قرآن نہیں پڑھ سکتا حتی کہ ایک آیت بھی منع ہے اور ابراہیمؒ نے فرمایا جب انسان قراءة کر سکتا ہے تو نماز بھی پڑھ سکتا ہے۔

(۳) حدثنا وکیع عن سفیان

حضرت ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ

عن ابراہیم قال تقرأ ما دون الآیة ولا تقرأ آیة تامة (ابن ابی شیبہ ۱۰۳/۱)

کہ حیض والی عورت آیت سے کم پڑھ سکتی ہے اور پوری آیت نہیں پڑھ سکتی۔

(۴) حدثنا ابو خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء وعن حماد عن ابراہیم وسعید بن جبیر فی الحائض والجنب یستفتحون رأس الآیة ولا یتمون آخرہا (ابن ابی شیبہ ص ۱۰۳/۱ و دارمی ص ۱۸۹)

عطاءؒ و ابراہیمؒ و سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ حائضہ و جنبی آیت کے ابتدائی حصہ کو پڑھ سکتے ہیں لیکن آیت نہیں پڑھ سکتے۔

(۵) اخبرنا محمد بن یوسف حدثنا سفیان قال بلغنی عن ابراہیم وسعید بن جبیر انہما قالا لا یقرأ الجنب والحائض آیة تامة یقرآن الحرف (سنن الدارمی ص ۱۸۸/۱ تا ص ۱۸۹)

حضرت ابراہیمؒ و حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے تھے کہ جنبی اور حائضہ پوری آیت نہیں پڑھ سکتے آیت کا کچھ حصہ پڑھ سکتے ہیں۔

یہ سب روایتیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر دی گئی ہیں تاکہ امام بخاریؒ کے اس قول کی حقیقت واضح ہو جائے جو انہوں نے حضرت ابراہیمؒ کی طرف منسوب کیا ہے پہلی ایک روایت کے سوا باقی سب میں قراءة قرآن سے جنبی و حائضہ کو منع کیا گیا ہے پس معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ نے جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے وہ شاذ ہے صحیح روایتوں کے خلاف ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے اس روایت کی سند کو چھپا دیا ہے کیونکہ حماد بن ابی سلیمانؒ ان کی شرط پر نہیں ہیں اور یہی وجہ ہے کہ صحیح بخاری میں ان سے مسنداً کوئی روایت نہیں لی ہاں تعلیقاً

ہے نیز حماد کی روایت جو چوتھے نمبر پر ہم نے ذکر کی ہے اس میں جنبی و حائض دونوں کو قراءۃ قرآن سے منع کیا گیا ہے کہ پوری آیت نہیں پڑھ سکتے۔ فلہذا امام بخاریؒ کی یہ دلیل قرآن کے لیے کچھ فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکی ؎

آگ دی صیاد نے جب آشیانے کو مرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

دلیل ۳ ابن عباسؓ کے نظریہ کا جواب

اس کی سند امام بخاریؒ نے بیان نہیں کی

البتہ حافظ ابن حجرؒ نے ابن ابی شیبہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے یوں نقل کی ہے۔

فقال ابن ابی شیبۃ فی المصنف حدثنا الثقفی عن خالد عن عکرمۃ عن ابن عباس انہ کان لا یری باساً ان یقرأ الجنب الآیۃ والآیتین۔ (تعلیق التعلیق علی الصحیح البخاری ص۱۷۱ المجلد الثانی)

محدث ابن ابی شیبہؒ نے اپنی سند سے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ جنبی کے لیے ایک دو آیتیں پڑھنے میں حرج نہیں سمجھتے تھے۔

محشی نے نیچے تعلیق میں اس حوالہ کی یوں نشاندہی کی ہے۔

(فی مصنفہ ۱/۱۰۲ کتاب الطہارات۔ من رخص للجنب ان یقرأ القرآن)

لیکن یہ حوالہ درست نہیں اس لیے کہ مصنف ص۱۰۲ میں یہ روایت صرف عکرمہؒ سے ہے ابن عباسؓ کا نام موجود نہیں ہے معلق (محشی) نے بھی پوری نظر ابن ابی شیبہ پر جمائی نہیں اور حوالہ ص۱۰۲ کا دے دیا ہے۔ اور حافظ صاحبؒ پر تو تعجب نہیں کیونکہ وہ عجلت میں ایسا کبھی کبھار کر جاتے ہیں جس کی بعض مثالیں ہم نے نور الصباح

فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح میں عرض کر دی ہیں البتہ ایک اور نئی مثال گوش گذار فرمالیں۔ حافظ صاحب حضرت ابن عمرؓ سے ترک رفع یدین کی روایت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومما یدل علی ضعفہ ما رواہ البخاری فی جزء رفع الیدین عن مالک ان ابن عمر کان اذا رأی رجلاً لا یرفع یدیہ اذا رکع واذا رفع رماہ بالحصی۔ (فتح الباری ص۲۶۲ ج۲)

اور اس روایت کے ضعیف ہونے پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو امام بخاریؒ نے جزء رفع یدین میں امام مالکؒ سے روایت کی ہے کہ بے شک حضرت ابن عمرؓ جب کسی آدمی کو دیکھتے کہ وہ رکوع کرتے وقت اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتا تو اس کو کنکریاں مارتے۔

حالانکہ یہ روایت جزء رفع یدین میں امام مالکؒ کی سند سے ہرگز نہیں بلکہ اس کی سند یوں ہے۔ حدثنا الحمیدی انبانا الولید بن مسلم قال سمعت زید بن واقد یحدث عن نافع ان ابن عمرؓ۔ ایک غالی قسم کے غیر مقلد نے بھی حافظ صاحبؒ کی اندھی تقلید کرتے ہوئے یہی بات یوں ہی لکھ دی ہے۔ وروی البخاری فی جزء رفع الیدین عن مالک ان ابن عمر الخ (التنکیل لما فی تانیب الکوثری من الاباطیل ص۲۷ ج۲)

بہر حال حضرت ابن عباسؓ سے قراءۃ قرآن کرنے کی جنبی کے لیے اجازت کی کوئی روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں نہیں اور جزء رفع یدین جو منسوب ہے امام بخاریؒ کی طرف اس میں کنکریاں مارنے والی روایت کا جواب نور الصباح میں راقم الحروف

ذکر کر چکا ہے۔ حافظ صاحبؒ نے تغلیق التعلیق ص۱۷۱ الجلد الثانی میں حضرت ابن عباسؓ سے اپنی سند کے ساتھ ایک روایت اس طرح نقل کی ہے۔

ابن عباس یقول لا بأس ان یقرأ الجنب الآیۃ ونحوھا۔	حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کوئی حرج نہیں ہے کہ جنبی ایک آیت اور مثل اس کے پڑھ لے۔

الجواب

حافظ صاحبؒ نے محنت تو بڑی کی ہے لیکن روایت ایسے راویوں سے نقل کر دی ہے جن میں بعض تو مجہول ہیں اور بعض جھوٹے قسم کے راوی بھی موجود ہیں چنانچہ اس سند میں ابو عتبہ ثنا بقیۃ سے مراد احمد بن الفرج ابو عتبہ الحمصی ہے جو بقیۃ بن الولید سے روایت کرتا ہے۔ محدث محمد بن عوف الطائی فرماتے ہیں۔

وَلَیْسَ لَہٗ فِی حَدِیْثِ بقیۃ اَصْلٌ ھُوَ فِیْھَا اَکْذَبُ الْخَلْقِ۔ (تہذیب لابن حجرؒ ص۶۹)	کہ ابو عتبہ راوی کی اپنے استاذ بقیہ سے روایتیں بے اصل ہوتی ہیں وہ ان روایتوں میں تمام مخلوق سے زیادہ جھوٹ بولنے والا ہے۔

افسوس کہ جان بوجھ کر حافظ صاحب نے ایک جھوٹی و من گھڑت روایت امام بخاریؒ کے قول کی تائید میں نقل کر دی ہے۔ (عافاہ اللہ ونسامحہ)

تیسری دلیل اور اس کا جواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر کرتے رہتے تھے۔

الجواب

اس حدیث سے گویا امام بخاریؒ نے یوں استدلال کیا ہے کہ ذکر عام ہے جو قرآن کو بھی شامل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر کرتے رہتے تھے۔

کوئی وقت مستثنیٰ نہیں فلہٰذا جنابت کی حالت میں بھی قراءۃ قرآن جائز ہوگی مگر یہ استدلال نہایت درجہ کا ضعیف ہے۔ "مارون گھٹنہ پھوٹے آنکھ"۔ ایسے موقعہ پر بولا جاتا ہے۔ حالانکہ کثرت سے روایتیں موجود ہیں جن میں جنبی و حائضہ کو قرآن پڑھنے سے روکا گیا ہے اور قرآن مجید کے علاوہ دوسرے ذکر کے لیے بھی چند مقام مستثنیٰ ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ عن ابن عمر قال رجل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یبول فسلم علیہ فلم یرد علیہ قال ابوداؤد وروی عن ابن عمر وغیرہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تَیَمَّمَ ثم رد علی الرجل السلام (ابوداؤد ص۴)	حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گذرا آپ پیشاب کر رہے تھے پس اس نے سلام کیا آپ نے اس کا جواب نہ دیا۔ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ وغیرہ سے مروی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کر کے اس کے سلام کا جواب دیا
۲۔ عن المہاجر بن قنفذ انہ اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یبول فسلم علیہ فلم یرد علیہ حتی توضأ ثم اعتذر الیہ فقال انی	حضرت مہاجر بن قنفذؓ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا دراں حالانکہ آپ پیشاب کر رہے تھے پس آپ پر سلام کیا آپ نے جواب نہ دیا حتی کہ

کرهت ان اذکر الله تعالی ذکرہ الا علی طهرا او قال علی طهارة (ابو داؤد ص۳)	وضو کر لیا پھر عذر پیش کیا کہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کروں مگر طہارۃ پر۔
۳- ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یخرج من الخلاء فیقرئنا القران ویاکل معنا اللحم ولم یکن یحجبه او یحجزه عن القران شیٔ لیس الجنابة۔ (ابو داؤد ص۳۲/۱)	عبد اللہ بن سلمہؒ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء سے باہر نکل کر ہمیں قرآن مجید پڑھاتے تھے اور ہمارے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور قرآن مجید کے پڑھنے سے ان کو کوئی روکنے والی چیز نہ ہوتی تھی سوا جنابت کے۔

اس حدیث کو امام نسائیؒ نے سنن نسائی ص۳۲/۱ میں امام احمدؒ نے مسند احمد ص۸۴/۱ ج۱ وص۱۰۷ جلد ا وص۱۲۴ جلد ا وص۱۳۴ جلد ا میں اور ابن ماجہؒ نے اپنے سنن ص۴۴ میں اور امام ترمذیؒ نے سنن ترمذی ص۳۸ جلد ا میں ذکر کیا ہے اور مستدرک حاکم ص۱۰۷ جلد ۴ ومشکوۃ ص۴۹ جلد ا وموارد الظمآن ص۴۷ وطحاوی ص۶۲/۱ و مسند حمیدی ص۳۱/۱ ومصنف ابن ابی شیبہ ص۱۰۳/۱ وص۱۰۴/۱ وسنن دارقطنی ص۱۱۹/۱ میں بھی کچھ الفاظ کے تغیر سے یہ حدیث موجود ہے اور یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔

قال ابو عیسی حدیث حسن صحیح وبه قال	امام ترمذیؒ فرماتے ہیں حضرت علیؓ کی یہ حدیث حسن صحیح ہے

غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم والتابعین قالوا یقرأ الرجل القران علی غیر وضوء ولا یقرأ فی المصحف الا وهو طاهر وبه یقول سفیان الثوری والشافعی واحمد واسحق (ترمذی ص۳۸)	اور بے شمار صحابہ کرامؓ وتابعین عظامؒ کا یہی مسلک ہے وہ فرماتے ہیں کہ بے وضو آدمی تلاوت قرآن مجید کی کر سکتا ہے لیکن مصحف میں بغیر طہارۃ کے تلاوت نہیں کر سکتا سفیان ثوریؒ امام شافعیؒ، امام احمدؒ واسحق بن راھویہؒ کا یہی مسلک ہے۔

امام حاکمؒ فرماتے ہیں ھذا حدیث صحیح الاسناد (مستدرک ص۱۰۷) یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: صحیح (تلخیص مستدرک ص۱۰۷) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

رواه احمد والاربعة وهذا لفظ الترمذی وحسنه وصححه ابن حبان۔ (بلوغ المرام ص۱۱)	امام احمدؒ وسنن اربعہ والوں نے روایت کیا ہے اور یہ لفظ ترمذی کے ہیں اور تحسین بھی کی ہے اور ابن حبانؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ صاحبؒ نے امام ترمذیؒ کی طرف صرف تحسین منسوب کی ہے حالانکہ امام ترمذیؒ اس حدیث کی تصحیح بھی کرتے ہیں جیسا کہ ابھی حوالہ گذر چکا ہے لیکن حافظ صاحبؒ نے تلخیص الحبیر میں حوالہ درست نقل کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

وصححه الترمذی	اس حدیث کو امام ترمذیؒ اور

وابن السکن وعبد الحق	محدث ابن السکنؒ اور محدث
والبغوی فی شرح	عبد الحقؒ اور محدث بغویؒ نے
السنۃ وروی ابن	صحیح کہا ہے اور امام ابن خزیمہؒ
خزیمۃ باسنادہ عن	نے اپنی سند سے امام شعبہؒ سے
شعبۃ قال ھذا	روایت کیا ہے کہ یہ حدیث
الحدیث ثلث رأس	میرے کل سرمایہ کا تیسرا حصہ ہے
مالی وقال الدارقطنی	اور دارقطنیؒ نے شعبہؒ سے
قال شعبۃ ما احدث	روایت کیا ہے کہ میں اس حدیث
بحدیث احسن منہ	سے بہتر کوئی حدیث روایت نہیں
(تلخیص الحبیر ص۱۳۹)	کرتا۔

تنبیہ : مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد نے دو سخت قسم کی غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے۔

غلطی نمبر ا

عظیم آبادی صاحب لکھتے ہیں :

والحاکم فی المستدرک	اور امام حاکمؒ نے مستدرک میں
وصححہ قال ولم	اس حدیث کی تصحیح کی ہے
یحتجا بعبد اللہ بن	امام حاکمؒ نے کہا کہ امام بخاریؒ
سلمۃ ومدار الحدیث	وامام مسلمؒ نے عبد اللہ بن سلمہ
علیہ۔	سے احتجاج نہیں کیا اور دارومدار
(التعلیق المغنی ص۱۱۹)	حدیث کا اسی پر ہے۔

حالانکہ یہ حدیث مستدرک حاکم ص۱۰۴ میں موجود ہے مگر اس میں ان

خط کشیدہ الفاظ کا کوئی نام ونشان تک موجود نہیں حدیث روایت کرنے کے بعد امام حاکمؒ نے یوں فرمایا ہے ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ (یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے اور امام بخاریؒ وامام مسلمؒ نے اس حدیث کا اخراج نہیں کیا) البتہ علامہ زیلعیؒ نے امام حاکمؒ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں شاید کسی نسخے میں موجود ہوں ورنہ مطبوعہ نسخہ میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔

غلطی نمبر ۲

فرماتے ہیں :

قال ابن خزیمۃ ھذا	ابن خزیمہؒ نے فرمایا کہ یہ
الحدیث ثلث رأس	حدیث میرے سرمایہ کا تیسرا
مالی (التعلیق المغنی ص۱۳۰)	حصہ ہے۔

حالانکہ اصل بات ابن حجرؒ کے حوالہ سے گذر چکی ہے کہ ابن خزیمہؒ نے اپنی سند سے امام شعبہؒ سے یہ بات نقل کی ہے۔ جو لوگ ایک ہی جگہ میں بار بار ٹھوکر کھائیں ان میں حدیث سمجھنے کی استعداد کس طرح پیدا ہو سکتی ہے۔

ٹھوکریں مت کھائیے چلئے سنبھل کر دیکھ کر
چال سب چلتے ہیں لیکن بندہ پرور دیکھ کر

اعتراض : بعض حضرات نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ عبد اللہ بن سلمہ جب بوڑھے ہو گئے تو ان کے حافظہ میں خرابی آگئی تھی۔

الجواب

یہ اعتراض بالکل باطل ہے امام احمدؒ نے اس حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو مسند احمد میں پانچ جگہ پر روایت کیا ہے اور امام شعبہؒ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ اس پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے سرمایہ کا تیسرا حصہ قرار دیتے ہیں۔

الجواب ۲

عبداللہ بن سلمہؒ اس حدیث کے بیان کرنے میں متفرد نہیں حضرت علیؓ کے اور شاگرد بھی اس حدیث کو بیان کرتے ہیں۔

دلیل ۶

امام احمدؒ فرماتے ہیں

حدثنا عائذ بن حبیب حدثنی عامر بن السمط عن ابی الغریف قال اتی علی رضی اللہ عنہ بوضوء فمضمض واستنشق ثلاثاً وغسل وجھہ ثلاثاً وغسل یدیہ وذراعیہ ثلاثاً ثلاثاً ثم مسح براسہ ثم غسل رجلیہ ثم قال ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ثم قرأ شیئاً من القرآن ثم قال ھذا لمن لیس بجنب فاما الجنب فلا ولا آیۃ (مسند احمد ص ۱۱۰ ج ۱)

حضرت علیؓ کے پاس پانی لایا گیا پس آپ نے کلی کی اور ناک میں تین مرتبہ پانی ڈالا اور منہ دھویا تین مرتبہ اور ہاتھ و بازو دھوئے تین تین مرتبہ پھر سر کا مسح کیا پھر پاؤں دھوئے پھر کہا کہ اس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا پھر کچھ قرآن پڑھا پھر فرمایا یہ اس کے لیے ہے جو جنبی نہیں بہر حال جنبی کو ایک آیت پڑھنے کی بھی اجازت نہیں۔

علامہ احمد محمد شاکر غیر مقلد فرماتے ہیں:

وَھٰذَا اِسْنَادٌ صَحِیْحٌ جَیِّدٌ (تعلیقات علی الترمذی ص ۲۷۵ ج ۱)

اور یہ حدیث صحیح اور کھری سند والی ہے۔

علامہ ہیثمیؒ اس حدیث کو مسند ابو یعلیٰ سے روایت کر کے پھر فرماتے ہیں ورجالہ موثقون (مجمع الزوائد ص ۲۷۶ ج ۱) کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اس حدیث کی سند میں حضرت علیؓ کا شاگرد عبداللہ بن سلمہ نہیں بلکہ ابو الغریف ہے جو ثقہ ہے۔

دلیل ۵

حضرت علیؓ و حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ سے روایت ہے کہ:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انی ارضی لک ما ارضی لنفسی واکرہ لک ما اکرہ لنفسی لا تقرأ القرآن وانت جنب ولا انت راکع ولا انت ساجد (الحدیث) (سنن دارقطنی ص ۱۱۹ ج ۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے علیؓ میں تیرے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے اپنے پسند کرتا ہوں اور تیرے لیے وہی چیز ناپسند کرتا ہوں جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں جنبی ہونے کی حالت میں قرآن نہ پڑھنا اور نہ رکوع و سجود کی حالت میں پڑھنا۔

علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں:

وفی حدیث علیؓ الحارث وھو ضعیف وحدیث ابی موسیٰ رجالہ موثقون۔ (مجمع الزوائد ص ۲۷۶ ج ۱)

کہ حضرت علیؓ کی اس حدیث کی سند میں ایک راوی الحارث (ان کا شاگرد) واقع ہے اور وہ ضعیف ہے اور حضرت ابو موسیٰؓ کی حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

دلیل نمبر ۶ امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں:

عن عکرمة عن ابن عباس عن عبد الله بن رواحة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم نهی ان یقرأ احدنا القرآن وهو جنب اسناده صالح وغیره لا یذکر عن ابن عباس۔ (سنن الدارقطنی ص۱۲۰)

کہ عکرمہؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں اور وہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے کہ ہم میں سے کوئی جنبی ہونے کی حالت میں قرآن مجید پڑھے امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں سند اس حدیث کی اچھی ہے اور بعض راوی حضرت ابن عباسؓ کا ذکر نہیں کرتے۔

پھر امام دارقطنیؒ نے اس حدیث کے بعد ص۱۲۰ پر حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ سے روایت کی ہے جس کی سند میں حضرت ابن عباسؓ کا واسطہ نہیں ہے لیکن ص۱۲۱ پر ایک نئی سند سے یہی حدیث بیان کی ہے جس میں حضرت ابن عباسؓ موجود ہیں۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباسؓ بھی جنبی کو قراءۃ سے روکنے کی روایت نقل کر کے اس مسئلہ کی تائید کرنے والے ہیں۔

دلیل نمبر ۷ امام دارقطنی فرماتے ہیں۔

عن عبد الله بن مالک الغافقی انه سمع رسول الله صلی الله علیه

کہ حضرت عبد اللہ بن مالک الغافقیؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم یقول لعمر بن الخطاب اذا توضأت وانا جنب اکلت و شربت ولا اصلی ولا اقرأ حتی اغتسل (دارقطنی وطحاوی ص۵۲ ج۱)

وسلم سے سنا وہ حضرت عمرؓ کو فرما رہے تھے کہ میں جب وضو کرتا ہوں جنبی ہونے کی حالت میں تو کھا پی لیتا ہوں مگر نہ نماز پڑھتا ہوں نہ قرآن پڑھتا ہوں حتی کہ غسل کر لوں۔

اعتراض: اگرچہ اس روایت کو امام بیہقیؒ اور حافظ ابن مندہ نے کتاب الصحابہ میں ذکر کیا ہے مگر اس میں عبد اللہ بن سلیمان راوی کے دو شاگرد ہیں ابن لہیعہ جو ضعیف ہے اور واقدی جو متروک ہے (التعلیق المغنی ص۱۱۹ ج۱)

الجواب

یہ اعتراض درست ہے مگر حضرت عمرؓ کے اپنے عمل سے جو صحیح سند سے ثابت ہے اس کی تائید ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔

وصح عن عمر انه کان یکره ان یقرأ القرآن وهو جنب وساقه عنه فی الخلافیات باسناد صحیح۔ (تلخیص الحبیر ص۳۸)

اور حضرت عمرؓ سے صحیح سند سے ثابت ہے کہ وہ ناپسند کرتے تھے کہ جنبی ہونے کی حالت میں قرآن مجید کو پڑھا جائے اور امام بیہقیؒ نے خلافیات میں صحیح سند سے اس کو روایت کیا ہے۔

حضرت عمرؓ کی یہ موقوف روایت طحاوی ص۵۲ ج۱ و مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۰۲ ج۱ میں موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی مرفوع حدیث بھی ضعیف نہیں۔

دلیل نمبر ۸ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تقرأ الحائض ولا الجنب شیئاً من القرآن (ترمذی ص۳۴ ابن ماجہ ص۴۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! حائضہ اور جنبی قرآن میں سے کچھ بھی نہ پڑھیں۔

اعتراض : امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

لا نعرفہ الا من حدیث اسمٰعیل بن عیاش۔

کہ اس حدیث کو اسمٰعیل بن عیاش کے بغیر ہم نہیں جانتے۔

اس کے باوجود فرماتے ہیں :

وھو قول اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدھم مثل سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی واحمد واسحٰق قالوا لا تقرأ الحائض ولا الجنب من القرآن شیئاً الا طرف الآیۃ والحرف ونحو ذالک ورخصوا للجنب والحائض فی التسبیح والتھلیل۔

اور یہی مسلک اکثر اہل علم صحابہ کرامؓ و تابعینؒ اور بعد والوں کا ہے مثل سفیان ثوریؒ و عبداللہ بن مبارکؒ و امام شافعیؒ و احمدؒ و اسحٰقؒ کے انہوں نے کہا ہے کہ حیض والی عورت اور جنبی قرآن میں سے کچھ نہیں پڑھ سکتے مگر آیت کا کچھ حصہ لیکن قرآن کے علاوہ باقی ذکر کی اجازت دی ہے۔ (ترمذی ص۳۴ ج۱ ص۳۵)

امام ترمذی نے [illegible] سے اسمٰعیل بن عیاش پر جرح نقل کی ہے۔

الجواب

یہ درست ہے کہ اسمٰعیل بن عیاش ضعیف ہے لیکن اسمٰعیل بن عیاش کے علاوہ بھی یہ حدیث مروی ہے سنن دارقطنی میں عبدالملک بن مسلمہ حدثنی المغیرۃ بن عبد الرحمٰن عن موسیٰ بن عقبہ الخ سند سے یہ حدیث موجود ہے اس میں عبدالملک بھی ضعیف ہے۔ لیکن ضعیف راوی کی روایت متابعۃ میں پیش کی جا سکتی ہے جس سے ضعف میں کمی آجاتی ہے اور حدیث حسن لغیرہٖ بن جاتی ہے جبکہ اس باب میں دوسری صحیح حدیثیں بھی موجود ہیں۔

دلیل نمبر ۹ حدثنا وکیع عن شعبۃ عن ابراھیم عن عمرؓ قال لا تقرأ الحائض القرآن (مصنف ابن ابی شیبہ ص۱۰۲ ج۱)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حیض والی عورت قرآن مجید کو نہ پڑھے۔

دلیل نمبر ۱۰ حدثنا غندر عن شعبۃ عن حماد عن ابراھیم ان ابن مسعودؓ کان یمشی نحو الفرات وھو یقرأ سجدۃ فبال ابن مسعود فکف الرجل عنہ فقال ابن مسعود مالک قال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نہر فرات کی طرف چل رہے تھے اور ایک شخص کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے حضرت ابن مسعودؓ نے پیشاب کیا تو وہ شخص پڑھنے سے رک گیا حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا! تجھے کیا ہو گیا ہے اس نے کہا کہ آپ نے پیشاب کیا ہے حضرت

انك بلغت فقال ابن مسعود انی لست بجنب (ابن ابی شیبہ ۱/۱۱۲)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں جنبی نہیں ہوں۔

علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں:

رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ ثقات۔ (مجمع الزوائد ص۲۷۶)

اس کو امام طبرانیؒ نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ و معتبر ہیں۔

دلیل نمبر ۱۱ عن ابن عباس قال یکرہ ان یذکر اللہ وھو جالس علی الخلاء والرجل یواقع امرأتہ لانہ ذوالجلال یجل عن ذالك۔ (ابن ابی شیبہ ص۱/۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں مکروہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر انسان ایسی حالت میں کرے جب وہ پیشاب و پاخانہ پر بیٹھا ہو اور جب بیوی کے ساتھ جماع کر رہا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ ذوالجلال ہے وہ ایسے ذکر سے بلند ہے۔

دلیل نمبر ۱۲ حدثنا وکیع عن اسرائیل عن ابی سنان ضرار بن مرۃ عن عبد اللہ بن الھذیل العنزی قال کانوا یذکرون اللہ علی کل حال الا الجنابۃ (ابن ابی شیبہ ص۱/۱۱۲)

حضرت عبداللہ بن الہذیلؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر حال کرتے رہتے تھے سوا جنابت کے۔

یہ عبداللہ بن ابی الہذیل حضرت عمرؓ و دیگر صحابہؓ کا شاگرد و ثقہ ہے بعض نے

تو حضرت ابو بکرؓ سے بھی اس کی روایت نقل کی ہے (دیکھئے تہذیب التہذیب ص۱۲/۶۳)

دلیل نمبر ۱۳ حدثنا وکیع عن سفیان عن منصور عن ابراھیم قال کان یقال اقرأ القرآن علی کل حال ما لم تکن جنباً۔ (ابن ابی شیبہ ص۱/۱۰۴)

حضرت ابراہیم فرماتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے دور میں کہا جاتا تھا پڑھ قرآن ہر حال پر جب تک تو جنبی نہ ہو۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ سے پہلے کئی روایات نقل ہو چکی ہیں جن میں قراءۃ قرآن حتیٰ کہ ایک آیت سے بھی منع کیا گیا ہے حضرت علیؓ سے کئی مرفوع حدیثیں نقل ہو چکی ہیں اب ان کا اپنا عمل بھی نقل کیا جاتا ہے۔

دلیل نمبر ۱۴ حدثنا وکیع عن سفیان عن ابی اسحٰق عن الحارث عن علی قال اقرأ القرآن علی کل حال ما لم تکن جنباً (ابن ابی شیبہ ص۱/۱۰۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا پڑھ قرآن ہر حال پر جب تک تو جنبی نہ ہو جائے۔

اس کی سند میں الحارث ہے جو ضعیف ہے لیکن دوسری صحیح سندوں سے بھی آپ کا عمل موجود ہے۔

حدثنا شریك عن عامر بن السمط عن ابی الغریف

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنبی قراءۃ

عن علی قال لا یقرأ ولا حرفاً یعنی الجنب۔	نہ کرے حتیٰ کہ ایک حرف بھی نہ پڑھے۔

(ابن ابی شیبہ ص ۱۰۲/۱)

امام دارقطنیؒ نے اس روایت کو تفصیل سے نقل کرکے فرمایا ھو صحیح عن علی (دارقطنی ص ۱۱۸/۱) یہ روایت حضرت علیؓ سے صحیح و ثابت ہے اس باب میں تابعینؒ وغیرھم کے مزید اقوال اگر نقل کئے جائیں تو تحریر بہت لمبی ہو جائے گی اس لیے دلائل کو یہاں بند کیا جاتا ہے۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حدیث یذکر اللہ علی کل احیانہ (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے تھے) سے قراءۃ قرآن جنبی وحیض والی عورت کے لیے استدلال کرنا باطل محض ہے اور تمام احادیث مرفوعہ وموقوفہ جو گذر چکی ہیں کے خلاف ہے اس لیے اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جو ذکر کے جو اوقات ہیں ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر کرتے رہتے تھے۔ احیانہ کی ضمیر کا مرجع ذکر ہے جو یذکر اللہ سے سمجھا جاتا ہے جیسے اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی میں ھو کا مرجع عدل ہے جو اِعْدِلُوْا سے سمجھی جاتی ہے اور ذکر سے مراد قرآن مجید کے علاوہ ہے جیسا کہ صحیح احادیث و آثار صحابہؓ سے صراحتاً ثابت ہوا۔

(والحمد للہ علی ذالک)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں:

وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد بن الحسن رحمھم اللہ تعالیٰ	کہ حضرت امام اعظمؒ وصاحبینؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ جنبی وحیض والی عورت کے لیے

(طحاوی ص ۶۷/۱) تلاوت قرآن حرام ہے۔

نوٹ: قرآن مجید کا جس طرح حائضہ وجنبی کے لیے پڑھنا حرام ہے اس طرح ہاتھ لگانا بھی حرام ہے ائمہ اربعہؒ کا مسلک یہی ہے لیکن امام بخاریؒ و داؤد ظاہری وغیرہ کے ہاں ہاتھ لگانا بھی جائز ہے (عافاھما اللہ وسامحھما) اس کے دلائل دارقطنی ص ۱۲۱/۱ تا ص ۱۲۳ و نصب الرایہ ص ۱۹۶/۱ تا ص ۱۹۹/۱ مستدرک حاکم ص ۴۸۵/۳ مؤطا امام مالک ص ۷۹ و مشکوٰۃ ص ۵۱ مؤطا محمد ص ۱۴۳ مراسیل ابی داؤد ص ۹ مجمع الزوائد ص ۲۷۶/۱ سنن الکبریٰ ص ۸۸/۱ و مستدرک حاکم ص ۴۷۷/۳ و تلخیص الحبیر ص ۱۳۱/۱ و مصنف ابن ابی شیبہ ص ۱۰۲/۱ و مستدرک ص ۳۹۷/۱ وغیرھا کتب میں موجود ہیں یہ صفحات کتب کے عجلت و جلدی میں لگا دیئے گئے ہیں ان کی دوبارہ تحقیق کر لیں۔ قرآن پاک کی عظمت کے پیش نظر وہم ۱۷ میں بحث طول اختیار کر گئی ہے لیکن پھر بھی اس کو مجبوراً بند کیا جا رہا ہے تا کہ اصل مقصد کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

وہم نمبر ۱۸

ابی بن العباس الانصاری متفق علیہ ضعیف قسم کا راوی ہے اس کی کسی محدث نے توثیق نہیں کی حتیٰ کہ خود امام بخاریؒ فرماتے ہیں لیس بالقوی (تھذیب التھذیب ص ۱۸۷/۱) اور حافظ ابن حجرؒ تقریب ص ۲۰ میں لکھتے ہیں فیہ ضعف (اس میں کمزوری ہے) مگر اس کے باوجود امام بخاریؒ نے اس راوی کی حدیث سے صحیح بخاری ص ۴۰۰/۱ میں احتجاج کیا ہے (باب اسم الفرس والحمار) حافظ ابن حجرؒ نے یہ عذر کیا ہے

وانما روی لہ البخاری فی موضع واحد فی ذکر خیل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	اور امام بخاریؒ نے اس راوی سے صرف ایک ہی مقام میں روایت لی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑے کے

(تهذیب ص۱۸۲) ذکر ہیں

لیکن عرض یہ ہے کہ وہ وعدہ کہاں گیا جس میں یہ کہا گیا ہے کہ میں نے بخاری میں سب حدیثیں صحیح نقل کی ہیں۔

وہم نمبر ۱۹ امام بخاریؒ صحیح بخاری ص۲۹ میں ایک سند یوں بیان کرتے ہیں۔

وقال لی علی بن عبد اللہ ثنا یحیی بن آدم ثنا ابن ابی زائدۃ عن محمد بن ابی القاسم عن عبد الملک بن سعید بن جبیر الخ

محمد بن ابی القاسم الطویل الکوفی کے بارے میں یحیی بن معین ابو حاتم وابن حبانؒ توثیق کرتے ہیں مگر خود امام بخاریؒ فرماتے ہیں لَا اَعْرِفُ مُحَمَّدَ بْنَ اَبِی الْقَاسِمِ کَمَا اَشْتَھِیْ (تهذیب التہذیب ص۲۰۹) میں (امام بخاریؒ) محمد بن ابی القاسم کو نہیں پہچانتا جیسا کہ میری خواہش ہے۔ یعنی یہ راوی امام بخاریؒ کی شرط کے مطابق نہیں چنانچہ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

ومحمد بن ابی القاسم	اور محمد بن ابی القاسم الطویل
یقال لہ الطویل ولا یعرف	کے باپ کا نام معلوم نہیں ہوا
اسم ابیہ وثقہ	اس راوی کی یحیی بن معینؒ وابو حاتمؒ
یحیی بن معین وابو حاتم	نے توثیق کی ہے اور امام بخاریؒ
وتوقف فیہ البخاری	نے اس میں توقف اختیار کیا
مع کونہ اخرج حدیثہ	ہے مگر اس کے باوجود اس مقام
ھذا ھنا فروی النسفی	پر اس کی حدیث سے احتجاج
عن البخاری قال لا اعرف	بھی کیا ہے نسفیؒ نے امام بخاریؒ
محمد بن ابی القاسم	سے روایت کیا ہے کہ میں اس

ھذا کما ینبغی وفی	راوی کو نہیں پہچانتا
نسخۃ الصنعانی کما اشتھی	جیسا کہ پہچاننے کا حق ہے
(فتح الباری الجزء الحادی	یا جیسے میں چاہتا ہوں۔
عشر ص۴۲)	

اور امام بخاریؒ کے استاذ علی بن المدینیؒ جو اس حدیث کو اس مقام پر روایت کر رہے ہیں وہ بھی اس راوی کو نہیں پہچانتے چنانچہ حافظ صاحبؒ لکھتے ہیں۔

قال وروی عنہ ابو اسامۃ	علی بن المدینیؒ نے فرمایا کہ اس
الا انہ غیر مشھور۔	راوی سے ابو اسامہ نے بھی روایت
	کی ہے مگر یہ راوی مشہور نہیں۔

حافظ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام بخاریؒ نے وقال لی علی بن عبد اللہ (اور مجھے علی بن المدینی نے کہا) سے بیان کیا ہے اور جہاں امام بخاریؒ اس جملے سے حدیث بیان کریں۔

یکون فی اسنادہ	وہاں امام بخاریؒ کے ہاں اس
عندہ نظر او حیث یکون	کی سند میں خرابی ہوتی ہے یا وہ
موقوفۃ۔ (فتح الباری	صحابیؓ کا قول ہوتا ہے جس کو حدیث
الجزء الحادی عشر ص۴۲)	بنایا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ حدیث امام بخاریؒ کی شرط پر صحیح نہیں مگر اس کے باوجود بھی اس کو روایت کر دیا ہے۔

وہم نمبر ۲۰ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ص۷۸ میں لکھا ہے

عن انس بن	کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے
مالک قال کنا نصلی	ہیں کہ ہم عصر کی نماز پڑھتے

العصر ثم یذهب الذاهب	تھے پھر ہم میں سے کوئی آدمی
منّا الی قباء فیأتیهم	مسجد قباء کو جاتا تو ابھی تک
والشمس مرتفعة	سورج بلند ہوتا۔

اس حدیث میں قباء کا لفظ وہم ہے صحیح یوں ہے یذهب الذاهب الی العوالی (کہ جانے والا عوالی کی طرف جاتا) اور یہ وہ بستیاں ہیں جو مدینہ منورہ کے آس پاس نجد کی جہت پر واقع ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ کی دوسری روایت میں العوالی ہی ہے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں۔

ومثل هذا الوهم	اور مثل اس تھوڑے سے
الیسیر لا یلزم منه القدح	وہم کے صحت حدیث میں جرح
فی صحة الحدیث وقد	نہیں جب کہ امام بخاریؒ
اخرج الروایة المحفوظة	نے محفوظ حدیث کو بھی روایت
والله اعلم (مقدمہ فتح الباری ص ۱۴/۲)	کیا ہے

وہم نمبر ۲۱ بخاری شریف ص ۲۹۳/۱ میں باب اذا باع الثمار قبل ان یبدو صلاحها کے تحت ایک حدیث ذکر کی ہے اور پھر اسی حدیث میں فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ارأیت ان منع الله الثمرة الخ یہ مقولہ حضرت انسؓ کا تھا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہے امام ابو حاتمؒ و ابو زرعہؒ و ابن خزیمہؒ و دارقطنیؒ نے یہی بات کی ہے (مقدمہ فتح الباری ص ۱۱۹)

وہم نمبر ۲۲ بخاری شریف ص ۱۴۶/۱ میں ہے۔

وکان ابن عمر	حضرت عبد اللہ بن عمرؓ وضو
یسجد علی غیر وضوء	کے بغیر سجدہ تلاوت کرتے تھے۔

حافظ ابن حجرؒ نے مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے اس کا ثبوت یوں دیا ہے۔

حدثنا محمد بن بشر ثنا	کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی
زکریا بن ابی زائدة ثنا ابو الحسن	اللہ عنہ سواری سے نیچے
یعنی عبید بن الحسین عن رجل	اترتے تھے پیشاب کر کے پھر
زعم انه کنفسه عن سعید	سوار ہو جاتے اور سجدۂ تلاوت
بن جبیر قال کان عبد الله	پڑھ کر سجدہ کر لیتے اور وضو
ینزل عن راحلته فیهریق الماء	نہ کرتے تھے۔
ثم یرکب فیقرأ السجدة فیسجد	
وما یتوضأ۔ (تغلیق التعلیق ص ۴۸/۲ وابن ابی شیبہ ص ۱۴/۲)	

یہ روایت سند کے لحاظ سے ضعیف ہے کیونکہ اس میں عن رجل۔ یعنی مجہول شخص کا درمیان میں واسطہ ہے اور مجہول حدیث ضعیف ہوتی ہے جب کہ صحیح روایت میں حضرت ابن عمرؓ سے عدم طہارۃ کی صورت میں سجدہ کرنے سے ممانعت موجود ہے چنانچہ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔

حدثنا المهرجانی ثنا بشر بن	حضرت ابن عمر
احمد ثنا داؤد بن الحسین ثنا	رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے
قتیبة ثنا اللیث عن نافع عن	ہیں کہ کوئی مرد سجدہ
ابن عمر انه قال لا یسجد الرجل	نہ کرے بغیر طہارت
الا وهو طاهر (سنن الکبریٰ ص ۹۰/۲	کے۔
بحواله تغلیق التعلیق ص ۴۸/۲)	

حافظ صاحبؒ نے اس مجہول روایت کو راجح خیال کر کے اس صحیح روایت میں تاویل کرنے کی کوشش کی ہے کہ جنبی وغیرہ کو طہارت کبری کے بغیر سجدہ

نہیں کرنا چاہیے یا ممانعت استحباب کے لحاظ سے ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) تو امام بخاریؒ سے یہاں وہم و نسیان ہو گیا ہے کہ صحیح روایت کے مقابلہ میں اور عقل و نقل کے خلاف انہوں نے ایک غلط کام کرنے کی ترغیب دی ہے (سامحہ اللہ) خواجہ صاحب کے استاذ صاحب فرماتے ہیں بعض اہل علم کا خیال ہے کہ سجدہ تلاوت بلا وضو بھی درست ہے یہ بات صحیح معلوم نہیں ہوتی (رسول اکرم کی نماز ص۱۰۴ تا ص۱۰۵)

وہم نمبر ۲۳ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ص ۸۲۷/۲ میں باب ما انھر اللہ م من القصب والمروۃ والحدید کے تحت پہلی حدیث اپنی سند سے ذکر کرتے ہوئے عن عبید اللہ عن نافع سمع ابن کعب بن مالک یخبر ابن عمران اباہ اخبرہ ان جاریۃ لھم الخ پھر دوسری حدیث اپنی سند سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں عن نافع عن رجل من بنی سلمۃ اخبر عبد اللہ ان جاریۃ لکعب بن مالک الخ پھر اسی صفحہ میں باب ذبیحۃ الامۃ والمراۃ کے تحت اسی حدیث کو اپنی سند سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں عن عبید اللہ عن نافع عن ابن لکعب بن مالک عن ابیہ ان امراۃ ذبحت شاۃ الخ پھر کہتے ہیں وقال اللیث حدثنا نافع انہ سمع رجلاً من الانصار یخبر عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان جاریۃ لکعب بھذا۔ پھر فرماتے ہیں۔ حدثنا اسمعیل قال حدثنی مالک عن نافع عن رجل من الانصار عن معاذ بن سعد او سعد بن معاذ اخبرہ ان جاریۃ لکعب بن مالک۔ اتنا اضطراب ایک حدیث کی سند میں اور اس کو صحیح بخاری

میں پیش کیا جا رہا ہے امام دارقطنیؒ اس اضطراب و اختلاف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ولا یصح والاختلاف فیہ کثیر (قلت) ھو کما قال وعلتہ والجواب عنہ فیہ تکلف وتعسف۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۱۳۶/۲)	اور یہ حدیث صحیح نہیں اور اس میں بہت اختلاف ہے میں (ابن حجرؒ) کہتا ہوں بات دارقطنیؒ کی صحیح ہے اس کا دفاع کرنا امام بخاری سے مشکل ہے اور خواہ مخواہ کا تکلف ہے۔

وہم نمبر ۲۴ صحیح بخاری ص ۱۱۱۳/۲ میں ہے حدثنا یسرۃ بن صفوان بن جمیل اللخمی قال حدثنا ابراھیم بن سعد عن الزھری عن سعید بن المسیب الخ حدث ابو مسعود الدمشقیؒ اعتراض کرتے ہیں کہ امام بخاریؒ سے ابراہیم بن سعد اور زہری کے درمیان ایک راوی کا واسطہ تھا جو گر گیا ہے امام مسلمؒ نے صحیح روایت کیا ہے اور وہ یوں ہے عن یعقوب بن ابراھیم بن سعد عن ابیہ عن صالح بن کیسان عن الزھری۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسی بات کو نقل کر کے واللہ اعلم کہہ دیا ہے۔ (مقدمہ فتح الباری ص ۱۴۴/۲)۔

وہم نمبر ۲۵ امام بخاریؒ نے ایک راوی جس کا نام حریز بن عثمان ہے صحیح بخاری میں روایت لی ہے جو ہر صبح کی نماز کے بعد ستر بار حضرت علیؓ پر لعنتیں بھیجتا تھا (تہذیب التہذیب ص ۲۳۹/۲) مگر امام جعفر صادقؒ جیسی ہستی سے صحیح بخاری میں روایت نہیں لی (انا للہ

وانا الیہ راجعون)

برادرانِ اسلام! بہت سی باتوں سے قلم کو روکتا ہوں جو محدثین کرام نے فرمائی ہیں یہ چند باتیں نقل کر کے میرے دل کو ٹھیس پہنچ رہی ہے لیکن مجبوراً غیر مقلدین حضرات کو جواب دینے کے لیے اور ان کے منہ میں لگام دینے کے لیے تاکہ وہ فقہ حنفی اور حنفی علماء سے چند غلطیوں کی بنا پر لوگوں کے درمیان نفرت نہ پھیلا سکیں یہ باتیں نقل کر دی ہیں۔ مگر غیر مقلد بھی فقہ سے نفرت کرتے کرتے بالآخر منکرین حدیث کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ منکرین حدیث کا ٹولہ غیر مقلدین سے نکلا ہے۔

برادرانِ اسلام! حضرت امام بخاریؒ کو جو مرتبہ خدا تعالیٰ نے دیا ہے وہ کسی کے گھٹانے سے گھٹ نہیں سکتا جو ان سے اوہام ہوتے ہیں۔ یہ فطری بات ہے کیونکہ ہمارے ابا حضرت آدم علیہ السلام بھی بھول گئے تھے۔ امام دارقطنیؒ یا ابو مسعود دمشقیؒ یا اسماعیلیؒ وغیرہم نے جو صحیح بخاری پر تنقید کی ہے اس کا جواب حافظ ابن حجرؒ نے دے دیا ہے اور کہیں تسلیم کیا ہے کہ ان کا اعتراض درست ہے لیکن ضابطہ کی بات ہے کہ اعتراض کرنا آسان ہے لیکن کام کرنا مشکل ہے ان حضرات نے صحیح بخاری پر اعتراض تو کر دیئے لیکن صحیح بخاری جیسی حدیث کی کتاب ہمارے سامنے پیش کرتے یہ ان سے نہیں ہو سکا ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک نوجوان امریکہ سے فوٹوگرافی کے فن میں مہارت حاصل کر کے واپس آیا تو اس نے ایک چوراستہ میں واقع ایک تختہ پر تصویر بنائی جو اس کے خیال میں اعلیٰ قسم کی تھی اس نے اس کے نیچے لکھ دیا کہ اگر کسی کو اس تصویر کے کسی عضو کے متعلق اعتراض ہو تو وہ اس تختہ پر اپنی رائے کا اظہار کرے جب صبح ہوئی یہ نوجوان تختہ کی طرف پہنچا دیکھا تو سب تختہ اعتراضات سے بھرا ہوا تھا کسی آدمی نے اعتراض کیا کہ اس تصویر کی آنکھ درست نہیں کسی نے کہا

اس کا ناک ٹھیک نہیں کسی نے کہا اس کا کان صحیح نہیں بنایا گیا غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں تھیں۔ یہ نوجوان پریشان ہو کر واپس گھر کے مغموم بیٹھ گیا والد صاحب نے دیکھا تو پوچھا بیٹا کیوں مغموم ہو بیٹے نے اس واقعہ کی خبر دی باپ نے کہا بیٹا جاؤ اسی تختہ پر اچھی قسم کی تصویر بناؤ اور نیچے لکھو کہ جس آدمی کو اس تصویر میں کوئی نقص نظر آتا ہو تو وہ اس جیسی یا اس سے اچھی تصویر اس تختہ پر بنائے بیٹے نے ایسا ہی کیا جب صبح کو تختہ کی طرف نوجوان گیا تو دیکھا کہ کسی آدمی نے بھی اس تصویر پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ گھر کو خوش خوش ہو کر واپس لوٹا باپ نے پوچھا کیسے ہے بیٹے نے جواب دیا آج تو کوئی اعتراض نہیں باپ نے کہا اعتراض کرنا آسان ہے لیکن اس جیسی کوئی چیز بنانا یہ مشکل ہے تو صحیح بخاری پر جن محدثین حضرات نے اعتراض کئے ہیں یہ حسد کی بنا پر نہیں تھے ان میں سے بعض اعتراضات بالکل صحیح ہیں لیکن صحیح بخاری جیسی حدیث کی کتاب وہ پیش نہیں کر سکتے۔ اس طرح فقہ حنفی پر اعتراض کرنا آسان ہے مگر ایسی کتاب مرتب کر کے پیش کرنا کہ زندگی کے تمام مسائل اس میں موجود ہوں اور صرف قرآن و حدیث سے لئے گئے ہوں یہ ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین حضرات کے علماء کرام بھی اپنی کتابوں میں بالآخر فقہ حنفی کے مسائل لے آتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں۔

غیر مقلّدین حضرات کے امام قاضی شوکانی کے اوھام

وھم نمبر ۱: حضرت قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کا حضرت علیؓ سے سماع نہیں ہے (نیل الاوطار ص۲۷۰ جلد۱)

الجواب

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کا سماع حضرت علیؓ سے بلا شبہ ثابت ہے۔

بخاری شریف ص۲۳۲ جلد۱ میں ہے۔ اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِیْ لَیْلٰی اَخْبَرَہٗ اَنَّ عَلِیًّا اَخْبَرَہٗ (حضرت عبد الرحمن بن ابی لیلیٰؒ نے حضرت مجاہدؒ کو بتایا کہ حضرت علیؓ نے انہیں بتایا ہے) نیز اسی صفحہ میں ہے ابن ابی لیلیٰ ان علیاً حدثہ (کہ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ ان کو حضرت علیؓ نے بتایا) اور بخاری شریف ص۲۳۵ میں ہے ابن ابی لیلیٰ ثنا علی (عبد الرحمن بن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں ہمیں حضرت علیؓ نے بتایا) راقم الحروف نے اس کے مزید دلائل نور الصباح ص۴۲ تا ص۴۵ میں ذکر کر دیئے ہیں وہاں ملاحظہ کریں یہ بہت زبردست وہم ہے جو قاضی صاحب سے صادر ہوا ہے۔

وہم نمبر۲ : قاضی صاحب نیل الاوطار ص۲۷ جلد۱ میں لکھتے ہیں کہ یزید بن ابی زیاد کوفی تو رجال حسن سے بھی نہیں ہے جس کی حدیث کو امام ترمذیؒ نے حسن صحیح کہہ دیا ہے خود امام ترمذیؒ کے ہاں یہ راوی ضعیف ہے اور بعض کے ہاں اس کی حدیث من گھڑت ہے (ملخصاً) نیز نیل الاوطار ص۱۰۵ جلد ۷ دیکھیں۔

الجواب

یزید بن زیاد دمشقی پر جو جرح تھی وہ قاضی صاحب نے یزید بن ابی زیاد الکوفی پر فٹ کر دی ہے یہ قاضی صاحب کی سخت خطا ہے دیکھئے نور الصباح ص۲۳۳۔

وہم نمبر۳ : قاضی شوکانی صاحب حدیث اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ (بے شک اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بعض ایسے شخص بھی ہیں اگر وہ خدا تعالیٰ کی قسم اٹھائیں تو وہ کام اللہ تعالیٰ پورا کر دے گا)۔ اس حدیث کے متعلق قاضی صاحب لکھتے ہیں ھُوَ مَوْضُوْعٌ (الفوائد المجموعہ ص۲۵۳) اور ص۵۰۸ میں لکھتے ہیں قَالَ الْمُفْرَدُ ھُوَ مَوْضُوْعٌ (کہ یہ حدیث من گھڑت ہے)

الجواب

یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے دیکھئے صحیح بخاری ص۳۷۲ ج۱ و ص۳۹۴ ج۱ و ص۶۲۶ ج۲ و ص۶۶۳ ج۲ ۔ صحیح بخاری کی اتنی مشہور حدیث کو جھوٹا اور من گھڑت کہہ دیا ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) اس کی مزید تفصیل نور الصباح ص۱۵۰ میں دیکھیں۔

وہم نمبر۴ : قاضی صاحب نیل الاوطار ص۱۹۴ جلد۲ میں رفع الیدین تا وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرنے کی حدیث بارے میں لکھتے ہیں۔ قَدْ ثَبَتَ بے شک ثابت ہے حالانکہ اس کی سند میں دو راوی وضاع (جھوٹی حدیثیں بنانے والے) موجود ہیں اور سند کے بعض راوی تو بالکل مجہول ہیں تفصیل کے لیے دیکھئے نور الصباح ص۱۵۰ و ص۲۲۸۔ قاضی صاحب سے بہت عظیم خطا صادر ہوئی ہے۔

وہم نمبر۵ : قاضی صاحب نے البدر الطالع ص۱۵۸ جلد۱ میں امیر کاتب اتقانیؒ کی ولادت ۶۹۵ھ لکھی ہے صحیح یوں ہے کہ ان کی ولادت ۶۸۵ھ میں ہوئی دیکھئے الفوائد البہیہ ص۵۰ والدرر الکامنہ ص۴۱۴ جلد۱ لابن حجرؒ اور پھر قاضی صاحب نے امیر کاتب بن امیر عمر کو یوں لکھا ہے امیر کاتب ابن ابی عمر یعنی امیر کا لفظ کاٹ کر اس کی جگہ ابی کا لفظ لگا دیا ہے جو بالکل غلط ہے قاضی صاحب پر بہت افسوس ہے کہ وہ ٹھوکریں در ٹھوکریں کھا رہے ہیں

وہم نمبر۶ : علامہ البانی غیر مقلد ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

وھذا اسناد ضعیف مع وقفہ فان عبد اللہ بن عمر ھذا ھو العمری	اور یہ روایت موقوف ہونے کے باوجود ضعیف بھی ہے کیونکہ عبد اللہ بن عمر یہ عمری

المنکر وهو ضعیف واما قول الشوکانی فی النیل ص۲۷/۲ اسنادهٗ صحیحٌ فلیس بصحیح ولعلّه توهم ان العمری هذا هو المصغر فانه ثقة ولیس به فان اسمه عبید الله علی انه اوهم ان الحدیث مرفوع عن ابن عمر ولیس کذالک کما عرفت۔

کبیر ہے جو ضعیف ہے اور البتہ شوکانی کا نیل ص۲۷/۲ میں اس روایت کو صحیح کہنا صحیح نہیں شاید کہ اس کو یہ وہم ہوا ہے کہ یہ راوی عمری مصغر ہے جس کا نام عبید اللہ ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے دوسرا وہم شوکانی کو یہ بھی ہوا ہے کہ اس نے اس روایت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سمجھا ہے حالانکہ یہ ابن عمر پر موقوف ہے جیسا کہ آپ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ ص۱۴۰/۲) کو معلوم ہو چکا ہے۔

وہم نمبر ۷: علامہ البانی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں کہ حدیث (جس کا مفہوم یوں ہے) کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پڑھتے تو آمین کہتے حتی کہ آپ کے قریب والے لوگ جو پہلی صف میں ہوتے تھے آمین سن لیتے تھے پس مسجد میں گونج پیدا ہو جاتی تھی۔

یہ حدیث ابو داؤد و ابن ماجہ نے روایت کی ہے میں البانی کہتا ہوں کہ اس کی سند ضعیف ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر میں کہا ہے کہ بشر بن رافع ضعیف ہے اور ابن عم ابی ہریرہ کہا گیا ہے کہ مجہول ہے اور ابن حبانؒ نے البتہ اس کی توثیق کی ہے اور بوصیریؒ الزوائد میں فرماتے ہیں کہ یہ سند ضعیف ہے اور ابو عبد اللہ ابن عم ابی ہریرہ مجہول ہے اور امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ بشر ضعیف ہے

اور ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ یہ راوی من گھڑت روایتیں نقل کرتا ہے میں البانی کہتا ہوں کہ ابن حبان کا پورا قول جس کے آخر میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ راوی جھوٹی روایتیں جان بوجھ کر گویا کہ روایت کرتا ہے اور شوکانی کے اوہام میں سے ہے کہ وہ اس روایت کے متعلق کہتا ہے کہ دار قطنیؒ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے اور حاکمؒ نے صحیح علی شرط الشیخین کہا ہے اور بیہقی نے "حسن صحیح" کہا ہے حالانکہ وہ اور روایت ہے اس روایت کے متعلق انہوں نے کہا ہی نہیں (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ص۳۶۷/۲ ملخصاً) راقم الحروف نے اس روایت کی تفصیل اظہار التحسین فی اخفاء التامین میں کر دی ہے یہ وہ کتاب ہے جس کا جواب غیر مقلدین حضرات سے اب تک نہیں ہو سکا اور نہ انشاء اللہ تعالی صحیح جواب قیامت ہو سکے گا۔ دیدہ باید۔

اور علامہ البانی نے کہا کہ اقرب الی الصواب اس مسئلہ میں یہ ہے کہ مقتدی جہر سے آمین نہ کہیں (سلسلہ ص۳۶۸/۲)

وہم نمبر ۸: ایک حدیث جس کی سند میں جابر بن نوح ہے ضعیف ہے کیونکہ جابر بن نوح باتفاق محدثین ضعیف ہے مگر شوکانی صاحب اس حدیث کو ثابت کہتے ہیں علامہ البانی غیر مقلد فرماتے ہیں۔

وقد خفی هذا علی الشوکانی فقال فی نیل الاوطار (ص۲۵۲/۲) ثبت هذا مرفوعاً من حدیث ابی هریرة اخرجه ابن عدی والبیهقی۔

اور شوکانی پر حدیث کا ضعیف ہونا پوشیدہ رہا پس انہوں نے نیل الاوطار میں کہا کہ یہ مرفوعاً حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث سے ثابت ہے جس کا ابن عدیؒ و بیہقیؒ نے اخراج کیا ہے۔

(سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة ص ٢٤٧/١)

علامہ البانی ناراض ہو رہے ہیں کہ ضعیف حدیث کو شوکانی صاحب نے ثابت کیوں کہا حالاں کہ وہ تو موضوع (من گھڑت روایت) کو بھی ثابت کہہ دیتا ہے جیسا کہ وہم ۷ کے تحت گذرا ہے ضعیف تو پھر بھی کسی حد تک قابل عمل ہوتی ہے۔

وہم نمبر ۹ : علامہ البانی لکھتے ہیں :

(تنبیه) قال الحافظ في التلخيص في تخريج حديث المغيرة وفي رواية الخلال وكان آخر الامرين من رسول الله صلى الله عليه وسلم الابراد. وتلقى هذا عنه الشوكاني في نيل الاوطار ص ٢٦٥/١ دون ان يعزوه اليه كما هو الغالب عليه من عادته ثم بنى على ذالك قوله في الصفحة التي قبل المشار اليها فرواية الخلال من اعظم الادلة الدالة على النسخ قلت لكن الظاهر مما نقله الحافظ العراقي عن الخلال فيما سبق ذكره

حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی حدیث کے بیان میں کہا ہے کہ خلال کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا ہے ابن حجرؒ کی یہ بات قاضی شوکانی صاحب نے حاصل کر کے نیل الاوطار میں ذکر کر دی مگر ابن حجرؒ کا نام نہیں لیا جیسا کہ اس کی عام عادت ہے پھر اس سے ماقبل والے صفحہ میں اس پر بنیاد رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ پس خلال کی روایت ان دلائل میں سے بڑی دلیل ہے جو ظہر کی نماز گرمی میں پڑھنے کے نسخ پر دلالت کرتی ہیں لیکن

في هذا البحث ان هذه الرواية ليست من حديث المغيرة وانما هي من قول الامام احمد رحمه الله وقد صرح بهذا الحافظ في الفتح (١٣/٢) فقال ونقل الخلال عن احمد انه قال هذا آخر الامرين من رسول الله صلى الله عليه وسلم وكذا قال الصنعاني في العدة (٣٨٥/٢) دون ان يعزوه للحافظ ايضاً (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة ٣٦٥/٢)

(البانی) کہتا ہوں کہ حافظ عراقیؒ کی بات سے جو اس بحث میں گذر چکی ہے معلوم ہوتا ہے کہ خلال کی روایت حضرت مغیرہؓ کی حدیث کا حصہ نہیں بلکہ یہ امام احمدؒ کا قول ہے جس کو خلال نے نقل کیا ہے اور خود حافظ صاحبؒ نے فتح الباری ص ۱۳/۲ میں اور صنعانیؒ نے العدہ ص ۳۸۵/۲ میں تصریح کی ہے کہ خلال نے امام احمدؒ کا قول نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل ابراد یعنی ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا ہے۔

قارئین کرام اندازہ کریں کہ امام احمدؒ کی بات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سمجھ لیا۔ قاضی شوکانی صاحب نے یہ کتنے بڑے تعجب کی بات ہے اور پھر البانی صاحب نے تو سارا راز ہی ظاہر کر دیا کہ شوکانی صاحب ابن حجرؒ کی عبارات نقل کر کے ابن حجرؒ کا نام ہی نہیں لیتا۔ البانی صاحب کی اس بات سے ہم متفق ہیں کہ واقعی قاضی شوکانی صاحب نے نیل الاوطار کو تلخیص الحبیر و فتح الباری وغیرھا کی عبارات سے مرتب کر کے گویا لوگوں کو باور کرانے کی یہ کوشش کی ہے کہ انہوں نے اپنی تحقیق سے یہ کتاب مرتب کی ہے ۔

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں یہ دھوکہ بازی گر کھلا

وھم نمبر۱۰ : قاضی صاحب لکھتے ہیں۔

وقد قلنا في اول الكتاب باب ما سكت عنه فهو صالح للاحتجاج۔ (نيل الاوطار ص۵۸ ج۷)	اور ہم اس کتاب کی ابتداء میں ذکر کر چکے ہیں کہ جس حدیث پر امام ابو داؤدؒ و منذریؒ سکوت کریں وہ حجت کے قابل ہوتی ہے

نیز نیل الاوطار ص۸۳ جلد۱ و ص۲۳ جلد۲ و ص۲۴۹ جلد۵۔

لیکن قاضی صاحب نیل الاوطار ص۱۲ جلد۵ میں اپنی اس بات کو بھول جاتے ہیں وہاں لکھتے ہیں:

وسكت عنه ابو داؤد والمنذري وفي اسناده رجل مجهول۔	کہ ابو داؤدؒ و منذریؒ نے سکوت کیا ہے لیکن اس کی سند میں ایک مجہول راوی واقع ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ابو داؤدؒ و منذریؒ کا سکوت کرنا کسی روایت پر قابل حجت نہیں۔

وھم نمبر۱۱ : محمد بن اسحٰق کے متعلق قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ وہ مشہور مدلس ہے جب عنعنہ سے روایت کرے تو اس کی حدیث ضعیف ہے اگر تحدیث سے روایت کرے تو اس کی روایت ضعیف نہیں دیکھئے (نیل الاوطار ص۸۳ جلد۱ و ص۲۴ جلد۱ و ص۲۴۹ جلد۱ و ص۶ جلد۵)

لیکن قاضی صاحب نیل الاوطار کے کئی مقامات میں بھول گئے ہیں مثلاً ص۲۴۳ جلد۱ میں لکھتے ہیں۔

وابن اسحق ليس بحجة لاسيما اذا عنعن۔	محمد بن اسحٰق بالکل حجت نہیں خاص کر جب عن سے روایت کرے۔

اور ص۱۱ جلد۵ میں لکھتے ہیں:

وفي اسنادها محمد بن اسحٰق وهو حجة في المغازي لا في الاحكام اذا خالف۔	اور اس حدیث کی سند میں محمد بن اسحٰق ہے وہ مغازی یعنی تاریخ میں حجت ہے اور احکام میں حجت نہیں جب کہ اس کی روایت دوسری روایت کے خلاف ہو۔

حافظ ابن حجرؒ ایک حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

وفيه ابن اسحٰق وقد صرح بالتحديث لكن ضعفها البيهقي لمخالفته من هو احفظ منه۔ (تلخيص الحبير ص۲۷ ج۱)	اس کی سند میں محمد بن اسحٰق ہے اور اس نے تحدیث کی بھی صراحت کی ہے (یعنی اپنے استاذ سے سننے کا ذکر کیا ہے) لیکن اس کے باوجود امام بیہقیؒ نے اس کی حدیث کو یہاں ضعیف قرار دیا ہے بوجہ مخالفت کرنے ابن اسحٰق کے اس سے زیادہ حافظہ والے راوی کی روایت کے

خواجہ صاحب موصوف نے ایک رسالہ تین طلاقیں کے نام سے بھی تحریر فرمایا ہے اس کے ص۲۹ میں محمد بن اسحٰق کی ایک روایت ہے جس میں تین طلاقیں دینے کے باوجود رجوع کا حکم دیا گیا ہے اس میں محمد بن اسحٰق نے اپنے استاذ داؤد بن الحصین سے حَدَّثَنِي کے لفظ کے ساتھ حدیث کو روایت کیا ہے اور خواجہ صاحب ص۳۰

یں لکھتے ہیں۔ اس پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے تو یہ کہ راوی محمد بن اسحٰق کو تدلیس کی عادت ہے لیکن اس کا حَدَّثَنِی کہنا اس وہم کو ختم کر دیتا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ اسی روایت کے متعلق بلوغ المرام ص۲۱۸ المکتبۃ السلفیہ لاہور میں لکھتے ہیں۔ وفی سندہا ابن اسحٰق وفیہ مقال (اور ابو داؤد و مسند احمد دونوں کی روایت کی سند میں محمد بن اسحٰق ہے اور اس میں محدثین کرامؒ جرح کرتے ہیں معلوم ہوا کہ محمد بن اسحٰق تحدیث بھی کرے تب بھی اس کی روایت قابل عمل نہیں ہوتی۔

خواجہ صاحبؒ کا جھوٹ نمبر۱

خواجہ صاحب کا یہ لکھنا کہ اس پر کوئی اعتراض وارد ہو سکتا ہے تو یہ کہ راوی محمد بن اسحٰق کو تدلیس کی عادت ہے الخ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت پر اس اعتراض کے سوا باقی کوئی اعتراض وارد ہی نہیں ہو سکتا حالانکہ یہ خالص جھوٹ ہے اور اس پر کئی اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں۔

اعتراض نمبر۱: اس روایت کی سند یوں ہے جو خواجہ صاحب نے نقل کی ہے محمد بن اسحٰق قال حدثنی داؤد بن الحصین عن عکرمۃ (تین طلاقیں ص۲۹) حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

داؤد بن الحصین الاموی مولاہم ابو سلیمان المدنی ثقۃ الا فی عکرمۃ ورُمی برأی الخوارج۔ (تقریب ص۹۵)	داؤد بن الحصین ثقہ ہے مگر عکرمہ سے روایت کرے تو پھر ثقہ نہیں ہے اور اس راوی پر خارجیت کا الزام بھی ہے۔

یہ حدیث بھی عکرمہ کے طریق سے ہے لہٰذا اتنا مضبوط اعتراض وارد ہونے

کے باوجود خواجہ صاحب کا یہ کہنا کہ اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کتنا بڑا جھوٹ ہے امام بخاریؒ کے استاذ علی بن المدینی فرماتے ہیں۔ ما رواہ عن عکرمۃ فمنکر (میزان ص۲) داؤد جو روایت عکرمہ سے روایت کرتا ہے وہ منکر ہوتی ہے یعنی ضعیف ہوتی ہے امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں۔ احادیثہ عن عکرمۃ مناکیر (میزان ص۲) عکرمہ سے اس کی روایات منکر ہوتی ہیں چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے خواجہ صاحب کی مذکورہ روایت کو ضعیف روایتوں کی مد میں بطور منکر روایت کے میزان ص۲ میں پیش کیا۔ خواجہ صاحب نے اس اعتراض کو نہ تو ذکر کیا ہے اور نہ اس کا کوئی جواب دیا ہے پتہ نہیں یہ دھوکہ بازی خواجہ نے کس استاذ سے سیکھی ہے۔

اعتراض نمبر۲: خواجہ صاحب کی مذکورہ روایت پر دوسرا وزنی اعتراض یہ ہے کہ محمد بن اسحٰق شیعہ ہے۔ چنانچہ حافظ صاحبؒ لکھتے ہیں:

وَرُمِیَ بِالتَّشَیُّعِ وَالْقَدْرِ (تقریب ص۲۹)	اور شیعیت اور تقدیر کے منکر ہونے کا الزام اس پر لگایا گیا ہے۔

حافظ صاحبؒ کی یہ بات درست ہے اس کے کئی ثبوت دیئے جا سکتے ہیں چنانچہ ملاحظہ ہوں۔

ثبوت نمبر۱: مسند احمد ص۱۹۲ جلد۱ میں محمد بن اسحٰق کی سند سے طاعون عمواس کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جس میں حضرت عمرو بن العاص کا خطبہ بھی بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمروؓ نے لوگوں کو کہا کہ یہ طاعون ایک شعلہ نار کی آگ ہے پس تم پہاڑوں میں چلے جاؤ تو ابو واثلہ الہذلی نے کہا خدا کی قسم تو نے جھوٹ بولا ہے بے شک تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی

لیکن تو میرے اس گدھے سے بھی زیادہ بڑا ہے حضرت عمرؓ کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے کراہت کا اظہار نہ کیا۔ قارئین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ محمد بن اسحٰق نے یہ روایت ذکر کرکے اپنے شیعہ ہونے کا ثبوت کس طرح فراہم کیا ہے۔

ثبوت ۲: مسند احمد ص ۲۷۴ جلد ۶ میں محمد بن اسحٰق کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں۔

ثم وضعت رأسه على وسادة وقمت ألتدم مع النساء واضرب وجهي۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر گود سے اٹھا کر تکیہ پر رکھ کر کھڑی ہو گئی اور دوسری عورتوں کے ساتھ میں ماتم میں منہ پر طمانچہ مار رہی تھی اور اپنے چہرے کو پیٹ رہی تھی۔

ثبوت ۳: ابن اسحٰق کی سند سے ہے۔

جلد عمر بن الخطاب ابا بكرة و نافع بن حارث وشبل بن معبد ثم استتاب نافع و شبل فتابا فقبل شهادتهما واستتاب ابا بكرة فابى واقام فلم يقبل شهادته

کہ حضرت عمرؓ بن الخطاب نے حضرت ابو بکرہؓ و نافع بن الحارث اور شبل بن معبد کو کسی جرم میں کوڑے مارے پھر نافع اور شبل کو اس جرم سے توبہ کرائی پس وہ تائب ہو گئے پس حضرت عمرؓ نے ان کی شہادۃ (گواہی) کو قبول کر لیا اور ابو بکرہؓ کو تائب ہونے کا حکم دیا پس اس نے انکار کیا اور دلیل قائم کی پس حضرت عمرؓ نے ان کی شہادت رد کر دی۔

(تهذيب ص ۴۷۹ / ۱۰)

حضرت ابو بکرہؓ کا نام نفیع بن الحارث ہے جلیل القدر صحابی ہیں مگر محمد بن اسحٰق نے نہ تو ان کو معاف کیا نہ حضرت عائشہؓ کو اور نہ حضرت عمروؓ بن العاص کو معاف کیا۔

ثبوت ۴: حافظ ابن کثیرؒ محمد بن اسحٰق کی سند سے اس کی کتاب السیرۃ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ و حضرت عائشہؓ معراج جسمانی کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے یہ معراج روحانی و خواب کا واقعہ ہے (دیکھئے تفسیر ابن کثیر ص ۲۳ / ۳)

اس سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسحٰق نے صحابہ کرامؓ کو بدنام کرنے کے لیے اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ جب اس کا شیعہ ہونا ثابت ہوا تو محدثین کرامؒ کا ضابطہ یہ ہے کہ جو روایت شیعہ مذہب کی تائید کرے تو شیعہ راوی سے وہ ہرگز قبول نہیں کی جا سکتی وہ مردود ہو گی اور یہ روایت تین طلاق سے رجوع والی بھی شیعہ مذہب کی تائید کرتی ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

فعن الامامية لا يقع بلفظ الثلاث ولا في حالة الحيض۔

(مرقاة ص ۲۹۴ / ۶)

پس امامیہ (شیعہ فرقہ) سے روایت کیا گیا ہے کہ تین طلاق ایک ہی لفظ کے ساتھ دینے سے واقع نہیں ہوتیں اور نہ حالت حیض میں طلاق واقع ہوتی ہے

اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ غنیۃ الطالبین میں شیعہ فرقہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ یہودی تین طلاق دینے میں حرج محسوس نہیں کرتے تھے اور رافضی کے ہاں بھی تین طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں (آہ ۱ تحفہ) یعنی تین طلاق دینے سے

نکاح ختم نہیں ہوتا جیسا کہ مرزائی کہتے ہیں چنانچہ مولوی محمد علی لاہوری اپنی تفسیر میں لکھتا ہے۔ اول تو ایک صحابی کا فعل حجت شرعی نہیں دوسرے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ حکم بطور سزا جاری کیا تھا تاکہ لوگ تین طلاقیں اکٹھی دینے سے رک جائیں (تفسیر بیان القرآن ص ۲۰۳) نیز موصوف لکھتے ہیں اور حیض میں طلاق نہیں گنی جائے گی (بیان القرآن ص ۲۰۲) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں۔ تین طلاق کو ایک بنانے والے مفتی اہلحدیث سے انقطاع (تعلق) کرنا چاہیے اور ایسا کام ضلال ہے اور یہ تلعب بالدین ہے (امداد المفتین ص ۶۹۰)

نیز فرماتے ہیں اس پر عمل کرنا جائز نہیں اور اس کے لیے اہلحدیث بننا ایمان کے چلے جانے کا خوف ہے (امداد المفتین ص ۶۹۳)

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

وقد اثبتنا النقل عن اکثرهم صریحا بایقاع الثلاث ولم یظهر لهم مخالف فماذا بعد الحق الا الضلال (مرقاۃ ص ۲۹۵/۶)

اور اکثر علماء کرامؒ سے (صریح) عبارتیں تین طلاق اکٹھی واقع ہونے کی ہم نے نقل کر دی ہیں اور ان علماء کرامؒ کا کوئی مخالف ظاہر نہیں ہوا پس حق کو چھوڑنا گمراہی ہے۔

خواجہ صاحب خود لکھتے ہیں۔ مثلاً طلاق ثلثہ کے مسئلہ کو لیجئے ائمہ اربعہؒ اور امام بخاریؒ تک اس کے قائل ہیں مگر ہم قائل نہیں۔ (تعویذ اور دم ص ۴۳) نیز موصوف لکھتے ہیں امام بخاریؒ نے جو طلاق ثلاثہ واقع ہو جانے کے حق میں باب باندھا ہے تو کیا ہر ان کی تحقیق ہی ہوگی۔ (تین طلاقیں ص ۴۴) حافظ ابن حزم ظاہریؒ بھی تین طلاقیں اکٹھی واقع ہونے کے قائل ہیں حتی کہ

بعض غیر مقلد علماء بھی اس کے قائل ہیں (دیکھئے فتاوی ثنائیہ میں فتوی مولانا شرف الدین دھلوی) مولانا محمد علی لکھوی غیر مقلد مدینہ منورہ میں بیٹھ کر ایک تحریر لکھتے ہیں جو بہت طویل ہے اس کو المنبر لائلپور نے ۲۳ شعبان ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۹۶۵ء شمارہ ۳۳ میں شائع کیا ہے اس کے ص ۱۸ میں لکھتے ہیں، اہلحدیث لوگ فاتحہ خلف الامام میں مختلف اور مدرک رکوع میں مختلف طلاق ثلثہ میں مختلف۔

غیر مقلدین حضرات ایک عذر پیش کرتے ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی دینی بدعت وحرام ہیں فلھذا واقع نہیں ہونی چاہئیں۔

الجواب

قتل کرنا حرام ہے لیکن اگر کوئی قتل کرے تو قتل واقع ہو جائے گا زنا کرنا حرام ہے اگر کوئی زنا کرے گا تو زنا واقع ہو جائے گا شراب پینا حرام ہے اگر کوئی شراب پیئے گا تو شراب پینا ثابت ہو جائے گا اس طرح تین طلاقوں کو سمجھ لیں فلھذا جھوٹے عذر و حیلے و بہانے بنانا چھوڑ دیں۔ پہلے شیعہ مذہب والے اس مسئلہ سے فائدہ اٹھا کر سنی حنفی کو شیعہ مذہب میں داخل کر کے اپنے مذہب کا عروج بالفروج کرتے تھے اور اب غیر مقلدین حضرات مصیبت زدہ حنفیوں کو اپنے مذہب میں داخل کر کے اس مسئلہ کی وجہ سے اپنے مذہب کا عروج بالفروج کر رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایسے غلیظ لوگ امام اعظمؒ کی توہین کرتے ہیں اور مسلمانوں پر قسم قسم کے فتوی لگاتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے ؎

ایسی نسلیں قعر ذلت میں ڈوبی چاہئیں
تم سے حلال ہوں تو مائیں بانجھ ہونی چاہئیں

فلھذا محمد بن اسحٰق شیعہ کی روایت شیعہ مذہب کی تائید کرنے کی وجہ سے

بھی مردود ہے۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ پھر اس حدیث کی بنیاد صرف بعض بنی ابی رافع پر ہی نہیں داؤد بن الحصین اس کا تابع موجود ہے اور وہ سند شک و شبہ سے ماوراء ہے (تین طلاقیں صـ۳۲) خواجہ صاحب کی بے علمی بھی کمال درجہ کی ہے اس بیچارے کو متابع اور تابع کا فرق بھی معلوم نہیں ہے اس لیے تابع لکھ دیا ہے حالانکہ متابع لکھنا چاہیے تھا پھر داؤد بن الحصین کی سند کو شک و شبہ سے ماوراء کہنا زبردست جھوٹ ہے نامعلوم خواجہ صاحب نے جھوٹ بولنا کس استاذ سے سیکھا ہے۔ الغرض تین تین ہیں اور ایک ایک ہے عیسائی مذہب والے کہتے ہیں تین ایک ہے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام و جبرئیل علیہ السلام و بی بی مریمؑ تین مل کر ایک خدا بنتا ہے) نعوذ باللہ من ذالک۔ فلہذا ہمیں ایسا نہیں کہنا چاہیے اور جن حضرات سے غلطی ہوگئی ہے کہ انہوں نے تین کو ایک طلاق بنایا ہے ان کے حق میں ہم مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

ایک جھوٹی روایت

خواجہ صاحب لکھتے ہیں: بحث یہ ہے کہ آرڈر تعزیری تھا اور تعزیر کا آپ کو حق تھا۔ تاہم عمر فاروق اپنے اس اقدام پر آخر عمر میں متاسف تھے حافظ اسمٰعیلی مسند عمر میں لکھتے ہیں:

اخبرنا ابو یعلی حدثنا صالح بن مالک حدثنا خالد بن یزید بن ابی مالک عن ابیہ قال قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ما ندمت علی شئی ندامتی علی ثلاث ان لا اکون حرمت الطلاق وعلی ان لا اکون نکحت الموالی وعلی ان لا اکون قتلت النوائح (اغاثہ جلد ۱ صـ۳۳۶ ۳۵۹) مجھے تین چیزوں پر بہت زیادہ ندامت ہوئی ہے۔

(۱) طلاق کے حرام کرنے پر (۲) آزاد کردہ عورتوں سے نکاح نہ کرنے پر (۳) اور کاش نوحہ کرنے والیوں کے لیے قتل کا حکم نہ جاری کیا ہوتا۔

ظاہر ہے اس سے مطلق مراد نہیں آپ نے طلاق دینے سے تو منع نہیں کیا یہی اکٹھی طلاق ثلاثہ کا مسئلہ تھا جس میں آپ نے تعزیر لگائی تھی اور جس کا آپ کو افسوس تھا (تین طلاقیں صـ۶۱ تا صـ۶۲)

الجواب

خواجہ صاحب کی پیش کردہ روایت میں کئی خرابیاں ہیں۔

(۱) حضرت عمرؓ سے روایت کرنے والا راوی یزید بن ابی مالک ہے جس کی پیدائش ۶۰ھ میں ہوئی ہے یعنی حضرت عمرؓ کی وفات کے تقریباً ۳۶ سال بعد پیدا ہوا ہے اس لیے یہ روایت منقطع ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں یقال ولد سنۃ ستین (تہذیب صـ۳۴۶)۔

(۲) علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

وھو صاحب تدلیس وارسال عمن لم یدرک (میزان صـ۴۳۹)	اور یہ راوی مدلس ہے اور منقطع روایتیں ان حضرات سے روایت کرتا ہے جن کا زمانہ پایا نہیں ہوتا۔

(۳) پھر اس یزید بن ابی مالک سے روایت کرنے والا اس کا بیٹا خالد ہے جو سخت قسم کا ضعیف بلکہ جھوٹ بھی بولتا ہے چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں، امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ یہ راوی لیس بشئ ہے (یعنی کچھ بھی نہیں) امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ دو کتابیں ایسی ہیں کہ ان کو زمین میں دفن کر دیا جائے ایک عراق میں ہے اور ایک شام میں ہے نیز فرماتے ہیں:

واما الذي بالشام فكتاب الديات لخالد بن يزيد بن ابي مالك لم يرض ان يكذب على ابيه حتى كذب على اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ابن الجواري وكنت نسخته سمعت من خالد بن يزيد كتاب الديات فاعطيته لابن عبدوس العطار فقطعه۔	اور ملک شام میں جو کتاب ہے وہ کتاب الدیات خالد بن یزید کی ہے باپ پر جھوٹ بولنے سے خالد کا شوق پورا نہیں ہوا حتی کہ اس خالد نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ پر بھی جھوٹ بولا ہے اور ابن ابی الحواریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے خالد سے کتاب الدیات کا سماع کیا ہے جب یہ کتاب میں نے محدث ابن عبدوس العطار کو دی تو اس نے اس کو پھاڑ دیا۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں لیس بثقة (قابل اعتماد نہیں) امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں کہ ضعیف الحدیث اور متروک الحدیث ہے۔ محدث یعقوب بن سفیانؒ اور ابن الجارودؒ اور ساجیؒ وعقیلیؒ نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے اور ابن حبانؒ نے گرچہ اس کو صدوق کہا ہے مگر کثیر الخطاء قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی حدیث میں مناکیر (اوپری چیزیں) واقع ہو گئی ہیں جب باپ سے روایت کرنے میں اکیلا ہو تو قابل احتجاج نہیں (یہ روایت بھی باپ سے روایت کرنے میں منفرد ہے) اور ابن حبانؒ نے اس کی باطل روایت کی بھی نشاندھی کی ہے بحوالہ ابن عدیؒ نے البتہ یہ تاویل کی ہے کہ خالد

کا شاگرد جو ضعیف قسم کا ہوتا ہے وہ خرابی پیدا کرتا ہے خالد خود نہیں کرتا البتہ عجلیؒ نے خالد کو ثقہ قرار دیا ہے (تہذیب ص ۱۲۷ جلد ۳ تا ص ۱۲۹) یہ ہے تفصیل خالد کے متعلق جو محدثین کرامؒ نے اس کے متعلق فرمایا ہے اس میں امام یحیی بن معینؒ سب سے زیادہ صحیح نشانہ پر پہنچے ہیں چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

ضعیف مع کونه فقیها وقد اتهمه ابن معین۔ (تقریب)	یہ خالد ضعیف ہے فقیہ ہونے کے باوجود اور امام یحیی بن معینؒ نے بے شک اسکو جھوٹ سے متہم کیا ہے۔

(۴) یہ تینوں باتیں جو خالد نے اپنے باپ سے حضرت عمرؓ کی نقل کی ہیں جھوٹ کا پلندہ ہیں کوئی بھی ان میں سے صحیح سند کے ساتھ حضرت عمرؓ سے پیش نہیں کی جا سکتی۔

(۱) حضرت عمرؓ نے طلاق دینا حرام قرار نہیں دیا۔

(۲) آزاد شدہ عورتوں کے نکاح پر بھی حضرت عمرؓ نے کوئی پابندی نہیں لگائی۔

(۳) اور نوحہ کرنے والی عورتوں کے قتل کا بھی کوئی حکم صادر نہیں فرمایا:

امام یحیی بن معینؒ نے بالکل صحیح فرمایا کہ خالد انتہائی کذاب ہے کہ باپ پر جھوٹ بول کر اس کا شوق جھوٹ بولنے کا پورا نہیں ہوتا حتی کہ صحابہ کرامؓ پر بھی جھوٹ بولتا ہے تب جھوٹ کا شوق پورا ہوتا ہے۔

(۵) اس جھوٹی روایت کا تین طلاق سے کوئی تعلق ہی نہیں اس مطلق کو خواہ مخواہ خواجہ صاحب نے مقید کرنے کی کوشش کی ہے اور قیاس پر عمل کیا ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) اس مسئلہ کو پوری تفصیل ناظرین کرام سے شیخ استاذ محترم ابو الزاہد مولانا محمد سرفراز خان صاحب

صفدر دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب عمدۃ الاثاث اور حضرت مولانا محقق احناف فقیر محمد صاحب جہلمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب عمدۃ الابحاث میں دیکھیں۔

وھم ۱۲ : قاضی شوکانی صاحب ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں۔

وفی اسنادہ ابن لہیعۃ وحدیثہ حسن وفیہ کلام معروف۔ (نیل الاوطار ص ۳/۵۱)

اور اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور اس کی حدیث حسن ہے اور اس راوی میں مشہور کلام ہے۔

اور نیل الاوطار ص ۲۳۹ جلد ۶ میں لکھتے ہیں :

وابن لہیعۃ لیس بساقط الحدیث فانہ امام حافظ کبیر۔

اور ابن لہیعہ ضعیف الحدیث نہیں کیونکہ یہ امام اور حافظ کبیر ہے۔

مگر قاضی صاحب جب نیل الاوطار ص ۶۵ جلد ۷ میں پہنچتے ہیں تو وہاں لکھتے ہیں۔ واسنادہ ضعیف من اجل ابن لہیعۃ (اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے ابن لہیعہ کی وجہ سے) یہاں ایک حدیث کے سلسلہ میں ابن لہیعہ راوی کو ضعیف قرار دے دیا ہے ؎

آنکھوں والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

وھم ۱۳ : قاضی صاحب منتقی سے یہ عبارت نقل کرتے ہیں۔ وقال اسنادہ ابو داؤد من وجہ ضعیف (کہ اس روایت کو امام ابو داؤد نے ضعیف سند سے بیان کیا ہے) قاضی صاحب اس پر تبصرہ یوں کرتے ہیں۔

وھی ضعیفۃ کما قال

واقعی یہ روایت ضعیف ہے

المصنف وذالک لان فیھا اسمٰعیل بن عیاش وھو ضعیف اذا روی عن غیر اھل الشام ولکنہ ھھنا روی عن الحارث الزبیدی وھو شامی (نیل الاوطار ص ۲۴۲/۵)

جیسا کہ مصنف نے کہا ہے اور یہ اس لئے کہ اس کی سند میں اسمٰعیل بن عیاش واقع ہے اور وہ ضعیف ہے جب غیر شامی راویوں سے روایت کرے لیکن اس مقام میں وہ الحارث الزبیدی الشامی سے روایت کر رہا ہے (یعنی یہ روایت ضعیف نہیں)۔

قاضی صاحب بڑے عجیب آدمی ہیں ایک ہی مقام پر تضاد بیانی کا شکار ہو گئے ہیں۔

وھم نمبر ۱۴

علامہ سید محمد انور شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

(وابیہ) وفیہ حلف لغیر اللہ قال الشوکانی وھو من فلتات لسانہ صلی اللہ علیہ وسلم والعیاذ باللہ ان تجری علی لسانہ فلتۃ ما تکون فیہ شوائب الشرک۔

کہ وابیہ (باپ کی قسم ہے) اس میں غیر اللہ کے لیے قسم اٹھائی گئی ہے شوکانی صاحب نے کہا ہے کہ اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پھسل گئی ہے (حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں) العیاذ باللہ (خدا کی پناہ) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان الیسی بات پھسل

مع انہ قد ثبت عنہ فی نحو اربعۃ او خمسۃ مواضع۔ (فیض الباری ص۱۳۹ ج۱)

جائے جہاں شرک کی ملاوٹ ہو حالانکہ ایسا کلمہ چار یا پانچ جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے اس قسم کے کلمہ کے متعلق مختلف جواب ذکر کئے ہیں تفصیل کے لیے فیض الباری ص۱۳۸ ج۱ تا ص۱۳۹ ملاحظہ فرمائیں۔

وہم نمبر ۱۵

قاضی شوکانی صاحب لکھتے ہیں۔

عند الطبرانی والی الشیخ من حدیث انس مرفوعا بلفظ یعق عنہ من الابل والبقر والغنم (نیل الاوطار ص۱۴۲ ج۵ کتاب العقیقہ)

طبرانی اور ابو الشیخ نے حضرت انسؓ سے مرفوع روایت (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان) نقل کیا ہے کہ بچہ کے عقیقہ میں اونٹ اور گائے اور بکری ذبح کئے جائیں

یہ روایت طبرانی صغیر ص۴۵ میں بھی ہے لیکن یہ روایت جھوٹی ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا قاضی صاحب کا وہم ہے اس روایت کی سند میں مسعدہ بن الیسع الباھلی واقع ہے جو کذاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے دیکھئے مجمع الزوائد ص۱۶۲ ج۸ اور تحفۃ الاحوذی ص۳۶۲ ج۲۔ البتہ حضرت انسؓ سے ثابت ہے کہ وہ عقیقہ میں اونٹ ذبح کرتے تھے چنانچہ علامہ ہیثمیؒ لکھتے ہیں عن قتادۃ ان انس بن مالک کان یعق عن بنیہ الجزور رواہ الطبرانی فی الکبیر ورجالہ رجال الصحیح (مجمع ص۵۹ ج۴)

وہم نمبر ۱۶

قاضی شوکانی صاحب حضرت امیر معاویہؓ کا ذکر دوسرے لوگوں کے ساتھ کرکے آخر میں لعنت کا کلمہ ذکر کرتے ہیں جس سے قاضی صاحب کا شیعہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ قاضی صاحب ایک گروہ کا ذکر کرتے ہیں کہ وہ شام کے علاقہ میں عسکری پوزیشن میں مقیم تھا۔

فی امارۃ زیاد وابنہ طول مدۃ ولایۃ معاویۃ وابنہ یزید لعنھم اللہ وظفر زیاد وابنہ یزید لعنھم اللہ الخ (نیل الاوطار ص۱۵۹ ج۷ اخبار الخوارج)

زیاد اور اس کے بیٹے کی امارۃ میں مدت حکومت معاویہ اور اس کے بیٹے یزید کی حکومت میں ان سب پر خدا کی لعنت ہو اور کامیاب ہوا زیاد اور معاویہ کا بیٹا یزید ان سب پر خدا کی لعنت ہو۔

اسی طرح قاضی صاحب نیل الاوطار ص۱۶۷ ج۷ میں ایک گروہ کرامیہ وغیرہ کا ذکر کرکے لکھتے ہیں۔

حتی حکموا بان الحسین السبط رضی اللہ عنہ وارضاہ باغ علی الخمیر السکیر الھاتک لحرم الشریعۃ المطھرۃ یزید بن معاویۃ لعنھم اللہ الخ

حتی کہ انہوں نے فیصلہ دیا ہے کہ حضرت حسینؓ باغی تھا شرابی لشہ میں مست شریعت مطہرہ کی توہین کرنے والے یزید معاویہ کے مقابلہ میں ان سب پر خدا کی لعنت ہو۔

قارئین کرام نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ قاضی صاحب حضرت امیر معاویہؓ صحابی

رسول کا ذکر کرکے پھر لعنت کا ورد کرتے ہیں تاکہ حضرت امیر معاویہؓ اس میں شامل ہیں (معاذ اللہ) نیز قاضی صاحب نے نیل الاوطار ج۵ ص۱۰۷ باب من بعث بعدی لہ یجرم علیہ میں حضرت امیر معاویہؓ کو کھل کر سب و شتم کا نشانہ بنایا ہے اور کہا ہے کہ معاویہ نے زیاد کو اپنا بھائی بنا کر صحیح حدیث (بچہ بچھونے کا ہوتا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں) کی مخالفت کی ہے اور یہ محض دنیاوی غرض و مقصد کے لیے ایسا کیا ہے اور بہت سے لوگوں نے معاویہ پر اس واقعہ کی وجہ سے اعتراضات کئے ہیں اور بعض نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے اے معاویہ تیرے باپ ابوسفیان کو پاکدامن کہا جائے تو تو ناراض ہوتا ہے اگر اس کو زناکار کہا جائے تو خوش ہوتا ہے۔

ان اعتراضات کے جواب مختلف کتابوں میں موجود ہیں مگر بتانا یہ ہے کہ قاضی صاحب نے حضرت امیر معاویہؓ و حضرت ابوسفیانؓ پر حملہ کرکے اپنے شیعہ ہونے کا ثبوت پیش کر دیا ہے فلہذا حکیم محمود صاحب کا یہ لکھنا حالانکہ نہ شوکانی شیعہ تھے نہ مولانا عبدالحق (بنارسی) شیعہ تھے (علمائے دیوبند کا ماضی ص۱۵۱) محض جہالت و ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔

علامہ وحید الزمان غیر مقلد کے اوہام

(۱) حقیقت میں اگر عمرو بن عاصؓ جو تدبیر اور لڑائی اور مکر فریب میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے معاویہ کی مدد نہ کرتے تو کبھی ان کو حکومت اور خلافت نصیب نہ ہوتی معاویہ نے تو عمرو بن عاصؓ کے اس احسان کا یہ بدلہ دیا کہ ان کو مصر کا حاکم بنا دیا (لغات الحدیث ص۴۵ کتاب ت)

(۲) پھر جب عمرو بن عاص کی دغا بازی ظاہر ہوئی اور لوگ نادم ہوئے

(لغات الحدیث ص۶۰ کتاب ع)

(۳) عمرو بن عاص نے دنیا کی خواہش کو آخرت کی بھلائی پر مقدم رکھ کر معاویہ کی رفاقت اختیار کی اور مصر کی حکومت حاصل کی۔

(لغات الحدیث ج۵ ص۳۳ کتاب ق)

(۴) آخر مغیرہ زیاد کو لے کر معاویہ کے پاس آ گئے اس وقت معاویہ نے زیاد سے کہا تو تو میرا بھائی ہے زیاد نے نہ مانا تب معاویہ نے اپنی بہن جویریہ بنت ابی سفیان کو زیاد کے پاس بھیج دیا وہ اس کے سامنے بے پردہ ہو گئی اور اپنے بال کھول ڈالے اور کہنے لگی تو میرا بھائی ہے میرے باپ نے خود مجھ سے یہ بیان کیا تھا۔ آخر زیاد ابوسفیان کا بیٹا بننے پر راضی ہو گیا تب معاویہ زیاد کو لے کر جامع مسجد میں آئے اور زیاد چار گواہ بنا کر لایا انہوں نے یہ گواہی دی کہ ابوسفیان نے اس کی ماں سمیہ سے زنا کیا تھا اور زیاد سفیان ہی کا نطفہ ہے اس وقت معاویہ نے یہ فیصلہ سنایا کہ زیاد ابوسفیان کا بیٹا ہے اور میرا بھائی ہے اس پر ایک شخص نے اعتراض کیا اور کہا معاویہ تم نے یہ حدیث نہیں سنی کہ بچہ کا نسب ماں کے شوہر یا مالک سے لگتا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہیں معاویہ نے اس کو برا بھلا کہا گالیاں دیں اور گواہی کے موافق یہ حکم نافذ کر دیا کہ زیاد ابوسفیان کا بیٹا ہے (الیٰ ان قال) مترجم کہتا ہے کہ اسی زیاد کا بیٹا عبید اللہ تھا جو لشکر عظیم لے کر امام حسینؓ سے لڑا اور آپ کو شہید کرایا عبید اللہ کے کرتوت سے تو یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کا باپ حرام زادہ تھا اور معاویہ کی کارروائی بباطن صحیح تھی گو ظاہر شرع کے رو سے غلط اور خلاف قانون تھی اس روایت سے انصاف پسند لوگ

یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ معاویہ کس قسم کے آدمی تھے اور وہ خلفائے راشدین میں سے ہونے کے قابل ہیں یا نہیں اہل سنت کے عقائد کے کتابوں میں اس کی تصریح ہے کہ معاویہ دنیاوی بادشاہوں میں سے تھے نہ کہ خلفائے راشدین میں سے اس لئے کہ خلافت راشدہ امام حسن علیہ السلام پر ختم ہوگئی اور حدیث شریف کا بھی یہی مضمون ہے اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے جو لکھا ہے اَمَّا خِلَافَةُ مُعَاوِيَةَ فَصَحِيحَةٌ ثَابِتَةٌ بَعْدَ مَوْتِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ تو یہ حدیث نبوی کے خلاف ہے (لغات الحدیث ج۲ ص۴۲ تا ص۴۳ (کتاب د)

(۵) مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ معاویہؓ اور عمرو بن عاص دونوں باغی اور سرکش اور شریر تھے اور ان دونوں کے مناقب یا فضائل بیان کرنا ہرگز روا نہیں بلکہ صرف صحابیت کا لحاظ کر کے ان کے ذکر کو سب وشتم سے پاک رکھنا ہی کافی ہے (لغات الحدیث ج۲ ص۳۶ کتاب ر)

(۶) علامہ وحیدالزمان کو قَطًا کا ترجمہ معلوم نہ ہو سکا اس لیے قطا کا ترجمہ نہیں کیا دیکھئے (لغات الحدیث ج۵ ص۱۳۶ کتاب ق) قَطًا (بھٹ تیتر) کو کہتے ہیں دیکھئے المنجد وغیرہ۔

(۷) حرام تو وہی جانور ہیں جو اللہ نے قرآن میں بیان فرما دیئے (یا حدیث میں) لیکن بہت سے جانور ایسے ہیں (جن کو اللہ اور رسولؐ نے حرام نہیں کیا) مگر نفس ان سے دور رہنا چاہتا ہے ان کے کھانے سے نفرت کرتا ہے (جیسے گھوڑ پھوڑ بجو چوہا گھونس وغیرہ) (لغات الحدیث ص۵۵) معلوم ہوا چوہا ان حضرات کے ہاں حلال ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)۔

(۸) مترجم کہتا ہے قرآن میں مہلت ... سے مراد وہ لوگ

ہیں جو دنیا کی لذتوں میں پڑ کر بالکل آخرت کو بھول گئے ہوں (لغات الحدیث ج۳ ص۱ کتاب ع)۔ قرآن میں یہ آیت بناوٹی موجود نہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون)

(۹) غُنْدُرٌ محمد بن بشار کا لقب ہے جو حدیث کے بڑے عالم ہیں۔ (لغات الحدیث ج۳ ص۱ کتاب غ)۔ محمد بن بشار کا لقب غندر نہیں بلکہ بُندار ہے دیکھئے (تقریب التہذیب ص۲۹۱) غندر تو استاذ ہے محمد بن بشار کا دیکھئے (صحیح بخاری ص۲۱ وص۲۹)۔ البتہ محمد بن جعفر کا لقب غندر ہے دیکھئے تقریب ص۲۹۳)

تنبیہ: علامہ وحیدالزمان غیر مقلد کے عقائد چونکہ فاسدہ ہیں اور قاضی شوکانی کی طرح یہ شیعہ ہیں اس لیے مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ صحیح بخاری کا ترجمہ وحیدالزمان کا کیا ہوا نہ خریدیں اور اس طرح حدیث شریف کی دوسری کتابوں کے ترجمے بھی علامہ وحیدالزمان نے کئے ہیں ان سے مسلمان اجتناب کریں اور اپنے گھروں میں ان کو نہ رکھیں تاکہ کہیں ایمان کا نقصان نہ ہو جائے علامہ وحیدالزمان کی چند باتیں راقم الحروف نے ذکر کر دی ہیں بقایا کسی مجلس میں انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کر دی جائے گی۔

اوہام نواب صدیق حسن خان

وہم نمبرا

کتاب الجامع الصغیر للسیوطی فیہ عشرۃ آلاف حدیث۔	الجامع الصغیر سیوطی میں دس ہزار حدیثیں ہیں۔

(نزول الابرار بالعلم الماثور من الادعیة والاذکار ص۱۶۱)

نواب صاحب کو یہ دھوکہ علامہ عبدالرؤف مناویؒ کی کتاب کنوز الحقائق سے لگا ہے جو الجامع الصغیر کے حاشیہ پر ہے اس میں علامہ مناویؒ فرماتے ہیں۔

جمعت فیه نحو عشرة آلاف حدیث (کنوز الحقائق ج۲ ص۱)

میں نے اس کتاب میں تقریبًا دس ہزار (۱۰۰۰۰) حدیثیں جمع کی ہیں۔

اور الجامع الصغیر میں جمع شدہ احادیث کی تعداد اس سے زیادہ ہے۔

قیل وعدتها عشرة آلاف وتسعمائة واربعة وثلاثون (فیض القدیر للمناوی ج۱ ص۱۹ والسراج المنیر للعزیزی ج۱ ص۵)

کہا گیا ہے اس کی تعداد دس ہزار نو سو چونتیس ہے۔

وہم نمبر۲

عن عائشة قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی من اللیل ثلث عشرة رکعة یوتر من ذالك بخمس ولا یجلس فی شئ منهن الا آخرهن اخرجه البخاری ومسلم (نزول الابرار ص۱۲۸)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات میں تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے ان میں سے پانچ کو وتر بناتے تھے اور نہیں بیٹھتے تھے ان میں سے مگر آخر میں اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔

ان الفاظ کے ساتھ روایت صحیح بخاری میں نہیں ہے یہ نواب صاحب کا وہم ہے۔

وہم نمبر۳

وفیهما عن سلمة بن الاکوع ان علیا لما بارز مرحبا الخیبری قال انا الذی سمتنی امی حیدرہ (نزول الابرار ص۳۳۶)

اور صحیحین میں سلمہ بن الاکوع سے روایت ہے کہ بے شک حضرت علیؓ نے جب مرحب یہودی سے مقابلہ کیا تو فرمایا میں وہ ہوں جس کا نام ماں نے حیدر رکھا ہے۔

یہ روایت بھی بخاری میں ان الفاظ میں مروی نہیں ہے صرف مسلم میں ہے۔

وہم نمبر۴

واخرجه الترمذی مختصر اللفظ وددت انها فی قلب کل مؤمن یعنی تبارك الذی بیده الملك وقال حدیث حسن غریب (نزول الابرار ص۱۴۲)

اور امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو مختصر الفاظ میں روایت کیا ہے وہ یہ کہ میں پسند کرتا ہوں کہ سورہ تبارک الذی بیدہ الملک ہر مومن کے دل میں ہو امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔

مجھے بسیار تلاش کے باوجود ترمذی سے یہ روایت ان الفاظ سے نہیں ملی

وہم نمبر۵

ولا شك ان ما فی الصحیحین اقدم علی ما فی غیرهما۔

اور بے شک تحقیقی بات یہی ہے کہ جو حدیث بخاری ومسلم دونوں میں ہو وہ ان حدیثوں

(نزل الابرار ص۲۴۷) پر مقدم ہے جو صحیحین میں نہ ہو۔

لیکن نواب صاحب نزل الابرار ص۱۴۷ میں احادیث ترک جہر بسم اللہ کو ترجیح نہیں دیتے حالانکہ وہ صحیحین میں ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

لکن الاثبات ارجح مع کونہ خارجاً مخرج الصحیح ما اخذ بہ اولٰی۔	لیکن جہر بسم اللہ کا زیادہ راجح ہے گرچہ یہ روایت بخاری سے باہر ہے (بلکہ مخالف ہے) بس اس پر عمل کرنا بہتر ہے۔

وھم نمبر۶

وفی اسنادہ لیث بن ابی سلیم وھو مدلس (نزل الابرار ص۲۳۲)	اس حدیث کی سند میں لیث بن ابی سلیم واقع ہے اور وہ مدلس ہے (یعنی ضعیف ہے)

مگر یہی نواب صاحب اسی نزل الابرار کے ص۲۴۷ میں لکھتے ہیں:

لیث بن ابی سلیم وھو وان کان فیہ مقال فقد اخرج لہ مسلم وحدیثہ لا یقصر عن رتبۃ الحسن۔	لیث بن ابی سلیم میں جرح ہے مگر اس سے امام مسلمؒ نے حدیث کا اخراج کیا ہے تو اس کی حدیث درجہ حسن سے کم نہیں ہے۔

وھم نمبر۷

خواجہ صاحب کے استاذ محترم مولانا محمد اسمٰعیل سلفی صاحب فرماتے ہیں۔

ایک مرسل روایت کا ذکر صاحب اتحاف النبلاء (یعنی نواب صاحب) نے بحوالہ فوائد ابن قیم ذکر فرمایا۔ ابن قیم کی فوائد اور بدائع الفوائد چھپ چکی ہے ان میں ایسی

کوئی حدیث نہیں ملی (فتاوی سلفیہ ص۱۰۹)

وھم نمبر۸

اسی طرح اگر داہنی ران پر آدم اور بائیں ران پر حوا لکھے گا تو بھی احتلام سے بچا رہے گا۔ (کتاب التعویذات ص۲۰) (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

خواجہ قاسم صاحب نے نواب صاحب پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ (تعویذ اور دم ص۱۹ تا ص۲۰)

وھم نمبر۹

نواب صاحب لکھتے ہیں (ف) حکماء ہند نے کہا ہے جب کتا کتی سے منعقد ہو جائے تو فوراً اس کی دم جڑ سے کاٹ کر چالیس دن تک زمین میں گاڑ دے پھر اس کو نکالے وہ ایک ہڈی کی طرح پر ہوگی اس کو ایک تاگے میں باندھ کر کمر سے لگانے سے انزال نہ ہوگا اور نہ تھکے گا اور نہ تعب پائے گا اگرچہ مغرب سے صبح تک مشغول رہے (کتاب التعویذات ص۹۴ تا ص۹۵)

گویا ایسی حالت میں عشاء کی نماز بھی معاف (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

(نوٹ) یاد رہے نواب صاحب لکھتے ہیں۔ اس رسالہ کے سارے اعمال و عزائم ماخوذ کتاب و سنت صحیحہ سے ہیں اور اکثر مجرب ہیں۔ (کتاب التعویذات ص۱۲۴)۔

نواب صاحب کثیر التصانیف ہیں اس لیے ان کی کتابوں میں اوہام بھی بے شمار ہیں مگر راقم الحروف نے یہ چند بطور مثال کے پیش کئے ہیں شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی کے شاگرد رشید مولانا عبدالحی صاحب حسنی لکھتے ہیں۔

وکان کثیر النقل عن القاضی الشوکانی وابن القیم وشیخہ ابن تیمیۃ الحرانی وامثالھم (نزھۃ الخواطر ص۱۹۱ ج۸)

کہ نواب صاحب قاضی شوکانی ابن قیم اور اس کے استاذ ابن تیمیہ وغیرہم کی کتابوں سے بہت سی نقلیں ماری ہیں۔

لطیفہ

مولانا حسنی صاحب لکھتے ہیں:

والعجب انہ کان یصلی علی طریقۃ الاحناف فلا یرفع الایدی فی المواضع غیر تکبیرۃ التحریمۃ ولا یجہر بآمین بعد الفاتحۃ ولا یضع یدہ علی صدرہ وان کان لیوتر بواحدۃ ویصلی ثمان رکعات فی التراویح۔ (نزھۃ الخواطر ص۱۹۱ تا ص۱۹۲ ج۸)

اور تعجب کی بات ہے کہ نواب صاحب نماز حنفیوں کے طریقہ پڑھتا تھا چنانچہ تکبیرہ تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کرتا تھا اور نہ آمین بالجہر کہتا تھا اور نہ سینے پر ہاتھ باندھتا تھا البتہ وتر ایک رکعت پڑھتا تھا اور تراویح آٹھ رکعات پڑھتا تھا۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری غیر مقلد کے اوہام

وہم نمبر۱

ابن ابی لیلیٰ عن علی وقد قیل انہ لم یسمع منہ۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ یقیناً حضرت علیؓ

(تحفۃ الاحوذی ص۱۱۳ ج۱) سے حدیث نہیں سن سکے۔

یہ مبارکپوری صاحب کا وہم ہے اور سخت قسم کی خطا ہے اس کی تردید قاضی شوکانی صاحب کے اوہام میں کر دی گئی ہے۔

وہم نمبر۲

مبارکپوری صاحب مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص۱۲۷ میں بخاری شریف کی شروح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ومنہا شرح المھلب بن ابی صفرۃ الازدی وھو ممن اختصر الصحیح

اور بخاری کی شروح میں سے المھلب بن ابی صفرہ الازدی کی شرح بھی ہے اور اسی شخص نے بخاری کو مختصر کر کے بھی پیش کیا ہے۔

یہ حوالہ پہلے بھی مولانا عبدالسلام مبارکپوری کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے اور اس کی تردید بھی کر دی گئی ہے۔ مولانا عبدالسلام یہ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کا شاگرد ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل کارستانی مبارکپوری صاحب کی ہے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ المھلب بن ابی صفرہ الازدی صحابہ کرامؓ کے دور کا ہے وہ امام بخاری کی پیدائش سے عرصہ دراز پہلے ہی فوت ہو چکا تھا وہ بخاری کا اختصار و شرح کس طرح کر سکتا ہے یہ عجیب لطیفہ ہے جس کو تاریخ میں یاد رکھا جائے گا۔

وہم نمبر۳

ثویر (مصغراً) ابن ابی فاختۃ سعید بن علاقۃ الکوفی ابوالجہم ضعیف رمی بالرفض مقبول من الرابعۃ کذا فی التقریب (تحفۃ الاحوذی ص۲۶۰ ج۱) تقریب ص۶۲

تقریب کے حوالے سے پیش کردہ عبارت میں مقبول کا لفظ تقریب میں نہیں ہے دیکھئے تقریب صلاک یہ مبارکپوری صاحب کا وہم ہے۔

وھم نمبر ۴

ترمذی بَابُ مَاجَاءَ فِي الْوَقْتِ الْاَوَّلِ مِنَ الْفَضْلِ میں حضرت علیؓ سے مرفوعاً مروی ہے یَا عَلِیُّ ثَلَاثٌ لَا تُؤَخِّرْهَا (الحدیث) اس حدیث کے بارے میں مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر میں اور علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں اس حدیث نقل کرنے کے بعد یہ عبارت بھی نقل کرتے ہیں وقال غریب ولیس اسنادہ بمتصل (امام ترمذیؒ نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند متصل نہیں ہے) مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں :

قلت لیست ھذہ العبارۃ	میں (مبارکپوری) کہتا ہوں
اعنی غریب ولیس اسنادہ	کہ یہ عبارت ترمذی
بمتصل فی النسخۃ المطبوعۃ	کے نہ مطبوعہ نسخہ میں ہے
والقلمیۃ الموجودۃ عندنا۔	نہ قلمی نسخہ میں ہے جو ہمارے
(تحفۃ الاحوذی ص۱۵۵ ج۱)	پاس موجود ہے۔

الجواب

مبارکپوری صاحب کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ حدیث مکررات میں سے ہے یعنی اس کا ذکر آگے کتاب الجنائز میں بھی آرہا ہے اور وہاں اس حدیث کے بعد یہ عبارت موجود ہے دیکھئے ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ص۱۲۵ ج۲)

وھم نمبر ۵

مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔

فائدہ: قد اشتھر انہ لا یکسر	مشہور ہو چکا ہے کہ عقیقہ
عظام العقیقۃ وقد	کے جانور کی ہڈیاں نہ توڑی جائیں
ورد فیہ حدیث	اس میں حدیث بھی وارد
لکنہ مرسل۔	ہوئی ہے لیکن مرسل ہے۔
(تحفۃ الاحوذی ص۲۷۵ ج۲)	(یعنی ضعیف کے حکم میں ہے)

الجواب

اس مقام پر مرسل روایت سے مراد وہ روایت ہے جو مراسیل ابوداؤد میں امام محمد باقرؒ سے مرسلاً مروی ہے۔ مبارکپوری صاحب کا مطالعہ کتب حدیث بہت محدود ہے ورنہ تو صحیح حدیث میں صراحۃً اس کا ذکر موجود ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔

بل السنۃ افضل عن	بلکہ سنت (نبی اکرم صلی اللہ
الغلام شاتان مکافئتان	علیہ وسلم کا فرمان
وعن الجاریۃ شاۃ	وطریقہ) افضل ہے لڑکے
تقطع جدولا ولا یکسر	کی طرف سے عقیقہ میں
لھا عظم فیاکل ویطعم	دو بکریاں ہم مثل اور
ویتصدق ولیکن	لڑکی کی طرف سے ایک
ذاک یوم السابع فان	بکری ذبح کی جائے
لم یکن ففی اربعۃ	جوڑوں کو الگ کیا جائے
عشر فان لم یکن	اور ہڈیاں نہ توڑی جائیں
ففی احدی وعشرین	اور یہ عقیقہ ساتویں دن
ھذا حدیث صحیح	ورنہ چودھویں دن ورنہ

الاسناد ولم یخرجاہ۔ (مستدرک حاکم ص۲۳۸ ج۴ تا ص۲۳۹) وقال الذہبی صحیح (تلخیص مستدرک ص۲۳۹ ج۴)

اکیسویں (۲۱) دن ہونا چاہیئے۔ یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔

وہم نمبر ۶

مبارک پوری صاحب لکھتے ہیں:

واما روایة السابع الثانی والسابع الثالث فضعیفة کما عرفت فیما مرّ۔ (تحفہ ص۳۶۵ ج۲)

کہ چودھویں اور اکیسویں کی روایت ضعیف ہے جیسا کہ تو گذشتہ تحقیق سے پہچان چکا ہے۔

الجواب

وہ روایت ضعیف حضرت بُریدہؓ سے مرفوعاً مروی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ سے مبارکپوری صاحب نے نقل کی ہے کہ وہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں اسمٰعیل بن مسلم المکی واقع ہے لیکن ہماری پیش کردہ روایت مستدرک حاکم کے حوالہ سے ہے جو بالکل صحیح ہے جس سے ابن حجرؒ و مبارکپوری دونوں غافل ہیں۔

حضرت عطاء بن ابی رباح بھی فرماتے ہیں کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں نہ توڑی جائیں دیکھئے سنن الکبریٰ بیہقی ص۳۰۲ ج۹۔ یہ حکم تفاؤلاً ہے اور استحباباً ہے۔

وہم نمبر ۷

فہرست مضامین تحقیق الکلام حصہ اول ص۳ نمبر ۱۵ میں لکھا ہے سفیان ثوری کا قول اور اُس کا جواب ص۱۳۔

چنانچہ تحقیق الکلام ص۱۳ میں سفیان کا ذکر ہے لیکن وہ سفیان ثوریؒ

نہیں ہے بلکہ وہ سفیان بن عیینہؒ ہے مولانا مبارکپوری سے غلط ہو گیا ہے۔

وہم نمبر ۸

حدیث شریف میں ایک قصہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ ایک عورت نماز کے ارادہ سے گھر سے باہر نکلی تو ایک مرد نے زبردستی اس سے زنا کیا وہ عورت چیخی پس وہ مرد بھاگ گیا اور ایک دوسرا شخص وہاں سے گذرا تو اس عورت نے مہاجرین صحابہؓ کی ایک جماعت کو کہا کہ اس شخص نے میرے ساتھ بدفعلی کی ہے صحابہ کرامؓ نے اس شخص کو پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے سنگسار کرنے کا حکم دیا تو اصل مجرم کھڑا ہو گیا اور کہا اس عورت کے ساتھ جرم کرنے والا میں ہوں یا رسول اللہ تو عورت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تو جا اللہ تعالیٰ نے تجھے معاف کر دیا ہے (اور ترمذی کی روایت کے مطابق)

وقال للرجل قولاً حسناً وقال للرجل الذی وقع علیہا ارجموہ وقال لقد تاب توبة۔

اور مرد (بے قصور) کو اچھی بات کہی اور مرد مجرم کے متعلق فرمایا کہ اس کو سنگسار کر دو اور یہ توبہ کر چکا ہے۔

(الحدیث ترمذی ص۲۶۹ باب ما جاء فی المرأة اذا استکرہت علی الزنا)

اب مولانا مبارکپوری صاحب نے اس حدیث کی یوں ہی تشریح کی ہے اور اس پر کوئی گرفت نہیں کی حالانکہ یہ الفاظ کہ اس کو سنگسار کر دو اور توبہ کر چکا ہے آپس میں بے جوڑ سے لگتے ہیں مولانا مبارکپوری صاحب کا چونکہ حدیث کی کتابوں کا مطالعہ بہت کم ہے اس لیے وہ اس پر گرفت نہیں کر سکے، حالانکہ ترمذی کی روایت کے الفاظ غلط ہیں صحیح الفاظ ابو داؤد ص۲۵۲ ج۲ و مسند احمد ص۳۹۹ ج۶ میں

مروی ہیں چنانچہ ابوداؤد میں یوں ہیں فقال للرجل الذی ام تم علیہا ارجمہ فقال لقد تاب توبۃ الخ (صحابہ کرامؓ نے مجرم شخص کے متعلق عرض کیا کہ یارسول اللہ اس کو سنگسار کردو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا کہ یہ توبہ کرچکا ہے۔ تو اس شخص کو بھی سنگسار نہیں کیا گیا اور مسند احمد کے الفاظ یوں ہیں۔ الا ترجمۃ فقال لقد تاب توبۃ (کیا یا رسول اللہ آپ اسکو سنگسار نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا کہ یہ توبہ کرچکا ہے۔

لیکن مبارکپوری صاحب کی عدالت میں اس کو سنگسار کردیا گیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں لانہ کان معترفا بما قالت المرأۃ وکان محصناً۔ (تحفۃ الاحوذی ص ۳۳۵ ج ۲) کیونکہ وہ زنا کا اقرار کرچکا تھا اور شادی شدہ تھا اس لیے اس کو سنگسار کردیا گیا۔

وہم نمبر ۹

مولانا مبارکپوری محدث علامہ نیمویؒ کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

فکیف یستیقن بان البخاری احتج بابی بکر بن عیاش من طریق احمد بن یونس نعم لو اکتفی بھذا الطریق لعلہ یقیناً انہ احتج بہ۔ (ابکار المنن ص ۲۱)

پس کیسے یقین کیا جائے کہ امام بخاریؒ نے ابوبکر بن عیاش سے احمد بن یونس کے طریق سے احتجاج کیا ہے ہاں اگر صرف اسی طریق پر اکتفا کیا ہوتا امام بخاریؒ نے تو یقیناً کہا جاسکتا تھا کہ امام بخاریؒ نے احتجاج کیا ہے۔

مولانا مبارکپوریؒ نے کم از کم صحیح بخاری کا مطالعہ اگر کیا ہوتا تو وہ ایسی

بات ہرگز نہ کرتے لیجئے بخاری شریف ص ۲۷۳ ج ۱ کھولیے باب تعجیل الافطار اس باب میں دو حدیثیں مروی ہیں دونوں کا متن الگ الگ ہے اور ایک حدثنا احمد بن یونس ثنا ابوبکر (ابن عیاش) کے طریق سے ہے اس مقام پر اس سند سے احتجاج کرنا امام بخاریؒ کا واضح طور پر ثابت ہوتا ہے اس سے بھی زیادہ واضح ثبوت بخاری شریف ص ۲۵ ج ۲ نکالیں باب قولہ والذین تبوؤ الدار والایمان حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا ابوبکر (ابن عیاش) اس باب میں صرف اور صرف ایک حدیث ہے جو احمد بن یونس حدثنا ابوبکر بن عیاش کے طریق سے موجود ہے لیجئے جناب اور ثبوت ملاحظہ ہو بخاری شریف ص ۹۵۴ ج ۲ باب الغنی غنی النفس اس باب میں بھی صرف اور صرف ایک حدیث ہے جو حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا ابوبکر کی سند سے مروی ہے۔

اتنی مشہور کتاب کی حدیثوں اور سندوں کا بھی مبارکپوری صاحب کو علم نہیں ؎

بلاتی ہیں موجیں کہ طوفاں میں اتر و
کہاں تک چلو گے کنارے کنارے

لطیفہ

مشہور غالی قسم کے غیر مقلد عالم ابوالقاسم بنارسی صاحب لکھتے ہیں:

علاوہ بریں امام بخاری نے ان (ابوبکر بن عیاش) سے جو روایت لی ہے وہ تین جگہ ہے اور بالمتابعت ہے۔

(۱) ایک تو بمتابعت ثوری (۲) دوسرے بمتابعۃ ابن عیینہ
(۳) تیسرے بمتابعت جریر۔

پس جب امام بخاری نے ان سے بلامتابعۃ روایت ہی نہیں لیا تو ان کی غلطی و وہم سے کیا حرج ہو سکتا ہے (الامر المبرم ص۲۳) راقم الحروف نے نور الصباح ص۱۷۹ میں بخاری شریف کے اٹھارہ مقامات کا مع صفحات ذکر کیا ہے جن میں ابو بکر بن عیاشؒ کی روایت موجود ہے اور اکثر مقامات میں بلامتابعت ہے۔ پس غیر مقلدین حضرات کے علماء کا بخاری شریف جیسی کتاب سے ناواقف ہونا تعجب خیز ہے ؎

بے عشق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ہیں محدث
بخار اُن کو آتا ہے بخاری نہیں آتی

وھم نمبر ۱۰

مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔ دیکھئے آپ (ابن عمرؓ) وضو میں پیر دل کو سات سات بار دھوتے تھے کیا آپ کا یہ فعل بھی اتباعاً للسنۃ تھا (القول السدید ص۵) راقم الحروف کو حضرت ابن عمرؓ کا یہ عمل حدیث کی کتابوں میں نہیں مل سکا بظاہر مولانا مبارکپوری کا وھم نظر آتا ہے۔

وھم نمبر ۱۱

تحفۃ الاحوذی ص۲/۲ میں ترمذی کی اس روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وائل بن حجر کو حضر موت میں زمین کا ٹکڑا بخشا وَبَعَثَ مَعَهُ مُعَاوِيَةَ لِيُقْطِعَهَا اِيَّاهُ (اور حضرت وائلؓ کے ساتھ حضرت معاویہؓ کو بھیجا، تاکہ وہ ٹکڑا الگ کر کے دے) کے متعلق لکھتے ہیں۔

(معاویۃ) الظاھر ان المراد بہ ھو ابن الحکم السلمی و ابن	معاویہ سے یہاں مراد معاویۃ بن الحکم السلمی اور ابن جاہمہ السلمی ہے اور بہر حال معاویہؓ

جاھمۃ السلمی واما معاویۃ بن ابی سفیان فھو والبوہ من مسلمۃ الفتح ثم من المؤلفۃ قلوبھم فھو غیر ملائم۔	بن ابی سفیانؓ اور ان کے باپ تو فتح مکہ کے دن اسلام لائے پھر مؤلفۃ القلوب میں سے ہیں پس وہ مراد لینا مناسب نہیں۔

یہاں مبارکپوری نے سخت غلطی کا ارتکاب کیا ہے اور حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت ابوسفیانؓ کی شان پر حملہ کیا۔ افسوس امام بخاریؒ کی تاریخ کبیر کو اگر دیکھ لیا ہوتا تو ایسی غلط بات زبان پر نہ لاتے بلکہ امام بخاریؒ کی طرف منسوب کردہ رسالہ جزء رفع الیدین دیکھا لیا ہوتا تو وہاں صراحۃً موجود ہے دلعث معہ معاویۃ بن ابی سفیان (جزء رفع الیدین مترجم ص۲۲) یا جان بوجھ کر مبارکپوری صاحب نے ایسا کیا ہے اور اپنے بغض کا اظہار کیا ہے جیسا کہ قاضی شوکانی اور علامہ وحید الزمان صاحبان اپنے بغض صحابہؓ کا اظہار کر چکے ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون)

وھم نمبر ۱۲

ترمذی باب فی فضل الغسل یوم الجمعۃ۔ حدثنا محمود بن غیلان نا وکیع عن سفیان و ابو جناب یحیی بن ابی حیۃ عن عبد اللہ بن عیسیٰ۔ اس مقام پر مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں

اعلم انہ قد وقع فی النسخ الموجودۃ عندنا ابو جناب بالرفع فالظاھر انہ عطف علی	جان لو ہمارے پاس موجود نسخوں میں ابو جناب مرفوع واقع ہوا ہے پس ظاہر ہے کہ اس کا عطف وکیع پر ہوگا

وكيع وحاصله ان محمود بن غيلان روى هذا الحديث عن وكيع وابي جناب كليهما۔

(تحفة الاحوذی ص ۳۵۷ ج ۱)

پس خلاصہ یہ نکلا کہ محمود بن غیلان نے اس حدیث کو وکیعؒ اور ابو جنابؒ دونوں سے روایت کیا ہے۔

علامہ احمد محمد شاکرؒ فرماتے ہیں:

فاشتبه الامر على الشارح المباركفوري رحمه الله فغلط غلطاً غريباً زعم ان (والبو جناب) عطف على وكيع واستظهر ان محمود بن غيلان روى عن وكيع وابي جناب كليهما (الخ) وهذا غلط مدهش فان ابا جناب مات سنة ۲۳۷ ولم يدرك ابا جناب

پس مشتبہ ہو گیا معاملہ شارح ترمذی مبارکپوری رحمہ اللہ پر پس عجیب و غریب قسم کی غلطی کا شکار ہوئے ہیں گمان کیا کہ ابو جناب کا عطف وکیع پر ہے اور ظاہر کیا کہ محمود بن غیلان نے وکیع اور ابو جناب دونوں سے روایت کیا ہے اور یہ غلط دہشت ناک ہے کیونکہ ابو جناب کلبی کی وفات ۱۴۷ھ میں ہوئی ہے جب کہ محمود بن غیلان کی وفات ۲۳۷ھ میں ہوئی ہے اور ابن غیلان ابو جناب کو

وانما روى عنه بواسطة وكيع۔

(شرح ترمذی ص ۳۶۷ ج۲)

نہیں پا سکا صرف وکیع کے واسطہ سے ابو جناب سے روایت کیا ہے۔

نوٹ: صحیح نسخہ وہ ہے جو علامہ احمد محمد شاکرؒ نے اپنی شرح میں تحریر کیا ہے وہ یوں ہے۔ حدثنا محمود بن غيلان حدثنا وكيع حدثنا سفيان وابو جناب۔

وہم نمبر ۱۳

مولانا مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی ص ۲۲ ج ۱ میں حدثنا بذالك احمد بن عبدة الآملي الخ میں بذالك کا اشارہ ابن مسعودؓ کی حدیث کی طرف کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔

قوله حدثنا بذالك اى بحديث ابن مسعود الخ علامہ احمد محمد شاکرؒ فرماتے ہیں کہ

اى بكلام عبد الله بن المبارك واخطأ الشارح فى قوله اى بحديث ابن مسعود كما هو واضح۔

(شرح ترمذی ص ۳۹ ج ۲)

ذالک کا اشارہ عبد اللہ بن مبارک کی کلام کی طرف ہے اور شارح مبارکپوری نے حدیث ابن مسعود کی طرف اشارہ کرکے خطاء کا ارتکاب کیا ہے۔

وہم نمبر ۱۴

مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔ حتیٰ روایت سنن ابی داؤد میں

ہے۔

عن عائشة قالت قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم يكبر في العيد ين في الاولى بسبع تكبيرات وفي الثانية بخمس قبل القراءة سوى تكبيرتي الركوع
(القول السديد صـ۲۲ نمبر ۲)

ام المؤمنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عیدین میں پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں قراءت کے شروع کرنے سے پہلے کہا کرتے تھے ان تکبیرات میں رکوع میں جانے کے لیے کہی جانے والی تکبیریں شامل نہیں

مولانا مبارکپوری صاحب نے شاید نیند کی حالت میں یہ روایت ابوداؤد سے نقل کی ہے ابوداؤد میں قبل القراءۃ کے الفاظ سرے سے اس روایت میں موجود ہی نہیں (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) پھر مبارک پوری صاحب نے اس روایت کا ضعف بھی بیان نہیں کیا حقائق کو چھپانا اچھی بات نہیں ہے مولانا کی ایسی کاروائیاں بہت ہیں۔

وہم نمبر ۱۵

مولانا مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔

واخرج البخاري في الادب المفرد من رواية

اور امام بخاریؒ نے اپنی کتاب الادب المفرد میں روایت کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن

رزين قال اخرج لنا سلمة بن الاكوع كفا له ضخمة كانها كف بعير فقمنا اليها فقبلناها۔
(تحفة الاحوذي صـ۳۲)

رزین فرماتے ہیں کہ حضرت سلمہؓ بن الاکوعؓ نے اپنا موٹا ہاتھ جو مثل اونٹ کی ہتھیلی کے تھا ان کے لیے نکالا تو عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ہم نے کھڑے ہو کر اس کو چوم لیا۔

الادب المفرد کی عبارت نقل کرنے میں یا تو مولانا کو وہم ہوا ہے اس لیے کچھ عبارت چھوڑ دی ہے یا خیانت کا ارتکاب ہے بظاہر خیانت کا ارتکاب ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ عبارت مولانا کے مسلک کے خلاف تھی غیر مقلدین حضرات کا مسلک ہے کہ بیعت اور مصافحہ ایک ہاتھ سے کرنا چاہیے اور اس عبارت میں دوؔ ہاتھ سے بیعت کرنے کا ذکر تھا اس لیے مولانا نے درمیان سے اس کو کاٹ دیا ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

فاخرج يديه فقال بايعت بهاتين نبي الله صلى الله عليه وسلم فاخرج له كفا ضخمة الخ
(الادب المفرد صـ۲۵۳ نمبر ۹۷۳)

پس حضرت سلمہ بن الاکوع نے اپنے دونوں ہاتھ نکالے پس فرمایا کہ ان دونوں ہاتھوں سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے الخ

نوٹ: غیر مقلدین حضرات کے علماء کرام نے جو حدیث کی کتابوں میں تحریف اور خیانت کا ارتکاب کیا ہے ان کو راقم الحروف نے اپنی کتاب

تنبیہ الغافلین علی تحریف الغالین " میں ذکر کر دیا ہے لیکن ابھی تک وہ طبع نہیں ہو سکی (لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا)

وہم نمبر ۱۶

مولانا مبارکپوری صاحب علامہ نیموی ؒ کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

قلت قال الحافظ ابن ابی حاتم فی کتاب المراسیل باسنادہ کان عبد الرحمٰن یعنی ابن مھدی واصحابنا ینکرون ان یکون ابراھیم سمع من علقمۃ انتھی فکیف یکون اسنادہ صحیحا (ابکار المنن صہ۱۷۸)	میں (مبارکپوری) کہتا ہوں کہ حافظ ابن ابی حاتم نے اپنی کتاب المراسیل میں اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن مہدی اور ہمارے اصحاب انکار کرتے تھے کہ ابراہیم نے علقمہ سے سُنا ہو (ابن ابی حاتم کا کلام ختم ہو گیا ہے) پس اس روایت کی سند کس طرح صحیح ہو سکتی ہے ۔

الجواب

مبارکپوری نے اس شاذ روایت کو تو مان لیا مگر اس کے نقصان کا خیال نہ کیا ۔ حالانکہ یہ صحیح بخاری کی مرکزی سند ہے (ابراہیم عن علقمۃ) فلہٰذا بخاری کی یہ تمام حدیثیں ضعیف ثابت ہوں گی ۔ جو ابراہیم عن علقمۃ کی سند سے مروی ہیں ۔ فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ وَقَامَ تَحْتَ الْمِیْزَابِ (بارش سے بھاگا اور پرنالے کے نیچے کھڑا ہو گیا) ابراہیم عن علقمۃ کی سند سے بطور مثال کے صحیح بخاری صہ۲۴/۱ و صہ۲۵۸/۱ و صہ۲۵/۲ و صہ۲۳/۲ و صہ۲۴/۲ میں حدیثیں مروی ہیں ابراہیم علقمہ ؒ کے خصوصی شاگرد ہیں تہذیب التہذیب صہ۲۷۶ و تذکرۃ الحفاظ صہ۶۹/۱ میں ابراہیم ؒ

کا علقمہ ؒ سے روایت کرنے کا ذکر موجود ہے یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن حجر ؒ وغیرہ نے ابن ابی حاتم ؒ کے اس شاذ قول کو نظر انداز کرتے ہوئے ذکر نہیں کیا یا ہو سکتا ہے کہ ابن ابی حاتم ؒ کی عبارت میں جس علقمہ ؒ سے ابراہیم ؒ کے عدم سماع کا ذکر ہے وہ علقمہ ؒ بن وائل ؓ یا کوئی اور علقمہ ہو ۔

مغرور نہ ہو فصل خزاں آ گئے چمن میں
ایسے بھی کچھ پھول ہیں کہ مرجھا نہیں سکتے

وہم نمبر ۱۷

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری تحقیق الکلام صہ۱۳۲/۲ ناشر المکتبۃ الاثریہ سانگلا ہل ضلع شیخوپورہ میں فرماتے ہیں ۔ " اور حافظ ابو عوانہ کی سند کا صحیح ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ انہوں نے اپنی صحیح میں صحت کا التزام کیا ہے " ۔ یہ بات مولانا مبارکپوری صاحب نے اس لیے بیان فرمائی ہے کہ یہ روایت ان کے مسلک کی تائید کر رہی تھی لیکن جب علامہ نیموی حنفی ؒ نے صحیح مسلم کی روایت کی تائید متابعت کے لیے صحیح ابو عوانہ سے حدیث پیش کی تو اس پر گرفت کرتے ہوئے مولانا مبارکپوری فرماتے ہیں ۔

قلت انی لم اقف علی ترجمۃ سھل بن بحر الجندیسابوری ولا علی ترجمۃ عبد اللّٰہ بن رشید فمن یدعی ان ھذہ الروایۃ صحیحۃ او صالحۃ للمتابعۃ فعلیہ ان یذکر	میں (مبارکپوری) کہتا ہوں کہ میں سہل بن بحر اور عبداللہ بن رشید کے حالات سے واقف نہیں ہوں پس جو شخص اس حدیث کی صحت یا متابعت کے قابل ہونے کا دعویٰ کرے تو اس پر لازم ہے کہ ان دونوں کے حالات ۔۔۔

ترجمتهما من كتب الرجال وان يعين ابا عبيدة لينظروا ان هذه الرواية كيف هي صحيحة او ضعيفة صالحة للمتابعة ام لا والعجب من النيموي انه فرح بمجرد وجدان هذه الرواية ولم ينقد سندها حتى يظهر انها صالحة للمتابعة ام لا (ابكار المنن ص ۱۲۶ مطبع اشرف پریس لاہور)

الرجال کی کتابوں سے بیان کرے اور ابو عبیدہ راوی کی بھی تعیین کرے کہ یہ کون ہے تاکہ دیکھا جائے کہ یہ روایت صحیح ہے یا ضعیف ہو کر متابعۃ کی صلاحیت بھی رکھتی ہے یا نہیں نیموی پر تعجب ہے کہ اس حدیث کو مسند صحیح ابو عوانہ میں پا کر خوش ہونے لگ گیا ہے اور اس کی سند کو نہیں پرکھا تاکہ ظاہر ہو جائے کہ یہ حدیث تائید کے قابل بھی ہے یا نہیں۔

قارئین کرام! آپ اندازہ لگائیں کہ صحیح مسلم کی حدیث کی تائید کے لیے بھی صحیح ابو عوانہ کی حدیث تائید کے قابل نہیں لیکن جب مولانا مبارکپوری کی اپنی باری آتی ہے تو فرماتے ہیں۔ امام مسلم کی سند کا صحیح ہونا تو ظاہر ہے اور حافظ ابو عوانہ کی سند کا صحیح ہونا بھی ظاہر ہے کیونکہ انہوں نے اپنی صحیح میں صحت کا التزام کیا ہے (تحقیق الکلام ص ۱۲۴ ج ۲) لیکن جب مولانا کے مسلک کے خلاف روایت آجاتی ہے تو صحیح مسلم کی سند بھی خراب اور ابو عوانہ کی سند بھی خراب ہے یہ ہے غیر مقلدین حضرات کے علماء کا احادیث نبویہ کے بارے میں نظریہ اسی نظریہ کی وجہ سے ان حضرات سے منکرین حدیث پیدا ہوئے اور منکرین ختم نبوت و رسالت پیدا ہوئے ہیں۔

؎ بہار اردو گرداب جو آئی ہوئی ہے
وہ سب پور آہنی کی لگائی ہوئی ہے

نوٹ: ابو عوانہ کی مذکورہ بالا روایت کے راویوں کے متعلق توثیق و تعدیل احسن الکلام ص ۲۳۹ ج ۱ طبع سوم میں دیکھیں۔

وہم نمبر ۱۸

مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:

قال الحافظ جلال الدين السيوطي في رسالته المصابيح في صلوة التراويح قال الجوزي من اصحابنا عن مالك انه قال الذي جمع عليه الناس عمر بن الخطاب احب الي وهو احدى عشرة ركعة الخ (تحفة الاحوذي ص ۷۳ ج ۲)

حافظ سیوطیؒ نے اپنے رسالہ المصابیح فی صلوۃ التراویح میں کہا کہ ہمارے اصحاب شوافع میں سے الجوزی صاحب نے امام مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو گیارہ رکعت پر جمع کیا تھا اور مجھے یہی پسند ہیں۔

الجواب

مبارکپوری صاحب نے الجوزی سے جو روایت لی ہے پہلے تو الجوزی معلوم کرنا ہے یہ کون ہے مولانا عطاء اللہ حنیف بھی اسی خبط میں مبتلا رہے ہے کہ یہ الجوزی ہے دیکھئے حاشیہ رسالہ المصابیح فی صلوۃ التراویح مع ترجمہ ناشر المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۵) حقیقت یہ ہے کہ مبارکپوری صاحب وغیرہ ساری زندگی اسی خبط میں مبتلا رہے کہ یہ الجوزی شافعی مسلک کا کوئی عالم ہے۔ حالانکہ یہ شخص نہ تو الجوزی ہے نہ ابن الجوزی ہے بلکہ یہ الجَوْزِیُّ ہے چنانچہ

علامہ ناصر الدین البانی غیر مقلد نے بھی علامہ سیوطیؒ کے مذکورہ بالا رسالے سے اَلْجُوْرِیْ ہی نقل کیا ہے دیکھیے (رسالہ تراویح للالبانی ترجمہ و تحشیہ محمد صادق خلیل ناشر ضیاء السنۃ محلہ رحمت آباد لائلپور ص ۹۷) اور مکتبہ سلفیہ لاہور سے نشر کردہ رسالہ علامہ سیوطیؒ میں بھی اَلْجُوْرِیْ ہی ہے دیکھیے ص ۱۵۔ علامہ ناصر الدین البانی الجوری نسبت والے تین شخصوں کا ذکر کر کے فرماتے ہیں "مجھے معلوم نہیں امام سیوطی ان تینوں راویوں میں سے کس راوی کا ارادہ رکھتے ہیں" (حاشیہ رسالہ تراویح ص ۹۷) علامہ البانی کا تعاقب کرتے ہوئے الشیخ اسماعیل بن محمد الانصاری فرماتے ہیں (عربی عبارت کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔ حافظ محمد حبیب اللہ) علامہ سیوطیؒ نے جس الجوری کا ذکر کیا ہے اس سے البانی کے ذکر کردہ تین شخصوں میں سے کوئی بھی مراد نہیں بلکہ اس سے مراد علی بن الحسین القاضی ابوالحسن الجوری المتوفی ۳۲۲ھ ہیں جن کا ذکر طبقات الشافعیۃ الکبری للسبکی" اور المشتبہ فی اسماء الرجال للذھبی" میں موجود ہے اور یہ روایت امام مالکؒ سے منقطع ہے کیونکہ امام مالکؒ کی وفات ۱۷۹ھ میں ہوئی ہے فلہذا یہ روایت قابل التفات نہیں اس روایت میں اور بھی کئی خرابیاں ہیں جن کو الشیخ الانصاری نے بیان کر دیا ہے دیکھیے (تصحیح حدیث صلوٰۃ التراویح عشرین رکعۃ والرد علی الالبانی فی تضعیفہ ص ۲۲ تا ص ۲۳)

وھم نمبر ۱۹

مولانا مبارکپوری صاحب نے تحفۃ الاحوذی ص ۲۱۰ ج ۱ میں راوی ابوالعنبس حجر بن عنبس کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی کنیت ابوالعنبس اسماء الرجال اور تراجم کی کتابوں میں ثابت نہیں اور ابن حبانؒ کے سوا کسی نے صراحت نہیں کی کہ اس کی کنیت ابوالعنبس ہے اور احتمال ہے کہ ابن حبان کے قول کی بنا شعبہؒ کی روایت

ہو اور یہیں ظاہر بھی ہے کہ یہ شعبہؒ کی خطا ہے (آہ ملخصاً)

الجواب

اسماء الرجال والتراجم کی کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ حجر بن عنبس کی کنیت ابوالعنبس ہے لیکن مبارکپوری صاحب نے شاید اسماء الرجال کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔ راقم الحروف نے اظہار التحسین فی اخفاء التامین ص ۸۴ تا ص ۸۵ میں اس پر مفصل بحث کی ہے اس کتاب کو ادارہ نشر و اشاعت نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے شائع کیا ہے جو اب ختم ہونے والی ہے البتہ ایک نیا حوالہ التمہید ابن عبد البر ص ۲۲۴ جلد ۸ میں ملا ہے وہ ملاحظہ فرمالیں۔

رواہ ابونعیم فضل بن دکین قال حدثنا المغیرۃ بن ابی الحر الکندی قال حدثنی ابوالعنبس حجر بن عنبس الخ۔	ابونعیم فضل بن دکینؒ نے روایت کیا ہے کہ ہمیں المغیرۃ بن ابی الحر الکندیؒ نے بتایا انہوں نے کہا کہ مجھے ابوالعنبس حجر بن عنبس نے بتایا۔

وھم نمبر ۲۰

مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔ عمر اعلم بالسنۃ من ابنہ عبد اللہ (ابکار المنن ص ۱۷۳) حضرت عمرؓ اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ سے سنت کو زیادہ جاننے والے ہیں لیکن جب مبارکپوری صاحب آگے چل کر اسی کتاب ابکار المنن کے ص ۲۴۳ میں پہنچتے ہیں تو اس بات کی تردید بایں الفاظ فرماتے ہیں۔

قُلْتُ مُحَمَّدٌ دُکُوْنِ عُمَرَ اَعْلَمُ بِالسُّنَّۃِ مِنْ اِبْنِہٖ عَبْدِ اللّٰہِ	میں (مبارکپوری) کہتا ہوں محض حضرت عمرؓ کا اَعْلَمُ بِالسُّنَّۃِ ہونا اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ

لا یقتضی ان یقدم الخ۔

بن عمرؓ سے اس بات کا مقتضی نہیں کہ حضرت عمرؓ کی روایت کو ابن عمرؓ کی روایت پر مقدم کیا جائے۔

وھم نمبر ۲۱

مبارکپوری صاحب تحقیق الکلام صفحہ ۱ ج ۲ میں لکھتے ہیں "اس روایت کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا پہلا راوی ابو معاویہ ہے اور کتب رجال سے پتہ نہیں چلتا کہ یہ کون ہے اور کیسا ہے الخ

الجواب

نہایت حیرت ہے کہ اتنے بڑے مشہور محدث جو صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں ان کے بارے میں بھی اگر مبارکپوری صاحب کو پتہ نہیں تو خدا معلوم اسکو اور کس چیز کا پتہ ہوگا حالانکہ یہ ابو معاویہ محمد بن خازم الضریر الکوفی ہیں اس کا شاگرد اسد بن موسیٰ بھی ہے دیکھئے تہذیب التہذیب ص ۱۳۷ جلد ۹ اور یہی اسد بن موسیٰ اس روایت کا راوی ہے جس پر مبارک پوری صاحب جرح کر رہے ہیں معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مبارکپوری صاحب نے دھوکہ دینے کے لیے ایسی بات کہہ دی ہے ورنہ اس کو معلوم ہے کہ یہ ابو معاویہ کون ہے اور کیسا ہے چنانچہ مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۳۲۶ میں لکھتے ہیں۔ ابو معاویۃ الضریر اسمہ محمد بن خازم (ص ۳۲۶ ج ۲) ابو معاویہ الضریر کا نام محمد بن خازم ہے۔

وھم نمبر ۲۲

ولید بن قیس فرماتے ہیں میں نے حضرت سویدؓ بن غفلہ سے سوال کیا کہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قراءت کروں تو انہوں نے فرمایا نہ کرو

اس اثر کا جواب دیتے ہوئے مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں:

قلت فی اسنادہ الولید بن قیس قال الحافظ فی التقریب فی ترجمتہ مقبول وقال النیموی فی رسالۃ الحبل المتین کل من قال الحافظ ابن حجر فیہ انہ مقبول یکون حدیثہ بغیر متابع ضعیفاً فاثر الولید بن قیس ھذا ضعیف عند النیموی فانہ لم یذکر متابعاً للولید بن قیس فالعجب انہ کیف صحح اسنادہ من دون اثبات المتابعۃ۔ (ابکار المنن ص ۱۶۱)

میں (مبارکپوری) کہتا ہوں کہ اس اثر کی سند میں ولید بن قیس راوی واقع ہے جس کے متعلق حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں مقبول اور نیموی صاحبؒ نے اپنے رسالہ الحبل المتین میں کہا ہے کہ ہر وہ راوی جس کے متعلق ابن حجر مقبول کہیں اس کی حدیث بغیر متابع کے ضعیف ہوتی ہے پس یہ اثر بھی نیموی کے ہاں ضعیف ہے کیونکہ اس نے ولید بن قیس کا کوئی متابع ذکر نہیں کیا پس تعجب ہے کہ نیموی نے اس اثر کو بغیر اثبات متابعۃ کے کس طرح صحیح قرار دے دیا ہے۔

الجواب

سویدؓ بن غفلہ کے اثر کی سند میں ولید بن قیس السکونی الکندی الکوفی ہیں جس سے قرہ بن معاویہ روایت کرتا ہے باتفاق محدثین کرامؒ ثقہ ہے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب ص ۱۴۶ جلد ۱۱ تا ص ۱۴۷)

مبارکپوری نے ولید بن قیس المصری یہاں مراد لے کر اس پر مجنونانہ انداز

میں جرح کر ڈالی ہے جس کا ہماری روایت سے کوئی تعلق نہیں نیز یہ راوی بھی ثقہ ہے محدث عجلیؒ وابن حبانؒ کے ہاں دیکھئے تہذیب التہذیب ص۱۴۷ ج۱۱

مولانا مبارکپوریؒ آخر ایسا کھیل کیوں کھیلتے ہیں۔ اس کھیل میں ان کو کونسی لذت محسوس ہوتی ہے۔ حالانکہ ایسے کھیل کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔

انہیں ذلتوں کا نہیں کوئی کھٹکا
جہاں عزتیں تھیں وہاں خواریاں ہیں

دھوکہ نمبر ۲۳

حضرت ابراہیم نخعیؒ کو امام اعمشؒ نے کہا کہ آپ جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کریں تو مجھے سند سے بتائیں یعنی عبداللہ بن مسعود تک تو ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ جب میں نے ایک شخص کے واسطہ سے روایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنی ہوتی ہے تو اس کا واسطہ بیان کرتا ہوں لیکن جب بہت سے آدمیوں کے واسطہ سے سنی ہوتی ہے تو پھر بغیر واسطہ کے بیان کر دیتا ہوں۔ علامہ نیمویؒ نے یہ بات طحاوی شریف کے حوالہ سے بیان کی ہے اس پر مبارکپوری صاحب نے اعتراض کر دیا کہ یہ ابراہیم بن مرزوق کی سند سے ہے اور نیموی نے خود اس پر جرح کی ہے دیکھئے (ابکار المنن ص۲۴۰)

الجواب

طحاوی میں اگرچہ ابراہیم بن مرزوق کے واسطہ سے یہ بات کی گئی ہے مگر ابراہیم کے واسطہ کے بغیر بھی یہ روایت مذکور ہے دیکھئے سنن ترمذی ص۲۳۷ ج۲

(کتاب العلل) وغیرہ خود مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی ص۴۹۹ ج۴ میں اس کی تشریح کرتے ہوئے اس کو بیان کیا ہے معلوم ہوا مبارکپوری صاحب دھوکہ دینے کو گناہ نہیں سمجھتے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

دھوکہ نمبر ۲۴

حضرت عبادہؓ بن عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے پھر کہیں رفع الیدین نہ کرتے حتی کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ یہ روایت مرسل ہے مگر جید اور صحیح ہے اس کی سند نصب الرایہ ص۴۰۴ میں خلافیات بیہقی کے حوالہ سے موجود ہے حافظ ابن حجرؒ نے یہاں ایک شوشہ چھوڑ دیا ہے کہ اس کی سند دیکھی جائے (الدرایہ) حالانکہ اس کی سند صحیح ہے مبارکپوری صاحب نے یہاں دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہوئے فرمایا: فان فیہ من لا یعرف حالہ من کتب الرجال (تحفۃ الاحوذی ص۲۲۳)

پس اس کی سند میں ایسے راوی ہیں جن کے حالات اسماء الرجال کی کتابوں سے معلوم نہیں ہو سکے۔

الجواب

اس سند کے تمام راوی ثقہ ہیں دیکھئے (نور الصباح ص۸۰ تا ۸۱) خود مبارکپوری صاحب اسی قسم کی سند کے بارے میں رُوَاتُہٗ ثِقَات (تحفۃ الاحوذی ص۲۲۳ ج۱ و ص۲۲۵ ج۱ میں) طبرانی کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا

دھوکہ نمبر ۲۵

حضرت مالکؓ بن الحویرث کی روایت میں رفع یدین بین السجدتین کرنے کا ذکر ہے اس کا جواب مبارکپوری صاحب یوں بیان کرتے ہیں۔ قلت فی اسنادہ قتادۃ وھو مدلس (ابکار المنن ص۲۰۶) میں (مبارکپوری) کہتا

ہوں کہ اس روایت کی سند میں قتادہ راوی واقع ہے جو مدلس ہے۔

الجواب

مبارکپوری صاحب نے یہاں ایک بات کو بھلا دیا ہے اور اس کو نسیاً منسیاً کر کے چھوڑ دیا ہے کیونکہ وہ اس مقام میں مبارکپوری صاحب کے لیے نقصان دہ تھی اور وہ یوں ہے کہ امام شعبہؒ نے فرمایا سلیمان الاعمشؒ، ابو اسحٰق السبیعیؒ اور قتادہؒ سے جو میں روایت کروں ان روایات میں تدلیس کا کوئی خطرہ نہیں۔ (کما ذکرنا تحفۃ الاحوذی ص۲ وص۱۵۸ ج۲) یاد رہے قتادہ کی یہ روایت سنن نسائی ص۱۹۵ مطبوعہ مجتبائی دہلی میں شعبہ عن قتادہ کے طریق سے ہے۔

پس معلوم ہوا کہ مبارکپوری صاحب غیر مقلد خواہش نفس کے غلام تھے محدثین کرامؒ کے اصولوں کے وہ پابند نہیں تھے ؎

دل فریبوں نے کہی جس سے نئی بات کہی
ایک سے دن کہا دوسرے سے رات کہی

قارئین کرام! یہ چند باتیں راقم الحروف نے بطور مثال کے مبارکپوری صاحب کی ذکر کر دی ہیں مبارکپوری صاحب کی باقی باتوں کو اسی پر قیاس کریں۔

ع قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

تحفۃ الاحوذی کا مقام

مولانا عبدالرحمن صاحب مبارکپوری غیر مقلد نے ترمذی شریف کی شرح لکھی ہے جس کا نام ہے تحفۃ الاحوذی متاخرین کے زمانہ میں یہ شرح کچھ بسط و تفصیل سے لکھی گئی ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ترمذی کا حاشیہ جو محدث مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے لکھا تھا اس کا کچھ حصہ تحفۃ الاحوذی میں بعینہ درج کر دیا گیا ہے

مثلاً سنن ترمذی ص۱۵۶ ج۲ مع العرف الشذی سورۃ الاحزاب میں الطلعاء پر حاشیہ ۱۵ کے تحت لکھا ہے الطلعاء بضم طاء و فتح لام و بمد من اسلموا یوم الفتح ومن علیہم وخلی عنہم ۱۲ مجمع۔ یہی عبارت تحفۃ الاحوذی ص۱۲۷ ج۴ میں بھی بغیر حوالے کے درج ہے اور ترمذی ص۱۵۱ ج۲ حاشیہ ۲ میں حیس اور تور کے متعلق لکھا ہے؛

حیساً ھو طعام یتخذ من تمر واقط وسمن او دقیق او فتیت بدل اقط ۱۲ مجمع۔ والتور بفتح تاء وسکون واؤ اناء من صفر او حجارۃ کالاجانۃ ۱۲ نہایہ۔ تحفۃ الاحوذی ص۱۶۸ ج۴ میں اس عبارت کو معمولی تغیر کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے بغیر حوالہ کے۔ اسی قسم کی اور کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں یہ مولانا مبارکپوری صاحب نے اچھا کیا۔ کچھ عبارتیں فتح الباری لابن حجرؒ سے کچھ نیل الاوطار سے کچھ مرقاۃ ملا علی قاری حنفی سے ذکر کرتے ہیں اور اسماء الرجال و احوال الرجال کا تذکرہ ابن حجرؒ کی تقریب وغیرہ سے کرتے ہیں جس کی بنا پر کتاب کی پوزیشن بہتر ہو گئی ہے لیکن مولانا مبارکپوری نے اپنی محنت اور زور مطالعہ سے اس کتاب میں کوئی خاص دلچسپی نہیں لی چنانچہ چند مقامات بطور مثال کے ناظرین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱)۔ چنانچہ ترمذی باب ماجاء فی من تزوج امرأۃ ابیہ میں امام ترمذیؒ حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں وفی الباب عن قُرّۃ حدیث البراء حدیث حسن غریب (اس باب میں حضرت قُرّہؓ سے حدیث مروی ہے حضرت براءؓ کی حدیث حسن غریب ہے) مبارکپوری صاحب حضرت قُرّہؓ کی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں ینظر من اخرجہ (تحفۃ الاحوذی ص۲۸۹ ج۲) دیکھا جائے کہ حضرت قُرّہؓ

کی حدیث کا اخراج کس محدث نے کیا ہے۔ مبارکپوری صاحب کچھ تھوڑی سی محنت کرکے بتا دیتا کہ حضرت قرۃؓ کی حدیث کس کتاب میں موجود ہے یہ مبارکپوری صاحب سے محنت والا کام نہیں ہو سکا بس پکی پکائی روٹی ہوتی تو کھا لیتے۔ (اللہ اللہ خیر سلہ) پھر آگے چل کر تحفۃ الاحوذی ص ۳۳۹ ج ۲ میں فرماتے ہیں۔

تقدم حدیث البراء وحدیث قرۃ فی باب من تزوج امراۃ ابیہ (حضرت براءؓ اور قرۃؓ دونوں کی حدیث ترمذی باب من تزوج الخ میں گذر چکی ہے) اب اس مقام پر مبارکپوری صاحب نے تو کمال ہی کر دیا ہے (واہ واہ سبحان اللہ)۔

حالانکہ حضرت قرۃؓ کی حدیث سنن ابن ماجہ وغیرہ کتابوں میں موجود ہے۔

(۲) ترمذی باب ما جاء فی کراھیۃ اتیان النساء فی ادبارھن میں امام ترمذیؒ وفی الباب عن عمر الخ کے تحت مختلف صحابہؓ سے حدیثوں کے مروی ہونے کا اشارہ کرتے ہیں جن میں سے حضرت عمرؓ بھی ہیں مگر مبارکپوری صاحب فرماتے ہیں۔ قولہ وفی الباب عن عمر۔ لم اقف علی حدیثہ (تحفۃ الاحوذی ص ۲۰۵ ج ۲) کہ حضرت عمرؓ کی حدیث مجھے معلوم نہیں ہو سکی حالانکہ حضرت عمرؓ کی روایت آگے ترمذی ص ۱۲۷ ج ۲ ابواب التفسیر میں موجود ہے۔

(۳) باب ما جاء لا یحل دم امرأ مسلم الا باحدی ثلث کے تحت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں۔

وفی الباب عن عثمان وعائشۃ و ابن عباس۔ (ترمذی ص ۲۵۹ ج ۱)

کہ حضرت عثمانؓ وحضرت عائشہ وحضرت ابن عباسؓ سے بھی اس باب میں حدیثیں مروی ہیں۔

مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں۔ لینظر من اخرج احادیثھم (تحفہ ص ۳۱۰ ج ۲) دیکھا جائے ان صحابہ کرامؓ کی حدیثیں کس محدث نے اخراج کی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے خود ترمذی میں روایت موجود ہے دیکھئے تحفۃ الاحوذی ص ۳۳ ج ۲ اور بخاری شریف ص ۱۰۲۳ ج ۲ وغیرہ کتابوں میں بھی موجود ہے اس طرح حضرت عثمانؓ وحضرت عائشہؓ سے بھی حدیث کی مشہور کتابوں میں حدیثیں مروی ہیں حضرت عثمانؓ سے خود ترمذی ص ۳۹ ج ۲ ابواب الفتن میں حدیث مروی ہے نیز دیکھئے نسائی ص ۱۵۱ ج ۲ ابن ماجہ ص ۱۸۲ مسند احمد ص ۶۱ ج ۱ ابو داؤد الطیالسی ص ۱۳ سنن الکبریٰ بیہقی ص ۱۹ ج ۸ اور حضرت عائشہؓ سے صحیح مسلم ص ۵۹ ج ۲ و ص ۶۰ ج ۲ وسنن دار قطنی ص ۸۲ ج ۳ تا ص ۸۳ مصنف عبد الرزاق ص ۱۶۴ ج ۱۰ میں حدیث مروی ہے مگر مبارکپوری صاحب کو کچھ بھی معلوم نہیں یہ سب محنت نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔

(۴) باب ما جاء فی الاثنی والاثنین فی الحکم (ترمذی ص ۲۴۸ ج ۱) اس باب کے تحت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں وفی الباب عن عبد اللہ بن عمرو وعائشۃ وابن حدیدۃ وام سلمۃؓ کہ اس باب میں حضرت عبد اللہ بن عمروؓ اور حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن حدیدۃؓ اور حضرت ام سلمہؓ سے بھی حدیثیں آئی ہیں۔ مبارکپوری صاحب نے تحفۃ الاحوذی ص ۲۷۸ ج ۲ میں ابن حدیدۃؓ کی حدیث کی کوئی نشاندہی نہیں کی اور حافظ ابن حجرؒ کی تلخیص الحبیر (ص ۱۹۹ ج ۳) کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

قال الحافظ فی التلخیص مخرجا احادیث الباب اما حدیث عائشۃ و

کہ حافظ صاحبؒ نے تلخیص الحبیر میں اس باب کی حدیثوں کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ و ام سلمہؓ کی حدیثوں کے بارے میں

ام سلمۃ فینظر من — دیکھا جائے کہ ان کی تخریج کس محدث

اخرجھما۔ — نے کی ہے۔

مبارکپوری صاحب اور حافظ صاحبؒ دونوں کہتے ہیں ان حضرات کی حدیث کا علم نہیں کہ حدیث کی کس کتاب میں ہیں اس کی تحقیق خواجہ محمد قاسم صاحب کے ذمہ لگاتے ہیں اگر تحقیق نہ ہو سکے تو پھر حق بات کا اعلان کرتے ہوئے خواجہ صاحب ایک اشتہار یا رسالہ مرتب کریں کہ "ترمذی عوام کی عدالت میں" بہر حال ان باتوں سے ثابت ہوا کہ مولانا مبارکپوری صاحب غیر مقلد نے ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی لکھ کر کوئی خاص محنت اور تحقیق کا مظاہرہ نہیں کیا۔ الغرض جتنی محنت بھی ان سے ہو سکی ہے اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرے (آمین)

مولانا محمد جوناگڑھی

مولانا جوناگڑھی مشہور غالی قسم کے غیر مقلد ہیں مولانا موصوف نے بہت سے رسائل لکھے ہیں بعض رسائل راقم الحروف کی نظر سے بھی گذرے ہیں مولانا موصوف ائمہ اربعہ کے مقلدین خصوصاً احناف حضرات کو مشرک اور کافر کہتے تھے چنانچہ مولانا موصوف سراج محمدی صـ۲۶ میں ایک سوال و جواب کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

سوال نمبر ۴

کیا یہ صحیح ہے کہ جس وہابی (غیر مقلد) کا باپ حنفی ہو کر مرا ہو وہ یہ دعا نہ پڑھے۔ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ۔

جواب نمبر ۴

مشرکین کے لیے دعا مغفرت ناجائز ہے قرآن فرماتا ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ — یعنی نبی کو اور مومنوں کو اپنے

اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ — مشرک قرابتداروں کے لیے بھی دعا

وَلَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى۔ — مغفرت نہ مانگنی چاہیے۔

(توبہ آیت ۱۱۳) — آہ بلفظہ۔

مولانا موصوف فقہ حنفیہ اور امام اعظمؒ کے سخت ترین اعداء میں سے تھے ایک دفعہ مولانا موصوف پر فقہ کی توہین کرنے پر کلکتہ کی عدالت میں مقدمہ دائر ہوا چنانچہ اخبار محمدی میں ہے اور مجسٹریٹ کی طرف سے درخواست کی گئی کہ دو حرف لکھ دو کہ میں آئندہ ایسی کوئی کتاب نہ لکھوں گا جس میں فقہ کی تردید ہو ہماری جماعت کے لوگ بھی اصرار کر رہے تھے اس درخواست کو منظور کر لو تبلیغ (کے) اور بھی بہت سے صیغے ہیں مگر شیر اسلام نے کہا کہ جب تک زندہ ہوں قرآن و حدیث سے گرد و غبار دور کرتا رہوں گا۔ (اخبار محمدی دہلی صـ۱۳ ۱۵ مئی ۱۹۳۸ء) اور خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد جلد ۱۳ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ترجمہ نقل کیا ہے لیکن تعریف میں باتیں تھوڑی ہیں۔ مذمت میں زیادہ ہیں اور ان ضعیف و جھوٹی روایتوں کو جو امام اعظمؒ کے مرتبہ و شان کے خلاف ہیں بغیر جرح و قدح کے نقل کر دیا ہے اور اپنے بغض و تعصب کا کھلا کھلم اظہار کیا ہے مولانا جوناگڑھی غیر مقلد نے خطیب بغدادیؒ کی اندھی تقلید کرتے ہوئے اس تاریخ بغداد کے جلد ۱۳ میں سے کا کچھ حصہ اردو میں ترجمہ کر کے امام اعظمؒ کو بدنام کرنے کی زبردست کوشش کر کے اپنے بغض و حسد کا کھلا کھلم مظاہرہ کیا ہے۔ چنانچہ مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ "اگر جناب بہ بسط و تفصیل سے دیکھنا چاہیں تو تاریخ خطیب بغدادی کا جو حصہ کا میں نے ترجمہ کیا ہے بنام امام محمدی ملاحظہ فرمالیں جس میں حضرت الامام کی پوری سوانح کے ساتھ ہی اس قسم کی کل باتیں ہیں (سراج محمدی صـ۹) مولانا موصوف نے یہاں اتنی سے بھی قطعاً دریغ

ذکر سے قصے ملاحظہ ہو۔

غلط بیانی نمبرا : مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ اب ایک حدیث بھی سن لیجئے۔
حضرت محمد بن حماد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

رَأَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ	یعنی میں نے خواب میں حضورؐ کی
علیہ وسلم فی الْمَنَامِ فَقُلْتُ	زیارت کی اور آپ سے پوچھا
یا رسول اللّٰہ۔ ما تقول	کہ کیا میں امام ابوحنیفہ کے مسائل اور
فی النظر فی کلام ابی حنیفہ	ان کے ساتھیوں کے مسائل کو دیکھوں
واصحابہ اَنْظُرُ فیہا وَاَعْمَلُ	اور ان پر عمل کروں آپ نے فرمایا
عَلَیْہَا قال لَا لَا لَا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ	نہیں نہیں نہیں تین مرتبہ انکار فرمایا
قلت فما تقول فی النظر فی	میں نے پھر پوچھا کہ اچھا آپ کی اور
حدیثک وَحَدِیْثِ اصحابک	صحابہ کی حدیثوں کو دیکھوں اور ان
اَنْظُرُ فیہا وَاَعْمَلُ علیہا قال	پر عمل کروں تو آپ نے فرمایا ہاں
نعم نعم نعم ثلث مرات الخ	ہاں ہاں تین مرتبہ)

(جزء تاریخ خطیب بغدادی ص۱۲۳)

سراج محمدی ص۲۵ آخری عبارت بین القوسین جو درج ہے یہ عربی عبارت کا ترجمہ ہے جسے مولانا موصوف نے خرابی حافظہ کی بناء پر چھوڑ دیا تھا۔

الجواب

یہ شخص مذکور کے خواب کا واقعہ ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہے خط کشیدہ الفاظ کی طرف نظر کر کے دوبارہ غور سے پڑھ لیں خواب کو حدیث کہنا یہ مولانا موصوف کا خالص افتراء اور کذب بیانی ہے اور پھر محمد بن حماد نہ صحابی ہے نہ تابعی ہے پھر اس کا ترجمہ اور تعارف بھی مولانا جوناگڑھی نے نہیں کرایا کہ

یہ شخص مذکور کون اور کیسا ہے اور نہ اس سے نیچے کی سند کے راویوں کی توثیق وتعدیل نقل کی ہے (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

> ؎ خود غلط املاء غلط انشاء غلط
> دیکھئے ہوتا ہے اب کیا کیا غلط

غلط بیانی نمبر۲ : مولانا موصوف لکھتے ہیں دسویں گیارہویں، بارھویں، تیرھویں تک قربانی کرسکتا ہے (موطا امام مالک ودارقطنی) مسائل قربانی تحفہ محمدی ص۷ مطبوعہ دھلی ونشر شدہ از کتب خانہ محمدی اوکاڑہ مغربی پاکستان۔

الجواب

موطا امام مالک ص۲۹۷ میں ہے۔

مالکؒ عن نافع ان عبد اللّٰہ	کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے
بن عمر رضی اللّٰہ عنہ	ہیں کہ قربانی دو دن ہے
قال الاضحیٰ یومان	قربانی کے دن کے بعد (یعنی دس
بعد یوم الاضحیٰ مالکؒ	گیارہ بارہ ذوالحجہ تک ہے) امام
انہ بلغہ عن علی رض	مالکؒ فرماتے ہیں کہ ان کو حضرت
بن ابی طالب	علیؓ سے بھی اسی قسم کی روایت
مثل ذالک۔	پہنچی ہے (یعنی قربانی ۱۲ ذوالحجہ
	تک ہے)

اب قارئین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مولانا جوناگڑھی غلط بیانی میں کتنے بے باک ہیں۔

غلط بیانی نمبر۳ : مولانا موصوف لکھتے ہیں اور سنئے آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو قربانی کرنے کی طاقت نہ ہو وہ ذی الحجہ کا چاند دیکھ کر اپنے بال ناخن

وغیرہ نے نماز عید پڑھ کر لے تو اسے باری تعالیٰ ارحم الراحمین قربانی کا پورا ثواب عنایت فرمائے گا (ابوداؤد) (تحفہ محمدی ص۸۔)

الجواب

یہ سفید جھوٹ ہے چنانچہ ابوداؤد ص۲۹ ج۲ مطبوعہ مجتبائی میں ہے کہ بال و ناخن لے (الحدیث)

؎ جھوٹ کہنے سے جن کو عار نہیں
ان کی باتوں کا کوئی اعتبار نہیں

غلط بیانی نمبر ۴ : مولانا موصوف لکھتے ہیں۔ حنفیوں کی سب سے اعلیٰ اور سب سے زیادہ معتبر کتاب ہدایہ کتاب الذبائح ص۴۲۴ میں ہے :

ومن نحر ناقة او ذبح بقرة فوجد فی بطنها جنینا میتا لم یوکل اشعر او لم یشعر۔ یعنی جس نے اونٹنی کو نحر کر دیا، گائے کو ذبح کیا اور اس کے پیٹ سے مرا ہوا بچہ نکلا تو اسے نہ کھایا جائے خواہ ذبح کرنے والے کو اس کا علم ہو یا نہ ہو (شمع محمدی ص۲۹ مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی)۔

الجواب

خط کشیدہ الفاظ کا ترجمہ جاہلانہ ہے جس کی بناء پر یہ صاحب ہدایہ پر جھوٹ ہے حالانکہ اس کا صحیح ترجمہ یوں ہے "بال اُگ آئے ہوں یا نہ" مگر جوناگڑھی نے اپنی جہالت کی بناء پر یہ غلط ترجمہ کر دیا ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون) یہ لوگ ہدایہ کا ترجمہ تک نہیں جانتے مگر جھوٹے الزامات و بہتانات لگاتے ہوئے ذرہ بھی عار محسوس نہیں کرتے ؎

آدمیت اور شئی ہے علم ہے کچھ اور چیز
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیوان ہی رہا

غلط بیانی نمبر ۵ : مولانا موصوف لکھتے ہیں (۹۱) ینظر الرجل من ذوات محارمه الى الوجه والراس والصدر والساقين والعضدين (ہدایہ فاروقی جلد ۴ ص۴۲۵ فصل فی الوطی والنظر) یعنی آدمی اپنی ذی محرم رشتہ دار عورت کے چہرہ اور سر اور سینے اور رانوں اور بازوؤں کو دیکھ سکتا ہے۔

(ہدایہ پر ایک نظر المعروف بہ ہدایت محمدی ص۵۱ جید برقی پریس دہلی)

الجواب

ساقین کا معنی پنڈلیوں کا ہے نہ کہ رانوں کا۔ کتنا بڑا جھوٹ بول دیا ہے یا جہالت کے کرشمے ہیں حالانکہ اس کے آگے عبارت میں (صراحت موجود) ہے ولا ینظر الی ظهرها وبطنها وفخذها (ترجمہ) اور نہ دیکھے اس کی پشت اور پیٹ اور ران کی طرف۔

اب یہ جاہل فقہ حنفی پر اعتراض کرتے ہیں اور لوگوں کو اپنے امام اور راہنما ہونے کی دعوت دیتے ہیں۔ فوا اسفاً۔

؎ لباس خضر میں ہزاروں رہزن بھی پھرتے ہیں
اگر دنیا میں رہنا ہے تو کچھ پہچان پیدا کر

غلط بیانی نمبر ۶ : مولانا موصوف لکھتے ہیں (۹۲) ..... یعنی ان عورتوں کے ان اعضاء کو جن کا ذکر اوپر گذرا چھو بھی سکتا ہے (ہدایت محمدی ص۵۱)

تو مولانا موصوف کے نزدیک ساقین کا معنی رانیں تھا لہٰذا رانوں کو وہ چھو بھی سکتا ہے، حالانکہ یہ خالص جھوٹ ہے کیونکہ رانوں کو دیکھنا اور چھونا منع ہے ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

ایک زبردست جھوٹ

مولانا موصوف شرف اصحاب الحدیث خطیب بغدادی ص ۲۱ ج ۱ سے ایک حدیث پیش کرتے ہیں جس کا ترجمہ ان کے الفاظ میں یوں ہے۔ یعنی صحابی رسول حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اُن نوجوانوں کو دیکھتے جو طلب حدیث کے لیے آتے تو آپ انہیں فرماتے کہ مرحبا ہو تمہارے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں وصیت فرما گئے ہیں کہ ہم تمہارے لیے اپنی مجلسوں میں کشادگی کریں تمھیں حدیث سمجھائیں اس لیے کہ تم ہمارے جانشین ہو اور ہمارے بعد تم ہی اہلحدیث ہو۔ یہ حدیث صاف ہے کہ صحابہ کرامؓ اپنے تئیں اہلحدیث کہتے تھے اور اپنے بعد والوں کو بھی یہی لقب دے کر گئے۔ (تذکرہ محمدی ص ۷ وسراج محمدی ص ۲۶)

الجواب

یہ روایت جھوٹی ومن گھڑت ہے اور غیر مقلدین حضرات اپنا نام اہلحدیث اسی جھوٹی ومن گھڑت روایت سے ثابت کرتے ہیں ورنہ کسی اور حدیث سے اہلحدیث نام ثابت نہیں۔ اس کی سند میں حضرت ابوسعید الخدریؓ کا شاگرد ابوہارون العبدی واقع ہے مولانا مبارکپوری صاحب ایک روایت کے جواب میں فرماتے ہیں "سو واضح ہو کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابوہارون عبدی واقع ہے کذاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے (تحقیق الکلام ص ۱۲۶ ج ۲) نیز مولانا موصوف ہی ایک دوسرے مقام میں لکھتے ہیں "ابوسعید خدریؓ کی اس حدیث کا مدار ابوہارون العبدی پر ہے اور یہ ابوھارون بہت ہی بڑا کذاب اور مفتری ہے ابوسعید خدری سے ایسی روایتیں روایت کرتا ہے

جو ان سے مروی نہیں بعض محدثین نے فرمایا ہے کہ ابوھارون فرعون سے زیادہ جھوٹا تھا شعبہ فرماتے ہیں کہ میری گردن اڑا دی جائے تو مجھے یہ پسند ہے مگر ابوھارون سے حدیث روایت کرنا پسند نہیں (تحقیق الکلام ص ۱۹۲ ج ۲ تا ص ۱۹۳) مولانا موصوف ہی لکھتے ہیں۔ متروک ومنهم من كذبه شيعي (تحفة الاحوذی ص ۳۰ ج ۳) ابوھارون متروک الحدیث ہے اور بعض محدثین نے اسے کذاب قرار دیا ہے اور یہ راوی شیعہ بھی ہے۔

(۲) پھر اس ابوھارون کا شاگرد محمد بن ذکوان الازدی ہے گو چہ بعض نے ثقہ قرار دیا ہے مگر جمہور محدثین اسے ضعیف قرار دیتے دیکھئے تہذیب التہذیب ص ۱۵۶ ج ۹ اس لیے حافظ ابن حجرؒ کا فیصلہ یہ ہے۔ ضعیف۔ (تقریب ص ۲۹۷)

(۳) محمد بن ذکوان کا شاگرد یحیی بن المتوکل الباھلی ہے امام یحیی بن معینؒ فرماتے ہیں لا اعرفه (میں اس کو نہیں پہچانتا) ابن حبانؒ نے طبقہ ثالثہ میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے وکان یخطئ (کہ یہ راوی خطاء کا ارتکاب کرتا تھا) تہذیب التہذیب ص ۲۷۲ ج ۱۱۔ حافظ صاحبؒ کا فیصلہ یہ ہے صدوق یخطئ (تقریب ص ۳۷۹) کہ سچا ہے خطاء کرتا ہے سند کے بعض دوسرے راوی قابل تحقیق ہیں۔

یہ ہے غیر مقلدین حضرات کی دیانتداری کہ جھوٹی ومن گھڑت روایت کو بیان کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جان بوجھ کر جھوٹ وافتراء باندھتے رہتے ہیں (العیاذ باللہ) حالانکہ متواتر حدیث میں ہے کہ جو شخص میرے اوپر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تیار کر لے۔

نوٹ: مولانا جونا گڑھی نے تفسیر ابن کثیر کا اردو میں ترجمہ کیا ہے جس کا نام تفسیر محمدی ہے پہلے ہندوستان میں طبع ہوا تھا بعد میں نور محمد نے

اصح المطابع کراچی پاکستان سے اس کو شائع کیا اور تفسیر ابن کثیر اردو جو اکثر لوگوں کے پاس ہے مولانا جوناگڑھی غیر مقلد کا ترجمہ کیا ہوا ہے البتہ مترجم کا نام ظاہر نہیں کیا گیا جو بہت بڑا دھوکہ اور خیانت ہے البتہ لاہور سے اب طبع ہوئی ہے اس میں اندرون سرورق ابو محمد جوناگڑھی لکھا گیا ہے جو صحیح محمد جوناگڑھی ہے اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ مولانا انظر شاہ کے حاشیہ اور نظر ثانی کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔
یہ اور نقصان دہ ہے مولانا انظر شاہ کا حاشیہ معمولی اور بے جان ہے اور نظر ثانی میں انہوں نے ترجمہ کی کوئی خیانت یا غلطی پر کوئی گرفت نہیں کی حالانکہ اس ترجمہ ابن کثیر میں بہت سی خیانتیں موجود ہیں حدیث کی سندیں کاٹ دی گئی ہیں جو حدیثیں مترجم کے نظریہ کے خلاف تھیں اور ان کے آخر میں ابن کثیرؒ نے صحیح کہا تھا وہ صحیح کے الفاظ اڑا دیئے گئے ہیں اور ان کا ترجمہ نہیں کیا گیا اور خود مترجم نے اپنی طرف سے بعض عبارتیں گھسیڑ دی ہیں اور اپنا مسلک بیان کر کے دھوکہ دینے کی زبردست کوشش کی ہے اس لیے یہ چند حروف لکھ کر راقم الحروف اپنے حنفی بھائیوں کو خبردار کرنا چاہتا ہے اور ارادہ ہے کہ اس تفسیر کے اردو ترجمہ میں جو خیانتیں واقع ہیں ان کے لیے ایک الگ رسالہ شائع کیا جائے اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائے آمین!

قارئین کرام! یہ چند باتیں راقم الحروف نے صرف اس لیے ذکر کی ہیں کہ غیر مقلدین کے دجل و فریب سے سادہ لوح مسلمانوں کو بچایا جائے اور بتایا جائے کہ اوہام و اغلاط کا واقع ہونا محدثین کرامؒ سے یا خود غیر مقلدین کے علماء سے بھی ظاہر ہوا ہے اگر یہ حضرات قابل اعتماد ہیں اور ان کی کتابیں بھی قابل اعتماد ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ صرف صاحب ہدایہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر ناقابل اعتبار ہونے کا تاثر دلایا جائے۔

نہ تنہا من دریں مے خانہ مستم
جنید و شبلی و عطار ہم مست

خواجہ صاحب کا ایک بہتان عظیم

خواجہ صاحب لکھتے ہیں حدیثیں نہ ہوئیں جوار سے اور منقے ہو گئے جن کی شراب بنا کر ان کے نزدیک پینا جائز ہے (ہدایہ ج ۴/۲) ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۸۔

الجواب

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب کے دل سے خدا کا خوف نکل چکا ہے ورنہ وہ اتنا بڑا بہتان لگانے کے لیے تیار نہ ہوتے عربی زبان میں خَمْرٌ کا لفظ آتا ہے جس کا معنی ہماری زبان میں شراب کیا جاتا ہے یہ بالاتفاق حرام ہے اور عربی زبان میں ایک لفظ شراب کا آتا ہے اس کا معنی ہماری زبان میں ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جو پینے کے قابل ہو۔ اور عربی زبان میں ایک لفظ نبیذ کا آتا ہے جس کا معنی ہماری زبان میں شیرہ کہا جاتا ہے جیسے شیرۂ انگور، شیرہ کھجور وغیرہ ان کے متعلق حکم یہ ہے کہ جب واضح طور پر ان میں نشہ پیدا ہو جائے تو یہ خمر (شراب) کے حکم میں ہو جائے گا ورنہ نہیں کیونکہ نبیذ کا استعمال کرنا خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے فلہذا نبیذ کا معنی شراب کر کے دھوکہ دینا اور بہتان لگانا اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔

خواجہ صاحب کا ایک اور الزام

خواجہ صاحب لکھتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ فقہی کتابوں کے مصنفین اسی "حلال"

شراب کے نشہ میں یہ سب کچھ لکھ گئے ہیں بشرمانے کی ضرورت نہیں انہوں نے قوت حاصل کرنے کے لیے یہ شوق فرمایا ہوگا۔ (ہدایہ ص ۴۲۱/۲ ج)

الجواب

خواجہ صاحب کو الزام لگانے اور چغل خوری کرنے کی بُری عادت پڑ چکی ہے ورنہ وہ اگر صحیح بخاری ص ۸۳۸/۲ ج و ص ۸۴۶/۲ ج میں حضرت عمرؓ ابو عبیدہؓ بن الجراح معاذؓ براء بن عازبؓ ابو جحیفہؓ ابو الدرداءؓ کا عمل و فرمان دیکھا ہوتا تو فقہ حنفی پر ہرگز الزام لگانے کی جُرأت نہ کرتے۔

ع گھائل تیری نظر کا بنوع دگر ہر ایک
زخمی کچھ ایک بندۂ درگاہ نہیں ہے

خواجہ صاحب نے چونکہ اپنے اسی رسالہ کے ص ۴۳ تا ص ۴۶ میں اس مسئلہ کو بیان کیا ہے اس لیے اس مسئلہ کی مزید وضاحت وہاں کردی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

خواجہ صاحب کا ایک اور بہت بڑا بہتان

خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ انواع واقسام کے جھوٹ۔ یاد رہے صرف بے سروپا حدیثیں ہی بیان نہیں کی گئیں۔ اقوال بھی بے سروپا ہیں۔ فقہ حنفی کی تمام کتابیں امام ابو حنیفہؒ کے سینکڑوں برس بعد لکھی گئیں۔ ان میں ہزاروں اقوال بانی مذہب کی طرف منسوب ہیں مگر حرام ہے جو کسی ایک قول کی سند بھی ملتی ہو۔ (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص ۸)

الجواب

خواجہ صاحب شراب تعصب کے نشہ میں یہ باتیں لکھ رہے ہیں جن کا حقیقہ

سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ فقہ حنفی کی کتابوں کی تصنیف امام اعظمؒ کے دور میں شروع ہوگئی تھی۔ امام محمدؒ جو امام اعظمؒ کے خصوصی شاگرد ہیں انہوں نے مختلف کتابوں میں فقہ حنفی کا ذکر کیا ہے اور اس کے مسائل کو با دلائل بیان کیا ہے مثلاً کتاب الاصل (جس کو المبسوط بھی کہا جاتا ہے) جو اب پانچ جلدوں میں شائع ہو چکی ہے الجامع الکبیر، الجامع الصغیر صاحب ہدایہ بھی ان کتابوں سے روایت لے کر شرح کرتا ہے اور یہ تینوں کتابیں امام محمدؒ کی ہیں جو براہ راست امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔ البتہ الجامع الصغیر میں وہ بسند امام ابو یوسفؒ امام اعظمؒ سے روایت کرتے ہیں، اور اسی طرح امام محمدؒ کتاب الحجۃ علیٰ اہل المدینہ میں بھی فقہ حنفی یعنی امام اعظمؒ کے اقوال بیان کرتے ہیں یہ کتاب چار جلدوں میں شائع ہوگئی ہے۔ موطا محمد اور کتاب الآثار لمحمدؒ میں بھی فقہ حنفی کے مسائل موجود ہیں اسی طرح السیر الکبیر اور السیر الصغیر میں بھی فقہ حنفی موجود ہے السیر الکبیر بھی راقم الحروف نے دیکھی ہے البتہ مطالعہ کا وقت نہیں مل سکا یہ چاروں کتابیں بھی امام محمدؒ کی ہیں۔ کتاب الآثار لابی یوسفؒ و کتاب الخراج لابی یوسفؒ میں بھی فقہ حنفی موجود ہے۔ یہ امام ابو یوسفؒ کی کتابیں ہیں جو براہ راست بلا واسطہ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔ کتاب الامالی لابی یوسفؒ و کتاب النوادر لمحمدؒ میں بھی فقہ حنفی موجود ہے یہ دونوں کتابیں بھی امام اعظمؒ کے خصوصی شاگردوں کی ہیں جس میں وہ امام اعظمؒ کے اقوال و مسائل نقل کرتے ہیں اس کے علاوہ بھی سند کے ساتھ امام اعظمؒ سے مسائل نقل کیے گئے ہیں فلہذا فقہ حنفی کو بے سند کہنا بہتان عظیم ہے۔ اسی طرح امام اعظمؒ کے سینکڑوں برس بعد فقہ حنفی کے لکھے جانے کا دعویٰ کرنا یہ بھی افتراء عظیم ہے ہماری اس تحریر کے بعد کوئی بھی عقل مند اور انصاف پسند آدمی فقہ حنفی کو بے سند نہیں کہہ سکتا۔ البتہ بعض اقوال کے بے سند ہونے سے فقہ حنفی پر اثر نہیں پڑ سکتا

جس طرح کہ بعض حدیثوں کے بے سند ہونے سے حدیث نبوی پر اثر نہیں پڑ سکتا۔ باقی رہا خواجہ صاحب کا یہ فرمان کہ فقہ کی کتابوں میں بے سرو پا حدیثیں بیان کی گئی ہیں تو یہ بھی خواجہ صاحب کا دعویٰ صحیح نہیں اس لیے کہ فقہ کی بنیاد حدیث کی کتابیں ہیں اگر حدیث کی کتابوں میں ایسی روایتیں موجود ہیں تو یہ اعتراض دراصل حدیث کی کتابوں پر ہوگا جیسا کہ خواجہ صاحب کے بھائی غیر مقلدین منکرین حدیث کرتے رہتے ہیں لہٰذا فقہ کو براہ راست نشانہ بنانا درست نہیں۔

ے مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کر

خواجہ صاحب

لکھتے ہیں جھوٹی بات کسی کی طرف بھی منسوب ہو گناہ ہے اور پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو تو جہنم جانے کا سرٹیفکیٹ ہے (بدایہ عوام کی عدالت میں ص۸)

الجواب

دوسروں پر فتویٰ بعد میں لگانا پہلے اپنی کتابوں کو دیکھ لو کہ ان میں کتنے جھوٹ و افتراءات ہیں پھر اپنے استاد محترم کی کتابوں پر بھی نظر ڈال لو اس میں کیا کچھ لکھا گیا ہے پھر اپنے دیگر اکابر کی کتابوں کو دیکھ کر پہلے تولو پھر بولو۔ خواجہ صاحب کی کچھ غلط بیانیوں کا ذکر مقدمہ میں کرتب کے عنوان کے تحت گذر چکا ہے اور کچھ کتاب میں خواجہ صاحب کی کارستانیوں کا ذکر ہو چکا ہے مزید خواجہ صاحب کی کارستانیاں ملاحظہ ہوں۔

کارستانی نمبر ۱

خواجہ صاحب مسئلہ سماع موتی میں دو حوالے شرح عقائد سے پیش کرتے ہیں دیکھئے مسئلہ سماع موتی مع تبلیغی رپورٹ فروری و مارچ ۱۹۸۴ء ص۲۰ و ص۲۱ حالانکہ

یہ دونوں حوالے شرح عقائد میں قطعاً موجود نہیں ہیں خواجہ صاحب جھوٹی نسبت کیوں کرتے ہیں۔

کارستانی نمبر ۲

خواجہ صاحب مسئلہ سماع موتی ص۲۴ میں فتاوی غرائب سے امام اعظم کا نظریہ عدم سماع موتی نقل کرتے ہیں۔ لیکن کراچی کا عثمانی مذہب ص۶۰ تا ص۶۱ میں اس کے برعکس یوں تحریر فرماتے ہیں میں پوچھتا ہوں جس غرائب کا انہوں (ڈاکٹر عثمانی) نے حوالہ دیا ہے وہ کتاب خود انہوں نے یا ان کے پیروکاروں میں سے کسی نے آج تک دیکھی بھی ہے یا میری طرح صرف اس کا نام ہی سن رکھا ہے۔ اگر دیکھی ہے تو کیا اس کی سند پر غور کیا ہے صرف اس ایک فقرے کی بناء پر امام صاحبؒ کی مدح میں رطب اللسان ہونے سے پہلے ان کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ مصنف غرائب سے لے کر امام صاحب تک اس قول کے پورے سلسلہ سند کو بیان کرتے بلکہ یہ بھی بتلاتے کہ اس کتاب کا مصنف کون اور کس مسلک سے وابستہ تھا الخ۔ خواجہ صاحب کے تلون مزاجی کی یہ بدترین مثال ہے جب ہمارے شیخ مکرم حضرت صفدر صاحب دامت برکاتہم کی تردید کر رہے تھے تو فتاوی غرائب کا یہ حوالہ خود پیش کیا لیکن جب عثمانی صاحب نے پیش کیا تو اب اس کی تردید کرتے ہوئے فتاوی غرائب اور اس کے مؤلف پر بارش کی طرح برس پڑے (ماشاء اللہ تعالیٰ)

ے کل تک تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو
دو دن کا یہ مزاج ہے آگے کی خیر ہو

کارستانی نمبر ۳

خواجہ صاحب لکھتے ہیں: میت سے سماع ممکن نہیں (مسئلہ سماع موتی ص۲۵) لیکن خواجہ صاحب کراچی کا عثمانی مذہب کے ص۹۲ میں لکھتے ہیں نیز فرمایا:

ان تدعوھم لا یسمعوا دعاءکم ولو سمعوا ما استجابوا لکم (فاطر ۱۴)

اگر تم ان کو پکارو تو تمہاری پکار نہیں سنتے اور اگر سن لیں تو قبول نہیں کر سکتے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مردوں کا سن لینا محال نہیں دعا کا قبول کرنا محال ہے جب کہ خواجہ صاحب مسئلہ سماع موتی ص۲۹ میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں بفرض محال کسی طرح ان تک ہماری آواز پہنچ جائے لیکن وہ کچھ نہ کر سکیں تو فائدہ۔ خواجہ صاحب اپنے تلون مزاجی کی وجہ سے گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں۔

دل فریبوں نے کہی جس سے نئی بات کہی
ایک سے دن کہا دوسرے سے رات کہی

کارستانی نمبر۴

خواجہ صاحب لکھتے ہیں جہاں تک قبر میں فرشتوں کے آنے روح کو لوٹانے میت کو بٹھانے سوال و جواب کرنے قبر کشادہ یا تنگ کرنے یا عذاب و ثواب کا تعلق ہے گزارش ہے کہ یہاں قبر سے مراد یہ مٹی کی قبر نہیں الخ (مسئلہ سماع موتی ص۳۵) اگر ثواب و عذاب کا ادراک عین اس وجود کو ہوتا ہو تو روح کا تعلق اس سے قائم کرنے کے لیے اس کو سلامت رکھنا چاہیے تھا (ص۳۶ ایضاً) خواجہ صاحب نے یہاں عذاب و ثواب قبر کا کھلا کھلم انکار کیا ہے جو احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور علماء اسلام نے اس کے انکار کو کفر قرار دیا ہے۔

تصویر کا دوسرا رُخ

خواجہ صاحب لکھتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین کی قبروں کے پاس سے گزرے کہ آپ کا خچر بدکا (مسلم) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان قبروں کے بیچ یہ تاحرید

ضرور کچھ ہوتا ہے مگر عثمانی صاحب اسے معجزہ کہہ کر ٹال گئے (عذاب برزخ ص۱) میں نہیں سمجھ سکا خچر کا بدکنا حضورؐ کا معجزہ کیسے بن گیا (کراچی کا عثمانی مذہب ص۵۲) نیز لکھتے ہیں آپؐ دو قبروں کے پاس سے گزرے فرمایا انہیں عذاب ہو رہا ہے آپؐ نے ایک شاخ لی اسے دو ٹکڑے کیا اور ایک ایک ٹکڑا ان دونوں پر گاڑ دیا اور فرمایا ان کے خشک ہونے تک شاید ان کے عذاب میں تخفیف رہے (بخاری ص۱۸۲)

اس سے معلوم ہوا حضورؐ نے مٹی کی قبروں سے عذاب محسوس فرمایا اور تخفیف کے لیے مٹی کی قبروں پر ہی شاخیں گاڑیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کاتب مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملا آپؐ نے فرمایا اسے زمین قبول نہیں کرے گی چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ فرماتے ہیں ہم نے اس کی لاش باہر پڑی دیکھی وجہ پوچھی تو بتلایا گیا کہ اسے بار بار دفن کیا گیا لیکن زمین نے اسے قبول نہیں کیا (صحیحین)

معلوم ہوا زمین کو جزا و سزا میں کچھ دخل ہے (کراچی کا عثمانی مذہب ص۵۴)

نیز خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ ایک رات جبرئیلؑ آپؐ کے پاس پیغام لائے کہ اللہ پاک کا حکم ہے کہ اہل بقیع کے پاس جا کر ان کے لیے استغفار کرو (مسلم) میں پوچھتا ہوں قبرستان میں کچھ نہیں ہوتا تو وہاں جا کر دعا و استغفار کا کیا مطلب ہے (کراچی کا عثمانی مذہب ص۵۵)

کارستانی نمبر۵

خواجہ صاحب حضرت ابن عباس کی مرفوع حدیث کے متعلق لکھتے ہیں انسان کسی شناسا کی قبر پر سلام کہے تو جواب دینے کے لیے اللہ تعالیٰ اس کی روح کو لوٹا دیتا ہے۔ اس میں بھی حمید بن زیاد ہے (مسئلہ سماع موتی ص۲۸)

الجواب

اس حدیث کی سند میں حمید بن زیاد نہیں ہے یہ خواجہ صاحب کی غلط بیانی ہے

شاید وہ اس کو جھوٹ نہ سمجھیں۔

کارستانی نمبر ۶

خواجہ صاحب نے ملا علی قاری حنفیؒ کا فرمان عمدۃ القاری ص۱۸۵ ج ۸ سے نقل کیا ہے (رسالہ سماع موتی ص۱۳) یاد رہے کہ عمدۃ القاری شرح بخاری علامہ عینیؒ المتوفی ۸۵۵ھ کی تصنیف ہے جب کہ اس زمانہ میں ملا علی قاریؒ پیدا بھی نہ ہوئے تھے کیونکہ ملا علی قاریؒ کی وفات ۱۰۱۴ھ میں ہوئی ہے تو ان کا فرمان پیدا ہونے سے پہلے کس طرح عمدۃ القاری میں درج ہو گیا۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

چہ خوش گفت سعدی در زرادی
کنی مانند طفلاں خاکبازی!

کارستانی نمبر ۷

خواجہ صاحب نے حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون کے متعلق لکھا ہے اس کی سند میں حسین بن قتیبہ خزاعی کو ذہبی نے ہالک اور دارقطنی نے متروک ابو حاتم نے ضعیف، اوزاعی نے واہی اور عقیلی نے کثیر الوہم کہا ہے۔
میزان الاعتدال ج ۱ ص۲۴۱ تصوف کی حقیقت از رسالہ سماع موتی مع تبلیغی رپورٹ فروری و مارچ ۱۹۸۳ء ص۲۹

الجواب

خواجہ صاحب نے اپنے استاذ محترم کی طرح تلبیس کا مظاہرہ کیا ہے اور صحیح سند جس پر حدیث کا دار و مدار ہے اس کا ذکر تک نہیں کیا پھر مجروح راوی کا نام حسن بن قتیبہ ہے مگر خواجہ صاحب نے حسین بن قتیبہ بنا دیا ہے۔

لطیفہ: خواجہ صاحب نے اس راوی پر امام اوزاعیؒ سے بھی جرح نقل کی ہے حالانکہ امام اوزاعیؒ اس راوی کے پیدا ہونے سے بھی پہلے فوت ہو

چکے تھے۔

یارب وہ نہ سمجھے ہیں نہ سمجھیں گے میری بات
دل اور دے ان کو جو نہ دے مجھ کو زبان اور

خواجہ صاحب کی کارستانیاں اور بھی بہت ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ کسی اور مجلس میں ذکر کر دی جائیں گی۔

محمدی قبرستان

خواجہ صاحب لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ معاف کرے شاید یہ قدرت کی ناراضگی ہی کا سبب تھا کہ صاحب ہدایہ کو سمرقند کے محمدی قبرستان (تربۃ المحمدیین) میں دفن ہونے کی اجازت نہ مل سکی (مقدمہ ہدایہ ج ۱ ص۲) (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۹)

الجواب

خواجہ صاحب خیانت کرنا اور دھوکہ دینا حرام ہے صاحب ہدایہ کو وہاں دفن ہونے کی اجازت اس وجہ سے نہ مل سکی کہ وہاں تقریباً چار صد افراد دفن تھے اور سب کا نام محمد تھا جس کا نام محمد نہ ہوتا تھا وہاں دفن نہ کرنے دیتے تھے اور صاحب ہدایہ کا نام محمد نہیں بلکہ علی ہے اس لئے اس قبرستان کے قریب صاحب ہدایہ کو دفن کیا گیا اور اس قبرستان کا نام محمدی قبرستان نہ تھا جیسا کہ خواجہ صاحب نے عنوان باندھ کر دھوکہ دیا ہے بلکہ اس قبرستان کا نام تربۃ المحمدیین تھا یعنی محمدوں کا قبرستان دیکھو کتنا فرق ہے۔

ع ببیں تفاوت راہ است از کجا تا بکجا

اب صاحب ہدایہ کے متعلق جو الزامات خواجہ صاحب نے حدیثوں کے سلسلہ میں لگائے ہیں کہ ایسی حدیثیں کتب حدیث میں نہیں پائی جاتیں جو صاحب ہدایہ نے

نقل کی ہیں ان کا جواب نقل کیا جاتا ہے پورا جواب تو دوسرے حصہ میں آئے گا دوسرا حصہ اس جواب کے لیے وقف ہے البتہ اس حصہ اول کے آخر میں دس الزامات کا جواب دیا جاتا ہے تاکہ قارئین اندازہ لگا سکیں کہ خواجہ صاحب کے الزامات بے بنیاد ہیں۔

الزام نمبر (۱)

خواجہ صاحب لکھتے ہیں ص۸ ہدایہ اولین بسم اللہ ہی غلط۔ قولہ علیہ السلام لا وضوء لمن لم یسم (کتاب الطہارات) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی ان کا وضوء نہیں۔ الفاظ یوں نہیں بلکہ یوں ہیں لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ (ترمذی وغیرہ) جس نے وضوء کرنے وقت بسم اللہ کا ذکر نہیں کیا اس کا وضوء نہیں (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۱۱)

الجواب

چونکہ یہ حدیث سند کے لحاظ سے ضعیف ہے اس لیے وضوء سے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا ضروری نہیں البتہ مستحب ہے خواجہ صاحب کے استاذ محترم لکھتے ہیں وضوء سے پہلے دل میں نیت اور بسم اللہ کا ذکر مسنونانہ طریق پر صحت سے ثابت نہیں۔ (حاشیہ مشکوٰۃ مترجم ص ۱۳۹/۱) اب خواجہ صاحب کا یہ اعتراض کہ بسم اللہ ہی غلط۔ یعنی صاحب ہدایہ نے جو حدیث لا وضوء لمن لم یسم کے الفاظ سے نقل کی ہے ان الفاظ سے حدیث کی کسی کتاب میں یہ حدیث موجود نہیں۔ اس اعتراض کرنے میں خواجہ صاحب نے حافظ ابن حجرؒ کی اندھی تقلید کی ہے حافظ صاحب فرماتے ہیں لم اجدہ بھذا اللفظ (الدرایہ ص ۱۳/۱) ان الفاظ کے ساتھ میں نے یہ حدیث نہیں پائی۔ ہدایہ کے متن کے نسخوں میں کچھ فرق ہے۔ ہدایہ مع فتح القدیر ص ۱۹/۱ میں یوں ہے لا وضوء لمن لم یسم اللہ عینیؒ نے بھی یوں ہی نقل کیا ہے (عینی

نے بھی یوں ہی نقل کیا ہے (عینی شرح ہدایہ الجزء الاول ص۵۳) اور نصب الرایہ ص ۳/۱ میں اس روایت کو ہدایہ سے یوں ذکر کیا گیا ہے لا وضوء لمن لم یسم اللہ تعالیٰ۔ علامہ عینی حنفیؒ لکھتے ہیں ھذا الحدیث بھذا اللفظ لم یخرجہ احد وانما اخرجہ ابو داؤد وغیرہ لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ (عینی شرح ھدایہ المجلد الاول الجزء الاول ص۵۳) اس حدیث کی ان الفاظ کے ساتھ کسی محدث نے تخریج نہیں کی صرف ان الفاظ کے ساتھ لا وضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ ابو داؤد وغیرہ میں مروی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

صاحب ہدایہ حافظ الدنیا سے ابن حجرؒ و علامہ عینیؒ وغیرہما کی اس کے مقابلہ میں علمی پوزیشن کمزور ہے ہدایہ چونکہ خلاصہ و اختصار ہے کفایۃ المنتہی کا جو کہ اسی جلدوں میں تھی اس لیے اس خلاصہ میں حدیثوں کا مخرج بیان نہیں ہوا۔ صاحب ہدایہ نے جن الفاظ سے یہ حدیث بیان فرمائی ہے انہی الفاظ کے ساتھ یہ مروی ہے چنانچہ خود حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں وامّا حدیث انس فرواہ عبد الملک بن حبیب الاندلسی عن اسد بن موسیٰ عن حماد بن سلمۃ عن ثابت عن انس بلفظ لا ایمان لمن لم یؤمن بی ولا صلوٰۃ الا بوضوء ولا وضوء لمن لم یسم اللہ (تلخیص الحبیر ص ۷۵/۱) خط کشیدہ الفاظ کو اچھی طرح دیکھ لیں صاحب ہدایہ محدث اعظم ہے حافظ الدنیا ہے صاحب ہدایہ زندہ باد

ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اور الفاظ کی تقدیم و تاخیر اور معمولی تغیر کے ساتھ یہ حدیث کنوز الحقائق ص ۱۴۹/۲ ج

علی ہامش الجامع الصغیر للسیوطیؒ میں یوں ذکر کی گئی ہے۔ من لم یسم اللہ علی وضوئہ فلا وضوء لہ (رمز)

الزام نمبر۲

خواجہ صاحب غلط نسبت کے عنوان کے تحت ہدایہ ص۱۳ سے یوں نقل کرتے ہیں" والتفسیر ماثور عن عائشۃ رضی اللہ عنہا (منی مذی اور ودی میں فرق کی وضاحت حضرت عائشہؓ سے منقول ہے) حضرت عائشہؓ سے نہیں بلکہ عکرمہؒ سے منقول ہے (مصنف عبدالرزاق) ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۱۳)

الجواب

خواجہ صاحب اندھی تقلید میں ڈوبے ہوئے ہیں علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں قلت غریب ورواہ عبد الرزاق فی مصنفہ عن قتادۃ وعن عکرمۃ (نصب الرایہ ص۹۳/۱) میں زیلعی کہتا ہوں یہ حدیث غریب ہے (یعنی اس کی تفسیر حضرت عائشہؓ سے منقول نہیں) بلکہ یہ فرق قتادہ وعکرمہؒ سے مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں لم اجدہ عنہا وانما اخرج عبد الرزاق عن قتادۃ وعن عکرمۃ (الدرایہ ص۵۲/۱) مجھے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت نہیں ملی الخ علامہ عینیؒ بھی اس طرح فرماتے ہیں (عینی ص۸۲/۱) لیکن صاحب ہدایہ کی پرواز بہت بلند ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

حافظ ابن الہمامؒ لکھتے ہیں

قال ابن المنذر حدثنا محمد بن یحیی حدثنا ابو حنیفۃ حدثنا

کہ محدث ابن المنذرؒ نے کہا کہ ہمیں محمد بن یحیی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہمیں امام ابوحنیفہؒ نے

عکرمۃ عن عبد ربہ بن موسی عن امہ انہا سألت عائشۃؓ عن المذی فقالت ان کل فحل یمذی وانہ المذی والودی والمنی فاما المذی فالرجل یلاعب امرأتہ فیظہر علی ذکرہ الشیء فیغسل ذکرہ وانثییہ ویتوضأ ولا یغتسل واما الودی فانہ یکون بعد البول یغسل ذکرہ وانثییہ ویتوضأ ولا یغتسل واما المنی فانہ الماء الاعظم الذی منہ الشہوۃ وفیہ الغسل۔
(فتح القدیر ص۵۳/۱ تا ص۵۴)

بتایا وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں عکرمہؒ نے بتایا عبد ربہ بن موسیٰ سے وہ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے حضرت عائشہؓ سے سوال کیا مذی کے بارے میں تو حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ہر نر جو مذی بہانے کے قابل ہو تو اس سے مذی ودی منی تینوں نکل سکتی ہیں مذی وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ شہوۃ کے ساتھ کھیلے پس اس کے ذکر (آلہ تناسل) کے سرے پر کوئی چیز ظاہر ہو پس وہ ذکر اور خصیتین کو دھوئے وضو کرے لیکن غسل نہ کرے ودی وہ ہے جو پیشاب کرنے کے بعد ہو آلہ تناسل اور خصیتین کو دھو لیا جائے وضو کرے لیکن غسل نہ کرے منی وہ بڑا پانی ہے جو شہوۃ کے ساتھ ٹپک کر نکلے اور اس میں غسل لازم ہے۔

یہ روایت اختصار کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ صہ۹۱ میں یوں ہے:

حدثنا وکیع عن عکرمۃ	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی
بن عمار عن عبداللہ	ہیں منی سے غسل لازم ہوتا ہے
بن موسیٰ عن امہ عن	مذی اور ودی سے وضو کیا
عائشۃؓ قالت المنی منہ	جائے۔

الغسل والمذی والودی یتوضأ منہما

محدث اعظم حافظ الدنیا صاحب ہدایہ زندہ باد

الزام نمبر۱۳

خواجہ صاحب ہدایہ ص۲ سے یوں نقل کرتے ہیں واقل الطہر خمسۃ عشر یوما ھکذا نقل عن ابراھیم النخعی (باب الحیض والاستحاضۃ) طہر کی مدت کم از کم پندرہ روز ہے۔ ابراہیم نخعیؒ سے یوں ہی نقل کیا گیا ہے۔ ابراہیم نخعیؒ سے یہ نقل نہیں کیا گیا ہے (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۲ تا ص۱۳)

الجواب

خواجہ صاحب اندھی تقلید میں غوطے کھا رہے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں لم اجدہ (الدرایہ ص۴۵) یہ روایت مجھے نہیں ملی۔ علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں غریب جدا (نصب الرایہ ص۱۹۹) علامہ عینیؒ فرماتے ہیں لیس ھذا موجود فی الکتب المتعلقۃ بنفس الاحادیث والاخبار (عینی المجلد الاول الجزء الاول ص۴۵) یہ روایت ان کتابوں میں نہیں جو احادیث اور اخبار کے متعلق ہیں۔ حافظ ابن الہمامؒ نے اس قول پر بحث نہیں کی ویسے ہی چھوڑ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

صاحب ہدایہ حافظ الدنیا ہے اس کی نگاہ بلند ہے اس کا مطالعہ بہت وسیع ہے۔ ابراہیم نخعیؒ کا یہ قول سنن دارمی ج۱ صہ۱۷۳ ج۱ ص۸۵۹ میں موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اخبرنا المعلیٰ بن اسد	ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں اگر عورت
ثنا ابو عوانۃ عن المغیرۃ	کو ایک ماہ یا چالیس دن میں
عن ابراھیم قال	تین حیض آجائیں اور عدل و
اذا حاضت المرأۃ فی	انصاف والی عورتیں گواہی دے
شھر او فی اربعین لیلۃ	دیں اس حیض کی جس کی وجہ
ثلث حیض فاذا شھد لھا	سے نماز پڑھنا عورتوں پر حرام
الشھود العدول من	ہو جاتا ہے تو بے شک عورت
النساء انھا رأت ما تحرم	کی عدت مکمل ہو کر ختم ہو جائے
علیھا الصلوۃ من طموث	گی امام دارمیؒ فرماتے ہیں کہ میں
النساء الذی ھو الطمث	نے یزید بن ھارون سے سنا وہ
المعروف فقد خلا اجلھا	فرماتے تھے کہ ابراہیمؒ پندرہ دن
قال ابو محمد سمعت یزید	طہر کے لیے پسند کرتے تھے۔

بن ھارون یقول استحب الطھر خمسۃ عشر۔

قارئین کرام! ابراہیمؒ سے ایک ماہ یا چالیس دن کا قول شک کے ساتھ نقل کیا گیا ہے اور یزید بن ہارونؒ کی تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ چالیس دن والا قول صحیح ہے چنانچہ پندرہ دن طہر یوں بنے گا کہ ایک عورت کو تین دن حیض آیا پھر پندرہ دن طہر پھر تین دن حیض پھر پندرہ دن طہر پھر تین دن حیض

تو یہ کل انتالیس دن بنتے ہیں اس میں اگر عورت تین تین حیض کی گواہی دے دیں تو عدت ختم ہو جائے گی اور یہ ممکن ہے اس لیے حضرت ابراہیمؒ سے پندرہ دن طہر کا منقول ہونا صحیح سند سے اور حدیث کی مشہور کتاب سے ثابت ہوا والحمد للہ علی ذالک ۔ محدث اعظم صاحب ہدایہ زندہ باد۔

الزام نمبر ۴

خواجہ صاحب ہدایہ ص۴۱ سے عنوان "وقت نماز نہیں نماز" کے تحت نقل کرتے ہیں" قولہ علیہ السلام المستحاضۃ تتوضأ لوقت کل صلوۃ ۔ استحاضہ والی عورت ہر وقت نماز۔ نماز کے لیے وضو کرے ۔ حدیث یوں نہیں بلکہ یوں ہے وتتوضأ لکل صلوۃ (ترمذی) اور وہ ہر نماز کے لیے وضو کرے (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۱۳)

الجواب

خواجہ صاحب کی قسمت میں اندھی تقلید لکھی ہوئی ہے ۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں لم اجدہ ھکذا (الدرایہ ص۸۹/۱) اس طرح میں نے حدیث کو نہیں پایا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

بعض روایتوں میں عند کل صلوۃ ہے (مشکوۃ ص۵۶ والدرایہ ص۸۹/۱) جس کا معنی لوقت کل صلوۃ ہے کیونکہ عند ظرف کے لیے جو زمان کے لیے بھی آتا ہے بعض روایتوں میں تو صراحۃً لوقت کل صلوۃ موجود ہے (مغنی ابن قدامہ) اور شرح مختصر الطحاوی میں ہے روی ابو حنیفۃ عن ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لفاطمۃ بنت ابی حبیش وتوضئ

لوقت کل صلوۃ ۔ امام محمدؒ نے کتاب الاصل میں بھی اس روایت کو "مفصلاً" نقل کیا ہے دیکھیے فتح القدیر ص۱۵۹/۱ علامہ عینیؒ اور حوالوں کے علاوہ ایک نیا حوالہ یوں نقل کیا ہے وروی ابو عبداللہ بن بطۃ باسنادہ عن حمنۃ بنت جحش انہ علیہ الصلوۃ والسلام امرھا ان تغتسل لوقت کل صلوۃ (عینی ص۴۶/۲) کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حمنہ بنت جحش کو حکم فرمایا کہ ہر نماز کے وقت کے لیے غسل کیا کرے ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں جب غسل کر لیا ہر وقت نماز کے لیے تو وضو خود بخود ہو گیا۔

محدث اعظم صاحب ہدایہ زندہ باد حافظ الدنیا صاحب ہدایہ زندہ باد

الزام نمبر ۵

خواجہ صاحب ہدایہ ص۶۲ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں" قولہ علیہ السلام المرأۃ عورۃ مستورۃ" (شروط الصلوۃ) عورت کا تمام وجود قابل ستر ہے۔ مستورۃ کا لفظ کسی حدیث میں نہیں (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۱۴)

الجواب

خواجہ صاحب اندھی تقلید تجھے اندھے کنوئیں میں گرائے ہوئی ہے۔ حافظ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں ولم نعرف فیہ لفظ مستورۃ (فتح القدیر ص۲۲۵/۱) مستورہ کا لفظ حدیث میں معلوم نہیں ہو سکا ابن حجرؒ فرماتے ہیں : لم اجدہ (الدرایہ ص۱۲۲) مجھے نہیں مل سکا علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں : ولفظ مستورۃ لم اجدہ عند احد منھم واللہ اعلم (نصب الرایہ ص۲۹۹/۱) مستورہ کا لفظ محدث کی کسی کتاب میں نہیں پایا میں نے واللہ اعلم علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ولیس لفظ مستورۃ عند احد منھم (عینی ص۵۶۲/۲)

اور مستورۃ کا لفظ محدثین کی کتابوں میں نہیں جن سے یہ حدیث نقل کی جاتی ہے لیکن صاحب ہدایہ محدث اعظم حافظ الدنیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

علامہ عبدالروف مناویؒ فرماتے ہیں۔ المرأۃ عورۃ مستورۃ فاذا خرجت استشرفها الشیطان (قط) کنوز الحقائق صفحہ ۱۳۶ ج ۲) یہ حدیث جس میں مستورۃ کا لفظ موجود ہے دار قطنی میں ہے۔ دار قطنیؒ نے مختلف حدیث کی کتابیں لکھی ہیں۔ بہر حال صاحب ہدایہ حافظ الدنیا ہے اس کی نگاہ بہت بلند ہے۔

الزام نمبر ۶

خواجہ صاحب عنوان قائم کرتے ہیں اضافہ پھر ہدایہ صفحہ ۶۶ سے یوں نقل کرتے ہیں۔ ان اهل قباء لما سمعوا بتحول القبلة استداروا كهيأتهم فی الصلوٰۃ واستحسنه النبی علیه السلام اہل قبا قبلہ کی تبدیلی کا سن کر نماز ہی میں گھوم گئے اور حضورؐ نے ان کے اس عمل کو پسند فرمایا استحسان کے الفاظ صاحب ہدایہ کا اضافہ ہے (ہدایہ عوام کی عدالت میں صفحہ ۱۵)

الجواب

اس میں بھی خواجہ صاحب اندھی تقلید کرنے کی وجہ سے شرمندہ ہوں گے حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ لم اجد فیه الاستحسان (الدرایہ صفحہ ۱۲۵) مجھے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسند کرلے کے الفاظ نہیں ملے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ حافظ صاحبؒ نے خواہ مخواہ اعتراض کر دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی واقعہ کو دیکھ لینا یا سن کر خاموش ہو جانا ہی تو استحسان اور رضامندی ہے الفاظوں کے اندر استحسان کا جز افروگی

نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

صراحۃً استحسان بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ثابت ہے مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی غیر مقلد فرماتے ہیں:

ولم ینکر علیهم النبی صلی الله علیه وسلم بل روی الطبرانی فی آخر حدیث تویلة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فیهم اولئك رجال امنوا بالغیب التعلیق المغنی صفحہ ۲۷۳ ج ۱ تا ۲۷۴	اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کی وجہ سے اہل قباء پر اعتراض نہیں کیا بلکہ طبرانی نے تویلہؓ کی حدیث کے آخر میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے حق میں فرمایا کہ یہ ایسے مرد ہیں جو غیب پر ایمان لائے۔

محدث اعظم حافظ الدنیا صاحب ہدایہ زندہ باد

الزام نمبر ۷

خواجہ صاحب عنوان قائم کرتے ہیں ابن مسعودؓ پیغمبر نہیں تھے۔ پھر صفحہ ۹۴ ہدایہ سے یوں عبارت نقل کرتے ہیں۔ قوله علیه السلام اخروهن من حیث اخرهن الله۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا عورتوں کو پیچھے ہٹاؤ جیسے اللہ تعالیٰ نے انہیں پیچھے ہٹایا۔ ہدایہ کے حاشیہ میں اسے ابن مسعودؓ کا قول بیان کیا گیا ہے (مصنف عبدالرزاق) (ہدایہ عوام کی عدالت میں صفحہ ۲۱)

الجواب

خواجہ صاحب نے یہاں بھی اندھی تقلید کا مظاہرہ کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں لم اجدہ مرفوعاً (الدرایہ ص۱۷۲ ج۱) مجھے مرفوعاً (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی صورت میں) نہیں ملا علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ مرفوع نہیں حضرت ابن مسعودؓ پر موقوف ہے یعنی ابن مسعودؓ کا قول ہے (عینی ص۴۷ ج۱۲) علامہ زیلعیؒ بھی اس کو بہت تلاش کرتے رہے مگر مرفوعاً ان کو بھی نہیں مل سکی البتہ مسند رزین کا حوالہ انہوں نے سروجیؒ سے نقل کیا ہے کہ اس میں مرفوعاً ہے لیکن وہ خود نہیں دیکھ سکے دیکھئے (نصب الرایہ ص۳۶ ج۲) حافظ ابن حجرؒ بھی فرماتے ہیں وزعم السروجی عن بعض مشائخہ انہ فی مسند رزین (الدرایہ ص۱۷۲ ج۱) سروجیؒ کا گمان ہے کہ اس نے بعض اپنے مشائخ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ یہ مسند رزین میں مرفوعاً ہے مصنف عبدالرزاق ص۱۴۹ ج۳ تفسیر در منثور ص۲۵۸ ج۱ میں یہ روایت موقوف ہے ابن مسعودؓ پر طبرانی میں بھی موقوف ہے۔ لیکن صاحب ہدایہ محدث اعظم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فضل ہے

کہ یہ روایت مرفوعاً بھی موجود ہے علامہ عبدالرؤف مناویؒ لکھتے ہیں: اخروھن من حیث اخرھن اللہ (رزین) کنوز الحقائق ص۱۱ کہ یہ حدیث مسند رزین میں مروی ہے اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ اس حدیث کی تائید میں مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے حضرت حذیفہؓ سے مرفوعاً روایت ہے۔ وسمعتہ یقول اخروا النساء حیث اخرھن اللہ رواہ رزین (مشکوٰۃ ص۲۲۲)

محدث اعظم صاحب ہدایہ حافظ الدنیا صاحب ہدایہ زندہ باد

الزام نمبر۸

خواجہ صاحب خلط مبحث کے عنوان کے تحت ہدایہ ص۱۲۴ سے نقل کرتے ہیں ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم شغل عن اربع صلوات یوم الخندق فقضاھن مرتبا ثم قال صلوا کما رأیتمونی اصلی (قضاء الفوائت) خندق کے روز نبی علیہ السلام کی چار نمازیں رہ گئیں تو آپ نے انہیں ترتیب سے پڑھا پھر فرمایا میری طرح نماز پڑھا کرو۔ گو ان الفاظ میں نہیں تاہم حدیث کا مفہوم بروایت ابن مسعودؓ ترمذی اور نسائی میں موجود ہے لیکن اس موقع پر حضورؐ نے خط کشیدہ الفاظ ارشاد نہیں فرمائے یہ ایک الگ مستقل حدیث ہے جو مالک بن حویرث سے بخاری میں مروی ہے خلط مبحث سے اپنے موقف (ترتیب) کا اثبات مقصود ہے (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۲۶)

الجواب

خواجہ صاحب نے جو تحریر فرمایا ہے یہ الدرایہ ص۲۰۷ ج۱ میں حافظ صاحبؒ کا تحریر شدہ موجود ہے ساتھ ہی حافظ ابن حجرؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر مصنف یعنی صاحب ہدایہ ثم قال کے بجائے وقال کہتا تو بہتر ہوتا۔ مگر یہ جرح تعصب پر مبنی ہے جس کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے کیونکہ جب صحابیؓ کا درمیان میں ذکر نہیں اور براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کیا جا رہا ہے تو اس میں کئی فرمان اکٹھے نقل کر دیے جائیں تو کوئی خلط مبحث نہیں چنانچہ امام رافعی شافعیؒ کے متعلق ابن حجرؒ لکھتے ہیں واحتج الرافعی فی الامالی بحدیث عائشۃ الصحیح وکان یختم الصلوۃ

بالتسلیم مع قوله صلوا کما رأیتمونی اصلی (تلخیص الحبیر ص۲۶۹/۱) ابہام تو درمیان میں حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کا واسطہ بھی ہے اور صاحب ہدایہ نے تو کمال کر دکھایا ہے ثم قال سے دوسری حدیث کو روایت کرکے اشارہ کر دیا ہے کہ یہ حدیث بعد کی ہے کیونکہ ثم تراخی کے لیے آتا ہے وقال سے یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا جیسا کہ ابن حجرؒ نے مشورہ دیا ہے

الزام نمبر ۹

خواجہ صاحب عنوان قائم کرتے ہیں۔ پڑھیے رو کا کس نے ہے پھر ہدایہ ص۱۳۱ سے یہ عبارت نقل کی ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی العید والشمس علی قید رمح او رمحین۔ نبی علیہ السلام عید کی نماز پڑھتے تھے جب سورج ایک نیزے یا دو نیزے کی بلندی پر ہوتا تھا۔ یہ کوئی حدیث نہیں ہے (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۴۲)

الجواب

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں لم اجدہ (الدرایہ ص۲۱۹/۱) یہ حدیث مجھے نہیں ملی علامہ زیلعیؒ و علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ غریب ہے (نصب الرایہ ص۲۱۱/۲ عینی ص۱۰۲۵ الجزء الثانی) حافظ ابن ہمامؒ نے اس روایت کی نشاندہی نہیں کی البتہ اس کے ہم معنی روایت بیان کی ہے لیکن صاحب ہدایہ محدث اعظم اور حافظ الدنیا ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

کہ یہ حدیث ان الفاظ میں مروی ہے خود حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: فی کتاب الاضاحی للحسن بن احمد ابن البنا من طریق وکیع عن المعلی بن هلال عن الاسود بن قیس عن جندب قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بنا یوم الفطر والشمس علی قید رمحین والاضحی

علی قید رمح (تلخیص ص۸۳/۲) محدث اعظم حافظ الدنیا صاحب ہدایہ زندہ باد۔ خواجہ صاحب نے جس ابن حجرؒ کو آسرا سمجھا ہوا تھا اسی نے خواجہ صاحب کو شرمندہ کر دیا ہے۔

ع جن پتوں پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

الزام نمبر ۱۰

خواجہ صاحب عنوان قائم کرتے ہیں "سچ اور جھوٹ" پھر ہدایہ ص۱۹۶ سے یوں عبارت نقل کرتے ہیں واتموا الحج والعمرة للہ واتمامهما ان یحرم بهما من دویرة اهله کذا قاله علی وابن مسعود (کتاب الحج المواقیت) فرمان باری تعالیٰ ہے حج اور عمرہ کو پورا کرو اللہ کے لیے اور اس کا پورا کرنا یہ ہے کہ ان کے لیے اپنی کٹیا سے ہی احرام باندھ لیا جائے۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ نے یہی فرمایا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا نام بیچ میں خواہ مخواہ ہی ہے (ہدایہ عوام کی عدالت میں ص۴۵)

الجواب

ابن حجرؒ فرماتے ہیں فلم اجدہ پس مجھے نہیں ملی ابن ہمامؒ فرماتے ہیں۔ وذکرہ المصنف وغیرہ واللہ اعلم به (فتح القدیر ص۳۲۵/۲) صاحب ہدایہ وغیرہ نے ابن مسعودؓ سے ایسے ہی ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم بہ۔ علامہ زیلعیؒ و علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ غریب ہے (نصب الرایہ عینی ص۱۴۰۵ الجزء الثانی) لیکن صاحب ہدایہ بہت بڑے وسیع المطالعہ محدث ہیں اس کا ثبوت ضرور ان کے پاس موجود ہو گا اگرچہ ان حضرات کو معلوم نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فضل

سید مفتی مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ بلفظہ حاشیہ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ

ص۱۳ جلد ۲ میں محلّٰی ابن حزم ص۷۵ ج۷ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں ومن طریق الحمانی عن ھشیم عن بعض اصحابہ عن ابراھیم عن ابن مسعود من تمام الحج ان یحرم من دویرۃ اھلہ۔ صاحب ہدایہ زندہ باد

؎ تیری منزل تک پہنچنا کوئی آسان نہ تھا
سرحد عشق سے گزرے تو یہاں تک پہنچے

بطور نمونہ کے ان چند احادیث واقوال کا ثبوت پیش کیا گیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے حصہ میں مکمل بالترتیب باقی اعتراضات کا جواب دیا جائے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

۲۵ شعبان سنہ ۱۴۰۹ھ ۳ اپریل سنہ ۱۹۸۹ء